دیوان یقین دہلوی

انعام اللہ خاں یقیںؔ کے دیوان کا تنقیدی اڈیشن

مع مقدمہ وحواشی وفرہنگ

ڈاکٹر فرحت فاطمہ

دیوانِ یقینؔ دہلوی

دیوانِ یقینؔ دہلوی

انعام اللہ خاں یقینؔ کے دیوان کا تنقیدی اڈیشن

مع مقدمہ و حواشی و فرہنگ

ڈاکٹر فرحت فاطمہ

انجمن ترقی اردو (ہند)، نئی دلّی

سلسلۂ مطبوعات انجمن ترقی اُردو (ہند) ۱۴۳۱

سنہ اشاعت: ——— ۱۹۹۵ء
قیمت : ——— ۱۱۰ (ایک سو دس) روپے
بہ اہتمام : ——— اختر زماں
طباعت : ——— ثمر آفسٹ پرنٹرز، نئی دلّی

Diwan-e-Yaqeen

Edited by

Dr Farhat Fatima

Price 110/-
1995

ISBN 81- 7160- 051-4

ANJUMAN TARAQQI URDU (HIND)
URDU GHAR : 212 ROUSE AVENUE
NEW DELHI-110002

انتساب

اپنے ابّا جان اور امّی کے نام
جن کی شفقتوں کے سائے
میری منزلوں کے رہبر اور راہ نما ہیں

فہرست

حرفِ آغاز

مرزا مظہر جانِ جاناں اٹھارویں صدی کے ممتاز ترین صوفی اور فارسی شاعر تھے۔ مُنہ کا مزہ بدلنے کے لیے اُردو میں بھی شعر کہتے تھے۔ اردو ادب کی تاریخ میں ان کا نام شاعر سے زیادہ شاعر گر کی حیثیت سے زندہ رہے گا۔ بنیادی طور پر وہ فارسی شاعر تھے۔ اردو شاعری میں ان کی دل چسپی عمر کی اس منزل میں پیدا ہوئی جب ان کی خانقاہی مصروفیتیں بہت بڑھ گئی تھیں۔ اس لیے وہ اُردو میں زیادہ شعر نہیں کہہ سکے۔ مختلف تذکروں اور قلمی بیاضوں میں ان کے جو اشعار ملتے ہیں، ان کی تعداد سوا سو، ڈیڑھ سو کے درمیان ہے۔

اردو میں مرزا مظہر کا اصل کارنامہ یہ ہے کہ انھوں نے ایہام گوئی کے خلاف تحریک شروع کی اور اس میدان میں اپنے شاگردوں کی تربیت کی۔ اُردو شاعری میں تازہ گوئی کا آغاز مرزا مظہر نے کیا۔ لیکن اس تحریک کے میر کارواں بننے کا شرف انعام اللہ خاں یقینؔ کو حاصل ہوا۔ مرزا مظہرؔ کے سترہ اٹھارہ شاگردوں میں سب سے زیادہ نمایاں نام یقینؔ ہی کا ہے۔ مرزا مظہرؔ نے جس نئے انداز اور نئی طرزِ فکر کا آغاز کیا تھا، اس کے جوہر دکھانے کا خود ان کو تو موقع نہیں ملا، لیکن ان کے تلامذہ نے اس کام کو پورا کر دیا۔ مرزا نے اپنے تلامذہ کی تربیت اس انداز سے کی تھی کہ صاحبِ نظر لوگ کلام دیکھ کر پہچان لیا کرتے تھے کہ شاعر مرزا کا شاگرد ہے۔ مصحفیؔ نے یکرنگؔ کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:

"بقولِ شاگردِ خان آرزو و بقولِ میاں آبرو۔ از فحوائے کلامش چنیں می تراود

کہ شاگردِ مرزا خواہد بود "

مرزا کے شاگردوں میں یقینؔ کو سب سے زیادہ مقبولیت حاصل ہوئی اور مرزا کے شاگردوں میں وہ پہلے صاحبِ دیوان شاعر ہیں۔

یقینؔ کا تعلق ایک بہت بڑے خاندان سے تھا۔ وہ بہت ہی خوب صورت اور وجیہہ انسان تھے۔ مرزا مظہرؔ کے شاگرد تھے اور جیسا کہ پہلے بتایا گیا ہے کہ ایہام کے خلاف تحریک کے علمبردار تھے۔ اس لیے انھیں جو مقبولیت حاصل ہوئی، جب تک وہ زندہ رہے، کسی اور کو نصیب نہیں ہوئی۔ یہ حقیقت ہے کہ یقینؔ کے سامنے میر تقی میرؔ کا چراغ نہیں جلتا تھا۔ اس لیے میر تقی میرؔ نے اپنے تذکرے "نکات الشعرا" میں انعام اللہ خاں یقینؔ پر بڑے غلط اور بے بنیاد الزامات عاید کیے ہیں۔ یقینؔ کے ترجمے میں لکھتے ہیں:

> " میاں یقین را مردمان میگفتند، کہ مرزا مظہر او را شعر گفتہ میدہد و وارثِ شعر ہاے ریختۂ خود گردانیدہ ۔ از قبول کردن ایں معنش بندہ راخندہ می آید، کہ ہمہ چیز بوارث میرسد الّا شعر۔ مثلاً کسے بر شعرِ پدرِ خود یا بر مضمونِ او متصرف شود، ہمہ کس ادرا دزد خواہند گفت ۔ تا بہ شعرِ استاد چہ رسد"۔ (نکات الشعرا، ۸۵)

اس کے فوراً بعد میرؔ لکھتے ہیں:

> " یقینؔ اس قدر بر خود ہیں کہ رعونتِ فرعون بھی ان کے مقابلے میں کچھ نہیں۔"

پھر لکھا ہے کہ:

> " بعد از ملاقات ایں قدر خود معلوم شد کہ ذائقۂ شعر فہمی مطلق ندارد"۔ نکات الشعرا، ص ۸۵)

شاید اس لیے لوگ ان کے بارے میں کہتے ہیں کہ وہ موزوں طبع بھی نہیں ہیں۔ اس کے بعد میرؔ نے میاں شہاب الدین ثاقبؔ کے حوالے سے لکھا ہے کہ ایک دن وہ (ثاقبؔ) یقینؔ کا امتحان لینے کے لیے ان کے گھر گئے۔ ان کو مصرع طرح دیا۔ بہت اصرار کیا لیکن یقینؔ ایک مصرع بھی موزوں نہیں کر سکے۔

یقینؔ موزوں طبع نہیں تھے اور ان کے اُستاد مرزا انھیں شعر لکھ کر دیتے تھے۔ اس الزام کی ابتدا خان آرزو نے اپنے تذکرے "مجمع النفائس" میں کی تھی۔

انھوں نے لکھا تھا کہ مرزاؔ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ اپنے بعض شاگردوں کو شعر لکھ کر دیتے ہیں۔ خان آرزو نے کسی شاگرد کا نام نہیں لیا تھا۔ لیکن میرؔ نے یقینؔ کا نام لے کر یہ بات کہی ہے۔

دل چسپ بات یہ ہے کہ ایک طرف تو میر تقی میرؔ کہتے ہیں کہ یقینؔ موزوں طبع نہیں ہیں اور دوسری طرف وہ یقینؔ کے اشعار پر ایسے اعتراضات کرتے ہیں، جو صرف موزوں طبع شاعروں ہی پر کیے جا سکتے ہیں۔ یقینؔ کو اپنے عہد میں غیر معمولی مقبولیت اور شہرت حاصل تھی۔ اکثر تذکرہ نگاروں نے ان کی غیر معمولی تعریف کی ہے۔

اس دور میں یقینؔ کی شہرت کا ایک اہم ثبوت "گلشن گفتار" ہے۔ یہ تذکرہ ۱۱۶۵ ہجری میں دکن میں لکھا گیا۔ تذکرے کے مصنف حمیدؔ اورنگ آبادی نے میرؔ کا ذکر تک نہیں کیا۔ غالباً سنہ ۱۱۶۵ ہجری میں دکن کے لوگ میرؔ سے واقف نہیں تھے یا انھیں قابلِ ذکر نہیں سمجھتے تھے۔ حمیدؔ اورنگ آبادی نے سوداؔ کا ذکر معمولی الفاظ میں کیا ہے۔ مرزا مظہرؔ اور یقینؔ کی مقبولیت کا اعتراف کیا ہے۔ انتخاب میں سوداؔ کے تین اور یقینؔ کے پندرہ اشعار دیے ہیں۔ شفیقؔ نے "چمنستانِ شعرا" میں دو رباعیاں نقل کی ہیں۔ جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ کافی عرصے تک یقینؔ فضائے اُردو پر اس طرح چھائے رہے کہ میرؔ اور سوداؔ کی آواز مدھم رہی۔ پہلی رباعی میں یقینؔ اور سوداؔ کو ہم پلہ تسلیم کیا ہے۔

جس طرح سے لاتے ہیں مضامینِ متین
اشعار میں ریختہ کے سوداؔ و یقینؔ
ایسا کوئی نہیں ہند میں ہر چند کہ ہیں
سجادؔ و کلیمؔ و میرؔ و دردؔ و تمکینؔ

دوسری رباعی میں یقینؔ کو سوداؔ سے کہیں زیادہ ارفع و بلند بتایا ہے۔

اگر ہزار برس تک یہ میرزا سودا
کرے جو فکرِ تتبع یقیںؔ کا از دل و جاں
کہے گا معنی باریک و خوب شیریں تر
ولے نزاکت و یہ لطف و یہ قبول کہاں

قائمؔ لکھتے ہیں :

"صدر نشین بزم شعرائے متاخرین انعام اللہ خاں متخلص یقیںؔ شاعر صاحب طرز یگانۂ عصر و وحید دہر است" (مخزن نکات ۔ ص ۔ ۳)۔

جس بزم میں میرؔ ، دردؔ ، اور سوداؔ جیسی ہستیاں شامل تھیں ، اس کا صدر نشین یقیںؔ کو قرار دینا کچھ کم اہم بات نہیں ہے ۔ شفیقؔ تو ان کے سب سے بڑے مداح ہیں ۔ لکھتے ہیں :

"یقیںؔ شہنشاہِ قلمرو سخندانی و یوسف کنعانِ معانی است ۔ طوطیِ شکر مقال از گلستانِ ہند برخواستہ کہ بآن عندلیبِ ہزار داستان سخن بہ تشابہ گراید ... ... یکتائے عصر و یگانہ زمان است ۔ چشم روزگار چنین معنی آفرینے نکتہ رس ندیدہ" (چمنستان شعرا ۔ ص ۱۶۱ ، ۱۶۲ ۔

میرؔ جو یقیںؔ کے سب سے بڑے حریف ہیں ۔ یہ کہے بغیر نہیں رہ سکے ۔

" یقیںؔ شاعر ریختہ صاحبِ دیوان ، از بس کہ اشتہار دارد ، محتاج تعریف و توصیف نیست ۔" (نکات الشعرا ۔ ص ۔ ۸۱) ۔

مرزاؔ کے شاگردوں میں سب سے زیادہ شاعرانہ صلاحیتیں شاید انعام اللہ خاں یقیںؔ ہی میں تھیں ، اس لیے مرزاؔ نے انھیں کی تربیت پر سب سے زیادہ توجہ کی اور یقیںؔ یہ کہنے کے قابل ہو گئے کہ :

شاعری ہے لفظ و معنی سے تری لیکن یقیںؔ
کون سمجھے یہاں تو ہے ایہام مضموں کی تلاش

یقیںؔ کے بارے میں مصحفیؔ کہتے ہیں :

" در دورۂ ایہام گویان اول کسے کہ ریختہ راشستہ و رفتہ گفتہ این جوان بود ۔

بعد ازاں تتبعش بدیگراں رسیدہ (تذکرہ ہندی ص ۲۷۵)

حکیم سید احمد علی خاں یکتا نے بھی یقین کی ریختہ گوئی کو "شستہ و رفتہ" کہا ہے:

" از دورۂ ایہام گویان اول کسے کہ ریختہ را بر وضع فارسی گویان شستہ و رفتہ گفت ایں بزرگ بود"۔

یقین اردو کے واحد شاعر ہیں، جن کے کلام کا اتنے بڑے پیمانے پر تتبع کیا گیا۔ اُن کے معاصرین میں مرزا فرحت اللہ بیگ نے سید محی الدین قادری زور کے حوالے سے شاہ حاتم کے اس دیوان کا ذکر کیا ہے جو لندن کے کتب خانے میں محفوظ ہے۔ حاتم نے جس شاعر کی طرز میں شعر کہے ہیں، اس کے سامنے یہ لکھ دیا ہے کہ یہ غزل کس شاعر کی طرز پر لکھی گئی۔ اس دیوان میں آٹھ غزلیں ایسی ہیں جو حاتم نے یقین کی طرز پر لکھی ہیں۔

لچھمی نرائن شفیق، احسن اللہ خاں بیان اور میر باقر حزیں تینوں نے یقین کے دیوان کے جواب کہے ہیں۔ شورش نے یقین کے ترجمے میں لکھا ہے کہ:

"در تمام ہندوستان دیوان و اشعار ایشاں خانہ بخانہ موجود است"۔

شورش کے اس بیان کی تصدیق اس حقیقت سے ہوتی ہے کہ: اٹھارویں صدی کے شاعروں میں یقین اور سودا کی دیوان اور کلیات کے سب سے زیادہ نسخے نقل کیے گئے تھے۔ آج بھی ہندوستان اور دنیا کے مختلف ملکوں کے کتب خانوں میں اردو شاعروں میں سب سے زیادہ یقین اور سودا کے دیوانوں کے مخطوطات محفوظ ہیں۔

اردو شاعروں کے تذکروں کے مطالعے سے اندازہ ہوتا ہے کہ عرصے تک مرزا مظہر کے شاگرد اردو شاعری کے میدان پر چھائے رہے۔ اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ یقین کی شہرت ان کی زندگی ہی تک محدود رہی۔ جب کہ میر تقی میر اپنی شاعرانہ عظمت کی وجہ سے وقت کی تمام حدوں کو پار کر گئے۔ یقین کی اہمیت تاریخی ہے، جب کہ میر تقی میر ایک عظیم شاعر ہیں۔ ایہام گوئی کے خلاف تحریک کے علمبردار ہونے کی وجہ سے یقین تاریخ ادبِ اردو کا ایک اہم باب ہیں اور کوئی طالب علم انھیں نظر انداز نہیں کر سکتا۔ اگر ہم عہدِ یقین کے کلام کا مطالعہ کریں تو اس نتیجے پر پہنچیں گے کہ یقین کا یہ دعویٰ اپنے زمانے

کے حد تک غلط نہیں ہے۔

حق کو یقین کے یارو برباد مت دو آخر
تم نے سخن کی طرزیں اس سے اُڑائیاں ہیں

یقین کا ایک اور شعر ملاحظہ ہو۔ جس میں انھوں نے تعلیٰ سے کام لیتے ہوئے لکھا ہے :

" یقین تائیدِ حق سیں شعر کے میداں کا رستم ہے
مقابل آج اس کے کون آسکتا ہے کیا قدرت "

ڈاکٹر فرحت فاطمہ پروفیسر خواجہ احمد فاروقی کی صاحب زادی ہیں۔ جس کا مطلب ہے کہ ان کا تعلق ایک علمی گھرانے سے ہے۔ بچپن ہی سے ان کی علمی اور ادبی تربیت پروفیسر خواجہ احمد فاروقی کی زیر نگرانی ہوئی۔

خواجہ صاحب اردو کے صفِ اوّل کے محقق ہیں۔ انھیں کلاسیکل متن کے تنقیدی اڈیشن تیار کرنے میں غیر معمولی دل چسپی رہی ہے۔ انھوں نے دہلی یونی ورسٹی کے شعبۂ اُردو سے کئی کلاسیکل متنوں کے تنقیدی اڈیشن تیار کر کے شایع کیے ہیں۔ خواجہ صاحب نے دہلی یونی ورسٹی میں مخطوطات شناسی اور ترتیبِ متن کا باقاعدہ ڈپلوما کورس بھی شروع کیا۔ یہاں یہ بتانا ضروری ہے کہ یہ ڈپلوما ہندوستان اور پاکستان میں پہلی بار دہلی یونی ورسٹی میں شروع کیا گیا تھا۔

ڈاکٹر فرحت فاطمہ نے یہ ڈپلوما کر کے ترتیبِ متن کی باقاعدہ تربیت حاصل کی۔ انھوں نے اٹھارویں صدی کے ایک غیر معمولی اہم شاعر انعام اللہ خاں یقین کے دیوان کا تنقیدی اڈیشن تیار کیا ہے۔ اس سے پہلے یہ کام مرزا فرحت اللہ بیگ کر چکے تھے اور ان کا ترتیب دیا ہوا دیوان انجمن ترقی اُردو (ہند) سے شایع ہو چکا ہے۔ مرزا فرحت اللہ بیگ بلا مبالغہ اُردو کے صف اول کے ادیب اور انشا پرداز تھے۔ لیکن کلاسیکل متن کا تنقیدی اڈیشن تیار کرنے کے لیے جو صلاحیتیں درکار ہیں، ان سے وہ محروم تھے۔

ڈاکٹر فرحت فاطمہ نے متنی تنقید کے جدید ترین اصولوں کی مدد سے دیوان یقین

مرتب کیا ہے۔ انھوں نے متن کے اختلافاتِ نسخ کی بڑی احتیاط کے ساتھ نشان دہی کی ہے اور متن ایسی محنت اور دیدہ ریزی سے مرتب کیا ہے کہ پورے وثوق کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ دیوانِ یقینؔ کا زیرِ نظر اڈیشن، کلاسیکی متون کے بہترین تنقیدی اڈیشنوں میں شمار ہوگا۔

میرا خیال ہے کہ دیوانِ یقینؔ کا زیرِ نظر تنقیدی اڈیشن مخطوطہ شناسی کے نصاب میں شامل ہونا چاہیے تاکہ طلبہ کو یہ معلوم ہو سکے کہ کلاسیکی اڈیشن کیسے تیار کیا جا سکتا ہے۔

ڈاکٹر فرحت فاطمہ نے دیوان کا مقدمہ اتنی محنت اور دیدہ ریزی سے لکھا ہے کہ یہ اعلا درجے کی تحقیق کا نمونہ بن گیا ہے۔ طویل عرصے تک یقینؔ کے سوانح اور شخصیت پر اس مقدمے کی حیثیت حرفِ آخر کی رہے گی۔

خلیق انجم

پیش لفظ

انعام اللہ خاں یقینؔ (تقریباً ۱۷۵۵-۱۷۲۷ء) اُردو کے اُن جواں مرگ اور بدنام شاعروں میں سے ہیں جن پر دنیا کا کوئی الزام ایسا نہیں جو نہ عائد کیا گیا ہو۔

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

ان کو سارق کہا گیا۔ یہ الزام لگایا گیا کہ وہ "ذائقۂ شعر فہمی" سے عاری ہیں اور ان کا تمام کلام خوانِ یغما اور میرزا مظہرؒ کا کہا ہوا ہے۔ بقول داغؔ ؎

اپنی تصویر پہ نازاں ہو، تمھارا کیا ہے
آنکھ نرگس کی، دہن غنچے کا، حیرت میری

حریفوں کی نظر میں ان کی زندگی بھی تہمت تھی۔ شاعری بھی۔ حد یہ ہے کہ ان کی موت بھی مباحثے کا شور انگیز موضوع بنی رہی۔

یقینؔ بلاشبہ اُردو کا شعلۂ مستعجل ہیں جو ذراسی دیر فضا میں چمکا اور بجھ گیا۔ وہ مشکل سے ۲۹ برس جیے لیکن اس تھوڑی سی مدت میں ان کی شہرت گلاب کی خوشبو کی طرح شمال سے جنوب تک پھیل گئی۔ شعرا نے اس جواں سال شاعر کے طرز کو اُڑایا۔ غزلوں پر غزلیں کہیں۔ دیوان کہے۔ تضمینیں لکھیں اور حاتمؔ جیسے جگت اُستاد نے سب سے زیادہ طبع آزمائی یقینؔ ہی کی زمینوں میں کی۔

یقینؔ نے ایسے پُر آشوب دَور میں آنکھ کھولی جب دلّی چاروں طرف سے آفات کا نشانہ بنی ہوئی تھی اور وہ اقتصادی زخموں سے چُور چُور تھی۔ نادر شاہ اور ابدالی کے حملے،

روہیلوں اور مرہٹوں کی شورش اور ایرانیوں اور تورانیوں کے قضیے یہ سب واقعات یقینؔ ہی کی زندگی میں پیش آئے لیکن انھوں نے شاعری اور تصوف کے ذریعہ "مہرووفا" کی زندگی گزارنے کا ایک نیا ڈھنگ اختیار کرلیا۔ ان کے یہاں تہذیبی بساط کی آئینہ داری بھی ہے، جوانی کی تپش اور شوریدگی بھی۔ تصوف کا چھپا ہوا درد بھی۔ جب ان کی یہ خاندانی ورثہ اور تہذیبی ماحول کی آواز سے ہم آہنگ ہوجاتی ہے تو تخیل کی ایک نئی موسیقی میں بدل جاتی ہے۔ جس وقت مغلیہ سلطنت کا چراغ ٹمٹمارہا تھا اور حاتمؔ۔ میرزا مظہرؔ، خواجہ میر دردؔ، میر تقی میرؔ اور میرزا رفیع سوداؔ جیسے جید شاعر شعر کہہ رہے تھے، یقینؔ نے شمعِ سخن کو اس شان سے روشن کیا کہ مستقبل کے راستوں میں اُجالا ہوگیا اور دشمن تک یہ کہنے پر مجبور ہوئے کہ خوش درخشید۔

یقینؔ نہایت خوبصورت، نہایت خوش اخلاق، نہایت خوش گفتار اور نہایت گرم جوش اور عمدہ معاش نوجوان تھے۔ ایہام کو ترک کرنے شستہ و رفتہ ریختہ کو شروع کرنے والے ایک طرزِ تازہ کے موجد۔ اس کے علاوہ رئیس زادہ اور مرشد زادہ جس شاعر میں اتنے اوصاف جمع ہوجائیں وہ اپنے آپ حسد کا موضوع بن جائے گا۔

چنانچہ ایک طرف یقینؔ کے مداح ہیں۔ دوسری طرف ان کے دشمن۔ چکّی کے ان دو پاٹوں میں سچائی پِس کے رہ گئی ہے اور یقینؔ کی صحیح تصویر اُبھر کر سامنے نہیں آئی۔

یقینؔ کا ذکر بیشتر تذکرہ نگاروں نے ادب اور احترام سے کیا ہے اور قائمؔ نے تو ان کو بزمِ شعرائے متاخرین کی صدر نشینی بخشی ہے لیکن کسی نے ان کا کلام ترتیب دیتے وقت متنی تنقید کے جدید اُصولوں کو پیشِ نظر نہیں رکھا۔ میرزا فرحت اللہ بیگ کی کوشش بڑی مبارک ہے لیکن اس میں بھی متن کی تحقیق میں جدید اُصولوں کو سامنے نہیں رکھا گیا۔ افسوس ہے کہ یہ مطبوعہ نسخہ بھی جس کو چھپے ہوئے ۴۵ برس ہوچکے ہیں، نایاب ہے۔ اس لیے اس کی ضرورت محسوس کی گئی کہ دیوانِ یقینؔ کا ایک صحیح اور مستند متن تیار کیا جائے جس میں مخطوطات شناسی کے اُصولوں سے مدد لی جائے۔

یقینؔ کے متعلق مواد بکھرا ہوا ہے۔ ۱۸۵۷ء کی بغاوت اور انگریزی حکومت

کے قیام کے بعد ہمارے ادبی ذخیرے بکھر گئے۔ یا ورق ورق ہو کر اُڑ گئے۔ ایک نسخہ لندن میں ہے دوسرا کیمبرج میں۔ ہندوستان میں بھی کوئی جامع کتب خانہ نہیں کچھ مواد رام پور میں ہے کچھ کلکتہ میں، کچھ پٹنہ میں، کچھ حیدرآباد میں۔ اس سے ایک روایت پسند سماج کے پروردہ طالب علم کی مشکلات کا اندازہ کیجیے جس کے لیے ذوقِ سفر بھی آسان نہیں۔ تاہم ہم نے حیدرآباد، علی گڑھ اور دہلی میں رہ کر چیونٹیوں کے منھ سے دانہ دانہ جمع کر کے خرمن تیار کیا ہے اور یقینؔ کی زندگی اور شاعری کی تصویر کو صحیح تاریخی، سماجی اور ادبی حالات کے چوکھٹے میں سجانے اور اس کی زندگی اور کارناموں کو تنقید کی کسوٹی پر پرکھنے کی کوشش کی ہے۔

جہاں تک یقینؔ کے دیوان کی تدوین و تصحیح کا سوال ہے ہم نے سالار جنگ اسٹیٹ لائبریری حیدرآباد، کتب خانۂ آصفیہ حیدرآباد، انڈیا آفس لائبریری لندن، ایشیاٹک سوسائٹی لائبریری کلکتہ اور کتب خانہ انجمن ترقی اُردو ہند، علی گڑھ میں دیوانِ یقینؔ کے مخطوطات اور دیوانِ یقینؔ مرتبہ فرحت اللہ بیگ، دیوانِ یقینؔ مطبوعہ بنگلور، انتخابِ دیوانِ یقینؔ مرتبہ حسرتؔ موہانی اور بہت سی بیاضوں اور تذکروں کو سامنے رکھ کر ان کا تقابلی مطالعہ کیا ہے اور ان کو تنقیح اور تصحیح متن کے جدید اصولوں کی روشنی میں جانچا پرکھا اور دیوانِ یقینؔ کے مستند متن تک پہنچنے کی کوشش کی ہے۔ اختلافاتِ نسخ اور وجوہِ ترجیح حاشیہ میں درج کر دیے ہیں۔ اور اس طرح تمام قدیم اور اہم نسخوں کو جمع کر کے متن کی تدوین و تصحیح میں ان تمام امور کو پیشِ نظر رکھا ہے۔ جو متنی تنقید میں ضروری ہیں۔ متن کے شروع میں ایک مبسوط مقدمہ ہے اور متن کے آخر میں فرہنگ۔ جا بہ جا تنقیدی حاشیے ہیں۔

ہم نے مقدمہ میں یقینؔ کے تاریخی ماحول، حیات، نام، خاندان، شجرہ خاندانِ یقینؔ، ارثی سرمایہ، وفات، ہلاکت کے اسباب، سیرت، تلمذ یقینؔ اور مظہرؔ، یقینؔ اور میرؔ، سرقہ و توارد کی بحث، اصلاحی تحریک، یقینؔ کی شاعرانہ خصوصیات، اُن کے مرتبے کا تعین اور اُن کی خدمتِ زبان و ادب کے ساتھ، ان تمام موضوعات سے بحث کی ہے تاکہ دیوان کی تنقیح و تہذیب سے پہلے یقینؔ کا ماحول اور ان کی شخصیت سامنے آجائے۔

میرے علمی اور ادبی ذوق کی تربیت میں والد محترم خواجہ احمد فاروقی صاحب کا بہت بڑا حصہ ہے۔ ان کی شفقت اور محبت نے میرے اندر علم کا شوق اور ادب کا ذوق پیدا کیا۔ میری اس اوّلین ادبی کاوش میں قبلہ والد صاحب کی حوصلہ افزائی اُن کے گراں قدر مفید مشورے شامل نہ ہوتے تو مقالے کی تکمیل اِتنی آسان نہ ہوتی۔ اُن کی اس عنایت بے پایاں کے لیے مَیں تہہِ دل سے شکرگزار ہوں۔

آخر میں شعبۂ اُردو کے اُن تمام اساتذہ کا شکریہ ادا کرنا میرا خوشگوار فرض ہے جن کی عنایتوں نے اس کام کو آسان بنایا۔

سب سے پہلے میں اپنے نگراں پروفیسر ظہیر احمد صدیقی سابق صدر شعبۂ اُردو کا شکریہ ادا کرنا اپنا فرض سمجھتی ہوں، جنھوں نے شعبہ کی ذمّہ داریوں اور گوناگوں مصروفیات کے باوجود مجھے اپنا قیمتی وقت دیا اور میری رہنمائی اور ہمّت افزائی فرمائی۔ ان کے علاوہ ڈاکٹر مغیث الدین فریدی، ڈاکٹر صدیق الرحمٰن قدوائی، ڈاکٹر فضل الحق، جناب رشید حسن خاں اور جناب ابوجعفر زیدی نے بڑی مدد کی، ان کے مفید مشوروں نے میری منزل کو سہل بنایا۔

آج کل مقالہ لکھنے سے زیادہ مشکل اور دقّت طلب مسئلہ اس کی طباعت اور اشاعت ہے۔ اس دشوار گزار مرحلہ کو آسان بنانے میں محترم ڈاکٹر خلیق انجم سکریٹری انجمن ترقی اُردو ہند کے تعاون کا اعتراف نہ کرنا ناحق شناسی ہوگا۔ انھوں نے نہ صرف اس مقالے کی طباعت واشاعت میں دلچسپی لی، بلکہ اس سلسلہ میں مجھے اپنے مفید و مناسب مشوروں سے بھی نوازا۔

مَیں اپنی اس اوّلین کوشش میں کہاں تک کامیاب ہوسکی ہوں اس کا فیصلہ تو ناقدین ہی کریں گے۔ یہ تو ابتدا ہے ایک ایسے نقشِ اوّل کی، جس میں وقت، تجربہ،

اورعلم ابھی بہت سے نئے رنگ بھرے گا۔ خدا کرے کہ میری یہ ناچیز کوشش اہلِ ادب کی نظروں میں شرف قبولیت حاصل کرے۔

فرحت فاطمہ
شعبۂ اُردو، دہلی یونی ورسٹی۔ دہلی۔

مُقدّمہ

یقینؔ کا تاریخی ماحول

اٹھارویں صدی عیسوی، جو یقینؔ (۱۷۵۵ - ۱۷۲۷ء) کی شاعری کے لیے تاریخی پس منظر فراہم کرتی ہے، سلطنتِ مغلیہ کا آفتابِ اقبال ڈھلنا شروع ہو گیا تھا۔ دراصل اس سیاسی زوال کی ابتدا اورنگ زیب کی وفات سے ہوتی ہے جو فروری ۱۷۰۷ء میں واقع ہوئی۔ اس وقت مغلیہ سلطنت کے تناور درخت کے ٹوٹ ٹوٹ کر گرنے لگے تھے۔ صوبوں میں خود مختاریاں اور نوابیاں قائم ہو گئی تھیں اور انگریزی شہنشاہیت آہستہ آہستہ اپنا سیاسی اور اقتصادی جال پھیلانے لگی تھی۔ ۱۷۵۷ء کی جنگ پلاسی کے بعد بنگال کا زرخیز صوبہ انگریزوں کے قبضے میں آگیا اور ہندوستان کے خزانے ڈھل ڈھل کر انگلستان پہنچنے لگے۔ جن کی بدولت وہاں صنعتی اور مشینی انقلاب برپا ہو سکا۔[۱]

۱۷۰۷ء سے ۱۷۵۷ء تک دہلی کے تخت پر دس تاجدار بٹھائے گئے۔ ان میں سے چار اپنی موت مرے، باقی کے سر قلم کیے گئے یا ان کی آنکھوں میں سلائیاں پھیر دی گئیں۔ ایرانی تورانی سازشوں، آئے دن کی بغاوتوں اور صوبوں کی خود مختاریوں کی وجہ سے سلطنت برائے نام رہ گئی۔[۲] اور جاٹوں، ستنامیوں،[۳] سکھوں،[۴] مرہٹوں[۵] اور روہیلوں کی شورش نے اس کی

۱؎ ملاحظہ ہو جنگ پلاسی اور انگلستان کا صنعتی انقلاب، مطبوعہ رسالہ ہمایوں لاہور، خاص نمبر جنوری ۱۹۴۳ء۔

۲؎ شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات۔ مرتبہ پروفیسر خلیق احمد نظامی طبع دہلی ۱۹۶۹ء ص ۱۴۔

۳؎ ستنامیوں کی بغاوت میں سنار، بڑھئی، بھنگی، موچی اور دوسرے معمولی پیشہ ور شامل تھے۔
ملاحظہ ہو جواہر لال نہرو: DISCOVERY OF INDIA طبع نیویارک ۱۹۶۰ء ص ۱۷۶۔

۴؎ میرزا مظہر جانجاناں کے خطوط، مترجم خلیق انجم ص ۱۳۴ ۵؎ ایضاً ص ۱۵۵۔ ۶؎ ایضاً ص ۱۹ و ۱۵۵۔

اقتصادی بنیادوں کو ہلا کر رکھ دیا۔ جو کسر باقی رہ گئی تھی وہ نادر شاہ (۱۷۳۹ء) اور احمد شاہ ابدالی کے پیہم حملوں (۱۷۴۷ء ـ ۱۷۶۹ء) اور غارت گری سے پوری ہوگئی۔

میرؔ و مصحفیؔ کے بیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت دست کار۔ صنّاع۔ وضیع و شریف۔ کسان اور مزدور، سپاہی اور درویش سب ہی طبقے پریشان حال اور مضمحل تھے۔ مرزا مظہرؔ، جو یقینؔ کے پیر و مرشد ہیں لکھتے ہیں:

"اس شہر میں فتوح عنقا کی طرح نایاب ہے اور قرض کیمیا کی طرح ناپید[۱]"

میرزا مظہر نے روز کے ہنگاموں سے تنگ آکر دہلی چھوڑنے کا بھی ارادہ کر لیا تھا[۲] عام بے روزگاری اور قلتِ معاش کی انتہا نہیں رہی تھی۔ مرزا رفیع سوداؔ نے صحیح طنز کیا ہے:

بتا کہ نوکری بکتی ہے ڈھیریوں یا تول

مفلسی اور بے زری کا یہ عالم تھا کہ ؎

روپیہ کی شکل تو دیکھی نہیں خدا جانے
کہ اس زمانے میں چپٹا بنے ہے وہ یا گول

مصحفیؔ لکھتے ہیں ؎

ہر چند کہ ہم فاقوں سے جاں دیتے ہیں
تنخواہ تو کب نعیم خاں دیتے ہیں[۳]

اس وقت امراء اہلِ سیف اور شاہی خاندان میں اخلاقی خرابیاں پیدا ہوگئی تھیں اور ان میں یہ صلاحیت باقی نہیں رہی تھی کہ وہ بوسیدہ جاگیرداری نظام کی برائیوں کو دور کر سکیں۔ اس طبقہ کی نفس پرستی اور عیش کوشی کی انتہا نہیں تھی۔ اس کی ایک جھلک یقینؔ کے ہم عصر درگاہ قلی خاں کے "مرقع دہلی" میں مل جاتی ہے جہاں انھوں نے تمتعاتِ[۴]

---

[۱] مرزا مظہر جانجاناں کے خطوط۔ ص ۱۵۰۔

[۲] ایضاً ص ۵۴۔

[۳] بحوالہ میر تقی میرؔ: حیات اور شاعری (خواجہ احمد فاروقی)۔ [۴] درگاہ قلی خاں: مرقع دہلی طبع حیدرآباد ص ۱۷۔

نفسانی۔ جوانان نوخیز و امارد شورش انگیز اور معالجہ جات[1] شرم انگیز کا ذکر کیا ہے۔ امراء میں جاہ پرستی اور تفاخر کا جذبہ بہت بڑھ گیا تھا۔ اس پر فخر کیا جانے لگا کہ کس کا تاج زیادہ قیمتی ہے اور کس کے سر پر سلطنت میں زیادہ جواہر ٹکے ہوئے ہیں[2]

یہی حال بعض خانقاہوں کا تھا جو مفت خور اور مکار صوفیوں سے بھری ہوئی تھیں۔ انھوں نے پورے سماج کو اسی طرح نذر نیاز حاضرات اور توہمات میں گرفتار کر لیا تھا کہ زندہ پر مُردوں کی حکومت قائم ہوگئی تھی[3] دربار میں شریعتِ محمدی اور حدیثِ نبوی پر قہقہے لگائے جاتے تھے اور ان کا مذاق اُڑایا جاتا تھا[4]۔ ان پیشہ ور فقرا اور نام نہاد علماء کے متعلق حضرت شاہ ولی اللہ (۱۷۰۳ء، ۱۷۶۲ء) نے جو یقین[5] کے ہم عصر ہیں تحریر فرمایا ہے:

"خاص خاص طبقے اس کے عادی ہو گئے ہیں کہ کچھ کیے دھرے بغیر اپنے خاص خاص امتیاز کی بنا پر مثلاً اس لیے کہ وہ قاری یا عالم ہیں یا ان کا تعلق شعراء یا سجادہ نشینوں یا فقراء کے اس حلقے سے ہے جس کو بادشاہوں کی طرف سے عطیے اور وظیفے ملتے رہتے ہیں یا اسی قسم کی دریوزہ گری اور بھیک کا کوئی ڈھنگ نکال کر خزانۂ شاہی سے رقمیں وصول کرتے ہیں ... . ان کا مطمح نظر ملک کی کوئی خدمت نہیں بلکہ رقمیں وصول کرنا اور اپنا ذریعہ معیشت فراہم کرنا ہے[6]۔"

---

[1] مرقعِ دہلی، درگاہ قلی خاں، طبع حیدر آباد، ص ۱۶۔ ۱۷۔ ۳۳

[2] ایضاً ص ۱۵۔

[3] شاہ ولی اللہ بحوالہ سید محمد میاں: علمار ہند کا شان دار ماضی ج ۲۔ ص ۱۷۔

[4] شیخ عبدالرشید: نجیب الدولہ (انگریزی) طبع علی گڑھ ۱۹۵۲ء مقدمہ ص ۱۸۔

[5] مرزا حیرت: حیات طیبہ بحوالہ مرزا مظہر جانِ جاناں کے خطوط ص ۳۱۔ ۳۲۔

[6] شاہ ولی اللہ: حجۃ اللہ البالغہ بحوالہ سید محمد میاں: علمار ہند کا شان دار ماضی۔ ج ۲۔ ص ۱۴۔

اسی زمانہ میں شیعہ سنّی جھگڑے شروع ہوئے جو سیاسی سطح پر ایرانیوں اور تورانیوں کی آویزشش میں رونما ہوئے اور جنھوں نے سلطنت کو اتنا کمزور کر دیا کہ وہ پھر کبھی ابھر ہی نہ سکی۔ اس قضیے کی ابتدا ابھی اورنگ زیب کے بیٹے بہادر شاہ اوّل کے زمانے سے ہوتی ہے۔ جو دو برس تک بھائیوں کا خون بہانے کے بعد ۶۰ برس کی عمر میں تخت نشین ہوا اور ۱۷۱۲ء میں مر گیا۔ اس نے تخت پر بیٹھتے ہی یہ حکم دیا کہ جمعہ کے خطبے میں حضرت علی کے نام کے ساتھ وصی کا اضافہ کیا جائے جس پر لاہور کے علماء نے شدید احتجاج کیا۔ اور بادشاہ مجبور ہوا کہ اپنے حکم کو واپس لے لے۔ علماء کی یہ شورشش دبا دی گئی۔ لیکن سربرآوردہ علماء کو گوالیار کے قلعہ میں قید کر دیا گیا۔ نجف خاں (ولادت ۱۷۳۷ء۔ وفات ۱۷۸۲ء) کے زمانے میں پھر ایرانی جماعت کو عروج حاصل ہوا اور علماء اور مشائخ کو طرح طرح سے ایذائیں پہنچائی گئیں۔ اور مرزا مظہر جانِ جاناں کو تو شہید کر دیا گیا۔

بہادر شاہ اوّل کے مرنے کے بعد پھر وہی خانہ جنگی شروع ہوئی جس کا آغاز اورنگ زیب کی وفات کے بعد ہوا تھا۔ اس وقت ایسی غارت گری پھیلی کہ ایک مہینہ تک بادشاہ کی نعش بے گور و کفن پڑی رہی۔ ۱۷۱۲ء میں جہاں دار شاہ تخت نشین ہوا (جس کی مدتِ سلطنت ایک سال سے زیادہ نہیں)۔ ان چند مہینوں میں ایک معمولی عورت لال کنور سلطنت کے معاملات پر حاوی ہو گئی اور نااہلوں کو بڑے عہدے مل گئے۔ ایک سال کے بعد فرخ سیر (۱۷۱۳ء۔ ۱۷۱۹ء) سربراہِ سلطنت ہوا۔ اس کے زمانے میں سادات بارہ کو عروج ہوا جن کی مدد سے اسے تخت و تاج حاصل ہوا تھا۔ درباری سازشوں کی وجہ سے اسے ۱۷۱۹ء میں اندھا کر کے قتل کر دیا گیا اور عنانِ حکومت محمد شاہ ۱۷۴۸ء کے ہاتھ میں آ گئی۔ جس کے عہد میں اُردو شاعری کو ترقی ہوئی اور نادر شاہ کا حملہ ہوا (۱۷۳۹ء) اس کے مالِ غنیمت کا اندازہ ستّر کروڑ لگایا گیا ہے۔

"یہ دولت ایک دن کی نہیں آٹھ پیڑھیوں کی جمع کی ہوئی تھی۔ ....

لہ عبیداللہ سندھی: شاہ ولی اللہ اور ان کی سیاسی تحریک۔ ص ۱۴۳۔

اسی مالِ غنیمت میں تختِ طاؤس اور کوہِ نور ہیرا بھی تھا۔ تین سو ہاتھی، دس ہزار گھوڑے اور اتنے ہی اونٹ علاوہ تھے[۱] جان کا نقصان اس سے کہیں زیادہ ہے۔

مولوی ذکاءاللہ کا خیال ہے کہ آٹھ ہزار سے ڈیڑھ لاکھ تک بے گناہ قتل کر دیے گئے[۲] ۱۷۴۷ء میں نادر شاہ قتل کر دیا گیا اور اس کی جگہ احمد شاہ ابدالی تخت نشین ہوا۔ اس نے ہندوستان پر سب سے پہلا حملہ جنوری ۱۷۴۸ء میں کیا لیکن شہزادہ احمد شاہ نے اسے سرہند کے قریب شکست دی جو لیقینؔ کے اجداد کا وطن تھا۔ یہ مغلوں کی آخری کامیابی تھی جو ان کو غیر ملکی حملہ آوروں کے خلاف ہوئی۔

اس فتح خداساز کے بعد محمد شاہ کا انتقال ہوگیا (۱۷۴۸ء) اس تیس سال میں حکومت ضعیف ہوگئی۔ اس کا اقتدار کم ہوگیا۔ حکمراں طبقے اور عسکری نظام میں گھن لگ گیا۔

۱۷۴۸ء میں محمد شاہ کے مرنے کے بعد اس کا بیٹا سرہند کا فاتح شہزادہ احمد شاہ (۱۷۴۸ ـ ۵۴ء) تخت نشین ہوا۔ اس کے زمانے میں ایرانی اور تورانی آویزش انتہا کو پہنچ گئی۔ ۱۷۲۰ء میں سید بھائیوں کے قتل کے بعد چین قلیچ خاں نظام الملک اور وزیر الممالک مقرر کیا گیا (۱۷۲۲ء) لیکن وہ دربار کی اصلاح نہ کر سکا اور ایک سال کے بعد آزردہ ہو کر دکن چلا گیا۔ احمد شاہ نے ایرانیوں کے سرگروہ صفدر جنگ کو وزیر الممالک مقرر کیا۔ اس کی ساری توجہ صرف اس امر پر مرکوز تھی کہ کسی طرح تورانیوں کو نیچا دکھائے اور ذلیل اور خوار کرے۔ تورانیوں کی قیادت نظام الملک کا پوتا سترہ سالہ غازی الدین عماد الملک کر رہا تھا۔ جس کو اس جنگ و جدل میں کامیابی تو ہوئی لیکن شیعہ سنی اختلافات اور بڑھ گئے اور سلطنت مغلیہ ان زخموں سے چور ہوگئی۔ اس سے زیادہ نقصان دہلی کے عوام کو پہنچا جو مشتِ خاک سے زیادہ بے حقیقت تھے۔

۱؎ خواجہ احمد فاروقی: میر تقی میر۔ حیات اور شاعری۔ طبع علی گڑھ۔ ص ۱۰۵۔

۲؎ مولوی ذکاءاللہ: تاریخ ہندوستان۔ ج ۹۔ ص ۲۵۸ بحوالہ سید محمد میاں: علماءِ ہند کا شاندار ماضی ج ۲۔ ص ۴۱۔

عمادالملک کے اشارے پر احمد شاہ کو اندھا کر کے قتل کر دیا گیا (۱۷۵۴ء) اس کی جگہ عالمگیر ثانی تخت و تاج کا مالک بنا لیکن غازی الدین خاں عماد الملک نے اسے بھی ۱۷۵۹ء میں قتل کروا دیا۔ "نکات الشعرا" کے جو اوراق آزاد لائبریری علی گڑھ میں محفوظ ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ یقین کا قتل بھی بخلاف صراحت نساخ[1] لطف[2] اور مبتلا[3] احمد شاہ (۵۴-۱۷۴۸ء) کے عہد میں نہیں بلکہ عالمگیر ثانی (۵۹-۱۷۵۴ء) کے زمانے میں ہوا ہے جس کی تائید مزید شفیق اورنگ آبادی کے مصرع تاریخ سے بھی ہوتی ہے[4]

گفت یقین رفت بسوئے ارم

۱۱۶۹ھ (۱۷۵۵ء)۔

یقین کا یہ تاریخی ماحول سیاسی اعتبار سے ضرور زوال پذیر تھا لیکن ابھی ہمارے تہذیبی اور فکری سرچشمے خشک نہیں ہوئے تھے بلکہ یہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ اس ہنگامہ و آشوب میں ایسے جید علماء ایسے بلند پایہ شاعر ایسے ائمۂ تصوف اور محدثین کس طرح جمع ہو گئے تھے کہ آسمان کو بھی اس زمین پر رشک آتا ہوگا۔ علماء میں حضرت شاہ ولی اللہ اور حضرت شاہ عبدالعزیز شاعروں میں میر[5] و درد[6] اور صوفیہ میں مرزا مظہر جانِ جاناں اور حضرت شاہ فخر الدین (۸۴-۱۷۱۷ء) خاص[7] امتیاز رکھتے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک صاحبِ کمال ہے لیکن ان سب نے مل کر اس دَور کو بے حد اہم بنا دیا ہے۔

---

[1] نساخ: سخن شعراء ص ۵۶۸۔ [2] لطف: گلشنِ ہند ص ۲۶۰۔

[3] مبتلا لکھنوی: گلشنِ سخن ص ۲۶۵۔

[4] خواجہ احمد فاروقی: میر تقی میر: حیات اور شاعری مطبوعہ ۱۹۵۴ء۔

نیز رالف رسل و خورشید الاسلام: THREE MUGHAL POETS, HARVARD : 1968

نیز A.SCHIMMEL: KHWAJA MIR DARD POET AND MYSTIC PUB, IN GERMAN SCHOLARS ON INDIA VOL. 1, VARANASI, 1973

[5] ایضاً۔ [6] ڈاکٹر وحید اختر: خواجہ میر درد: تصوف اور شاعری مطبوعہ ۱۹۷۱ء۔

[7] خلیق احمد نظامی: تاریخ مشائخ چشت، باب سوم ص ۴۶۰۔

اٹھارویں صدی سیاسی مذہبی اور علمی معرکوں کی صدی ہے۔ اس زمانے کی تاریخ شیعہ سنی، صوفی، ملا، حنفی و وہابی، مجددی اور وحدت الوجودی جھگڑوں سے بھری ہوئی ہے لیکن حضرت شاہ ولی اللہ متوفی ۱۷۶۳ء نے جن کا نام اسلامی ہند کے علمار میں سرفہرست لینا چاہیے ان اختلافات کو دور کرنے کی کوشش کی اور ہمہ گیر انقلاب لانا چاہا اور قومی[۱] تعمیر میں عدل و اعتدال اور اقتصادی اور روحانی اقدار پر سب سے زیادہ زور دیا[۲] آپ نے حجۃ اللہ البالغہ" میں لکھا ہے کہ "داعیانِ صداقت ہر ملک اور قوم میں گزرے ہیں اوران سب کا احترام ضروری ہے[۳]"۔ حضرت شاہ ولی اللہ کے صاحبزادے شاہ عبدالعزیز جن کو "آیت از آیاتِ الٰہی[۴]"، کہنا بجا ہے، کرشن جی کو اولیا، برحق میں سمجھتے تھے[۵] اسی طرح یقین کے استاد اور پیرومرشد مرزا مظہر جانِ جاناں (۱۷۸۰ء - ۱۶۹۹ء) جو شاہ ولی اللہ کو علمائے ربانی میں سمجھتے تھے، ایک خط میں لکھتے ہیں کہ "ویدوں کے ماننے والے خداوند تعالیٰ کی توحید پر متفق ہیں اور وہ دنیا کو حادث و مخلوق جانتے ہیں اور دنیا کے فنا ہونے، حشر جسمانی اور جزائے اعمال نیک و بد پر یقین رکھتے ہیں اور ان لوگوں کو علوم عقلی و نقلی، ریاضیات، مجاہدات، تحقیق و معارف اور مکاشفات پر ید طولیٰ حاصل ہے[۶]"

اسی خط میں آگے چل کر تحریر فرماتے ہیں: "ہندوستان کے انبیار کے حق میں...

... نیک گمان ضرور کرنا چاہیے۔"

---

[۱] سید محمد میاں: علمار ہند کا شاندار ماضی ج ۲ ص ۲۷۔

[۲] عبیداللہ سندھی: شاہ ولی اللہ اور ان کی سیاسی تحریک: تعارف ص ۲۵۔

[۳] حجۃ اللہ البالغہ بہ حوالہ سید محمد میاں: علمار ہند کا شاندار ماضی ج ۲. ص ۱۲۔

[۴] بحوالہ شیخ محمد اکرام: رودِ کوثر طبع لاہور ص ۳۶۵۔

[۵] بحوالہ AZIZ AHMAD, STUDIES IN ISLAMIC CULTURE IN THE INDIAN ENVIRONMENT OXFORD. P. 139

[۶] میرزا مظہر جانِ جاناں کے خطوط ص ۹۲ - ۹۳۔

مرزا مظہر کا یہ بھی خیال تھا کہ کفار عرب "بتوں کو متصرف اور موثر بالذات" اور اہلِ ہند ان کو "آلہ نصرتِ الٰہی" سمجھتے تھے۔ انھوں نے یہ بھی فرمایا کہ تناسخ پر اعتقاد رکھنے سے کفر لازم نہیں آتا۔ مولانا حسرت موہانی نے ان کے بارے میں لکھا ہے: "مرزا مظہر کے ہندو بھی مرید تھے۔ یہ ہنود کی بابت اہلِ شرک ہونے کے قائل نہ تھے بلکہ ان کو اہلِ توحید بتاتے اور بتوں کی پرستش کو اربابِ تصوف کے تصورِ شیخ کے مانند خیال کرتے تھے"[1]

مرزا مظہر قدیم و جدید کے درمیان ایک کڑی ہیں۔ ان کے مرید خاص غلام علی دہلوی تھے جن کو سر سید احمد خاں بانیِ علی گڑھ کالج دادا شاہ صاحب کہا کرتے تھے اور اس پر فخر کرتے تھے کہ ان کی بسم اللہ حضرت شاہ صاحب نے پڑھائی تھی۔ ان کا ایک شعر بھی ہے:

به مکتب رفتم و آموختم اسرارِ یزدانی
ز فیضِ نقش بند وقت جانجانانی[2]

اٹھارویں صدی میں شیعہ سنی، مقلّد غیر مقلّد، شریعت و طریقت اور فقہی مسالک کے اختلافات بہت بڑھ گئے تھے۔ حضرت شاہ ولی اللہ نے اعتدالِ صحیح کے ذریعہ ان اختلافات کو اس طرح دور کیا کہ بعض حضرات آپ کو شیعہ سمجھنے لگے۔ صوفیہ اور فقہا کے درمیان اختلاف کو اس طرح کم کیا کہ کتاب و سنّت پر زور دیا اور ہر طریقے کی خوبیوں کو تسلیم کیا۔ حد یہ ہے کہ بیعت کے وقت چاروں خانوادوں کے مشائخ کا نام لینا ضروری سمجھا تاکہ سب سے عقیدت رہے اور سب سے استفادہ کیا جا سکے[3]

اگر ان واقعات کی روشنی میں ہندوستانی مسلمانوں کے مذہبی عقائد، فقہی روایات اور متصوفانہ میلانات کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہ سارا نظام شاہ ولی اللہ ہی کا

---

[1] مولانا حسرت موہانی: رسالہ اردوئے معلیٰ علی گڑھ بابت فروری و مارچ ۱۹۰۷ء۔ ص ۲

[2] شیخ محمد اکرام: رودِ کوثر ص ۵۰۰۔

[3] ایضاً۔ ص ۳۵۹۔

ترتیب دیا ہوا ہے جو آج تک کم و بیش اسی طرح رائج ہے اور اس رواداری، دردمندی اور انسان دوستی میں فرق نہیں آیا۔[1]

شاہ ولی اللہ کی تحریک کی ادبی حیثیت بھی ہے۔ انھوں نے قرآن شریف کا، جو اب تک صرف جزدانوں میں بند تھا، فارسی میں ترجمہ کیا (۱۷۳۷ء) اور اس طرح قرآن کی تفہیم اور اس کی عملی افادیت کو عام کیا۔ یہ ایسا انقلابی اقدام تھا کہ حکومت کے ایوان میں زلزلہ آگیا۔[2] مولانا عبیداللہ سندھی نے لکھا ہے کہ اس وقت دہلی میں نجف خاں کا تسلط تھا جو شیعی عقائد رکھتا تھا۔ وہ انگریزوں کا حامی اور روہیلوں کا مخالف تھا۔ انھوں نے امیرالروایات کے حوالے سے لکھا ہے کہ اس نے شاہ ولی اللہ کے پہنچے اُتروا کر بیکار کردیے تھے تاکہ وہ کوئی کتاب یا مضمون تحریر نہ کرسکیں۔ اسی نے میرزا مظہر جانِ جاناں کو شہید کروایا تھا اور شاہ عبدالعزیز (۱۷۴۶-۱۸۲۳ء) اور شاہ رفیع الدین کو اپنی قلمرو سے نکلوایا تھا۔[3] لیکن ان سختیوں سے یہ تحریک دب نہ سکی اور ۱۷۷۶ء کے قریب شاہ رفیع الدین کا اُردو زبان میں ترجمۂ قرآن بھی تکمیل کو پہنچ گیا۔

شاہ ولی اللہ اور شاہ عبدالعزیز کے رفیقوں اور شاگردوں کی بدولت جن میں خصوصیت کے ساتھ لائقِ ذکر مولانا سید احمد بریلوی (وفات ۱۸۳۱ء) اور مولانا اسمٰعیل شہید (وفات ۱۸۳۱ء میں) وہابی تحریک کو فروغ حاصل ہوا اور وہ ایک متحرک دعوتِ تجدید بن گئی جس کا مقصد تربیتِ نفس، عدل و انصاف اور اخلاقی اور اقتصادی اصلاح کے ذریعے ایک نیا سماج قائم کرنا تھا۔[4]

---

[1] S.M. IKRAM: MUSLIM CIVILIZATION IN INDIA ED. BY A.T. EMBRE 1964 P. 264,296

نیز شیخ محمد اکرام : رودِ کوثر ص ۳۶۴۔

[2] خواجہ احمد فاروقی : کلاسکی ادب : جنگ آزادی میں اُردو کا حصّہ ص ۲۱۔

[3] امیرالروایات بحوالہ مولانا عبیداللہ سندھی : شاہ ولی اللہ اور ان کی سیاسی تحریک ص ۲۴ فٹ نوٹ

[4] خواجہ احمد فاروقی : چراغِ رہ گزر : اُردو میں وہابی ادب طبع دہلی ۱۹۷۴ء۔ ص ۱۲۳۔

وہابی تحریک نے اردو میں آسان نثر کو رواج دیا اور بڑی آزادی اور بے باکی سے ادب وشعر اور رسوم وعقائد میں تقلید جامد پر ضرب[1] لگائی۔ یہ تحریک جب اپنے ماحول کی تنگنا سے اوپر اٹھتی ہے تو انگریزوں کے خلاف جہاد کو بھی سب سے افضل عبادت سمجھتی ہے۔

شاہ عبدالعزیز انگریزی کے حامی لیکن انگریز کے مخالف تھے اور انھوں نے اس پورے علاقے کو دارالحرب قرار دے دیا تھا جو انگریزوں کے قبضے میں آچکا تھا[2]۔

اٹھارہویں صدی کو صرف مغلیہ حکومت کی اندھیری رات کہنا صحیح نہیں ہوگا۔ اس اندھیرے میں بھی فکر وخیال کی نئی روشنیں مل جاتی ہیں۔ دلی ہزار اجڑنے پر بھی ہندوستان کا دل تھی۔ یہ ایک شہر نہیں ملی جلی تہذیب کی علامت تھا۔ یہ علم وفن کا مرکز بھی تھی اور فکر ونظر کی کارگاہ بھی[3] یہاں خانقاہیں بھی تھیں، مدرسے بھی، مسجدیں بھی، میخانے بھی، دیوان خانے بھی، طرب خانے بھی، بازار بھی، چوک بھی، مراختے بھی، مباحثے بھی، امیری بھی، غریبی بھی، امن بھی، بدامنی بھی مختصر یہ کہ یہ ماحول تھا جس میں یقین پلے اور بڑھے جس کی بدولت ان کی شخصیت میں تب وتاب آئی اور وہ تہذیبی بساط کی آئینہ داری کر سکے اور ان کی شاعری میں تشنگی اور تپش پیدا ہو سکی جو آج بھی ہمارے دلوں کو متاثر کرتی ہے۔

۱؎ ایضاً۔

۲؎ سید محمد میاں: علمارِ ہند کا شاندار ماضی طبع دہلی ج ۲۔ ص ۸۶۔

۳؎ خلیق احمد نظامی: اوراقِ مصور: نظام اردو خطبات دہلی یونی ورسٹی۔ ص ۹۔

حیات

نام نام انعام اللہ اور یقین[1] تخلص تھا۔ اس پر بیشتر تذکرہ نگار متفق[1] ہیں میر[2] و مصحفی[3] نے تعظیماً میاں کا لفظ بڑھایا ہے اور دونوں نے ان کی بزرگ زادگی کو تسلیم کیا ہے۔

---

[1] گردیزی: تذکرہ ریختہ گویاں قلمی ورق ۵۷ الف۔
شفیق: چمنستانِ شعرا مرتبہ مولوی عبدالحق ص ۱۶۱۔
بینی نرائن: دیوانِ جہاں قلمی ورق ۱۲۸ ب۔
گلزارِ ابراہیم قلمی ورق ۲۲۲ الف۔
مجمع الانتخاب قلمی ورق ۶۱۸ ب۔
گلشنِ ہند قلمی (ایشیاٹک سوسائٹی لندن) ورق ۱۸۵ ب۔
اشپرنگر: اودھ کیٹلاگ ص ۳۰۵۔

[2] نکات الشعرا نسخۂ پیرس میں "انعام اللہ خاں" ہے۔ ملاحظہ ہو طبع لکھنؤ ص ۸۲ اور ص ۸۳ پر "میاں یقین"، لیکن نکات الشعرا نسخۂ عزلت مرتبہ مولوی عبدالحق طبع اورنگ آباد ۱۹۳۵ء میں صرف "انعام اللہ" ہے ص ۸۱۔ ص ۸۳ پر "میاں یقین" لکھا ہے۔

[3] مصحفی: تذکرۂ ہندی طبع دہلی ۱۹۳۳ء۔ ص ۲۷۵۔

خاندان یقینؔ کے والد کا نام محمد[۱] اظہر تھا جن کو اورنگ زیب نے نواب اظہر الدین خاں کا خطاب دیا تھا۔ والدہ حمید الدین خاں نیمچہ کی بیٹی تھیں[۲]۔ گردیزی نے لکھا ہے کہ یقینؔ کے والد خان بہادر اور مبارک جنگ کے خطابات سے سرفراز تھے اور حضرت مجدد الف ثانی کے نواسے تھے[۳]۔ شوق[۴] اور کریم الدین[۵] نے لکھا ہے کہ یقینؔ اصلاً سرہندی ہیں اور مولد اُن کا شاہ جہاں آباد ہے[۶]۔ ان کے والد سرہند کو چھوڑ کر دلی میں رہنے لگے تھے اور محمد شاہ بادشاہ کے زمانے میں امراے سلطنت میں داخل ہوئے تھے[۷]۔ اور یہ خاندان ددھیال اور ننھیال دونوں طرف سے بزرگی و نجابت اور دولت و ثروت میں امتیاز خاص رکھتا تھا۔ ان خاندانی رشتوں کو ہم ذیل کے شجرے کے ذریعے واضح کر سکتے ہیں۔ اس شجرے کے تیار کرنے میں ہمیں ہدیۂ احمدیہ سے خاص طور پر مدد ملی ہے جو انسابِ صاحبزادگانِ مجددیہ میں بڑی اہم کتاب ہے اور جو ۱۳۱۲ھ (۱۸۹۵ء) میں مطبع انتظامی کانپور سے شائع ہو چکی ہے۔

---

[۱] شیخ احمد ابو الخیر: ہدیۂ احمدیہ مطبع انتظامی کانپور ۱۳۱۲ھ ص ۲۴-۲۵۔

[۲] نکات الشعرا مرتبہ عبد الحق ص ۸۱ تذکرہ ہندی قلمی ورق ۱۵۰ الف گلشن بے خار قلمی ورق ۱۸۶ الف لیکن دیوان جہاں قلمی برٹش میوزیم ورق ۱۲۸ ب پر یقینؔ کے والد کا نام اظہر علی لکھا ہے جو غلط ہے۔

[۳] تذکرہ علی گردیزی قلمی: برٹش میوزیم ورق ۵، الف۔ مصحفی: تذکرہ ہندی قلمی برٹش میوزیم ورق ۱۵۰ الف۔

[۴] گردیزی قلمی برٹش میوزیم ورق ۵، ب۔ شورش ص ۲۴۰۔

[۵] قدرت اللہ شوق: طبقات الشعرا طبع علی گڑھ ص ۲۶۔ طبقات الشعرا (لاہور) ص ۶۷۔

[۶] کریم الدین: ص ۱۹۳ نسخہ قدیمہ۔

[۷] شیفتہ: تذکرہ گلشن بے خار قلمی ورق ۱۸۶ الف۔ نول کشور: ص ۲۴۳۔

[۸] قدرت اللہ شوق: طبقات الشعرا لاہور ص ۶۷۔

شجرہ خاندانِ یقین

حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی مجدد الف ثانی بانی طریقہ شہودیہ ولادت ۱۵۶۳ء — وفات ۱۶۲۴ء

محمد فرخ — محمد عیسیٰ — محمد اشرف — بی بی کلثوم — خواجہ محمد صادق — خواجہ محمد معصوم — خواجہ محمد یحییٰ — بی بی خدیجہ

خواجہ محمد سعید

ولادت: ۱۰۰۵ھ = ۱۵۹۵ء

وفات: ۱۰۷۰ھ = ۱۶۵۹ء

"رفت قطب زماں سعید"

شاہ عبداللہ — شاہ لطف اللہ — مولوی فرخ شاہ — بی بی فاطمہ

ماہ جانی بیگم کے بطن سے

شیخ سعد الدین — شیخ عبد الاحد — شیخ خلیل الرحمٰن — شیخ محمد یعقوب — شیخ محمد تقی — بی بی صالحہ — بی بی شاکرہ — شرف النساء مریم — فخر النساء بیگم

صاحبہ بیگم کے بطن سے

شیخ احمد فاروقی سرہندی

- **خواجہ محمد سعید**
  - **شیخ عبدالاحد** — ولادت: ۱۰۵۰ھ = ۱۶۴۰ء، وفات: ۱۱۲۷ھ = ۱۷۱۵ء
    المعروف بہ شاہ گل المتخلص بہ وحدت
    شاہ سعداللہ گلشن شاعر معروف آپ کے خلیفہ تھے
    - شیخ محمد الحنیف
    - شیخ محمد جواد
    - شیخ محمد نقی (تقی)
    - وفات: ۱۱۴۸ھ = ۱۷۳۵ء
    - شیخ نور الحق
    - بی بی حدیقہ
    - بی بی عطر گل خانم
    - بی بی آفتاب خانم
  - **محمد یعقوب**
    عصمت اللہ
    شاہ ولی اللہ اشتیاق

- **شیخ محمد اظہر** المخاطب بہ نواب
- **شیخ ظہور اللہ** مجذوب الاحوال و بلا اولاد
- خدیجہ بیگم
- لاڈلی بیگم
- پیاری بیگم
- اولیا بیگم

اظہر الدین خاں = بنت نواب حمید الدین خاں (کوکہ سلطان عالم گیر و مہتمم دولت خانہ شاہی و جواہر خانہ) متوفی ۱۱۴۱ھ / ۱۷۲۸ء ابن سردار خاں المخاطب بہ اہتمام خاں عالم گیری متوفی ۱۱۰۳ھ / ۱۶۹۱ء ابن باقی خاں شاہ جہانی داروغہ غسل خانہ شاہی۔

- عرفان اللہ خاں
- احسان اللہ خاں
- انعام اللہ خاں المتخلص بہ یقین
- عائشہ بیگم
- مریم بیگم
- فاطمہ بیگم

"سبہ اولاد اظہر الدین خاں از بطن دختر حمید الدین خاں بود ندکہ کوکۂ سلطان عالم گیر بود" ہدیہ احمدیہ ص ۲۵۔

ؔلہ حوالۂ تاریخ محمدی ج ۲ حصہ ۲ رام پور ۱۹۶۰ء ص ۶۸۔

انعام اللہ خاں یقینؔ[1]

- مقبول النبی مقبولؔ
- صمصام اللہ خاں احمدؔ
- مرید حسین خاں مریدؔ
- مبارک بیگم
- دختر

یہاں یہ بات بھی واضح کر دینا ضروری ہے کہ یقینؔ اور ان کے اُستاد میرزا مظہر جانِ جاناں ایک ہی سلسلہ میں بیعت تھے۔ یقینؔ ان کے شاگردِ عزیز ہی نہیں، مرشدزادہ بھی تھے۔ میرزا مظہر کا سلسلۂ بیعت یوں ہے:[2]

میرزا مظہر جان جاناںؒ

مرید سیّد نور محمد بدایونی

مرید شیخ سیف الدین

مرید وخلیفہ شیخ محمد معصوم

مرید وخلیفہ حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی مجدد الف ثانی۔

ان شجروں کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یقینؔ کے حالات لکھنے میں میرزا فرحت اللہ بیگ سے کئی جگہ سہو ہوا ہے۔ یقینؔ کا سلسلۂ نسب حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندیؒ تک

---

[1] اس شجرے کے لیے ملاحظہ ہو "آج کل" دہلی مارچ ۱۹۵۶ء مقالہ بہ عنوان میرؔ و یقینؔ اور مقدمۂ دیوانِ یقین از فرحت اللہ بیگ ص ۱۱۔ "آج کل" دہلی کے متذکرہ بالا مقالے میں لکھا ہے کہ نواب اظہار الدین خاں فارسی میں شعر کہتے تھے۔ اور انعام اللہ خاں یقینؔ کے دو صاحبزادے مقبول النبی اور صمصام اللہ بھی شاعر تھے اور ان کا ذکر علی الترتیب تذکرہ مسرت افزا اور عیار الشعرا میں موجود ہے۔ آجکل۔ مارچ ۱۹۵۶ء میں ۱۵ مقالہ میرؔ و یقینؔ از نثار احمد فاروقی۔ نیز مقدمہ دیوانِ یقینؔ ص ۲۱۔

[2] مؤلف احمد نقشبندی خلیفہ شاہ غلام علی: جواہر علویہ اقتباس بہ شکریہ پروفیسر خلیق احمد نظامی۔

ضرور پہنچتا ہے لیکن یہ خلاف صراحت مرزا فرحت اللہ بیگ چار واسطوں سے نہیں پانچ واسطوں سے پہنچتا ہے[1] اسی طرح انھوں نے محمد نقی کا ذکر نہیں کیا[2] اور وحدت کو یقین کا جد لکھا ہے "جن سے میر ملے تھے"[3] یہ بھی صحیح نہیں۔ وحدت، یقین کے پر دادا اور محمد نقی ان کے دادا تھے۔ وحدت کا انتقال ۱۷۱۵ء میں ہوا ہے اور میر کی ولادت ۱۷۲۲ء میں ہوئی[4] اس لیے میر اور وحدت کی ملاقات کا بھی سوال پیدا نہیں ہوتا۔ شیخ محمد نقی کی وفات ۱۷۳۵ء میں ہوئی[5] اس وقت میر کی عمر ۱۳ سال کی تھی۔ اس لیے یہ بھی قرین قیاس نہیں کہ میر شیخ محمد نقی سے ملے ہوں اور انھوں نے خاص ضیافت کی ہو۔

"با جدش در سرہند ملاقات کردہ بودم۔ بسیار آدم با مزہ یافتہ بسلوک پیش آمدہ وضیافت فقیر کردہ تا دیر نشستہ صحبت مستوفی داشتم۔ شعر فارسی بطرز می گوید[6]۔"

ہمارا خیال ہے کہ میر، یقین کے والد شیخ محمد اظہر سے سرہند میں ملے تھے۔ میر نے یہ سفر ۱۷۴۸ء میں کیا تھا اور اس زمانے میں میر رعایت خاں کے دامنِ دولت سے وابستہ تھے[7] اس بات کی تصدیق نکات الشعراء کے اس خطی نسخے سے بھی ہوتی ہے جو لینن گراڈ یونی ورسٹی کے اوری اینٹل انسٹی ٹیوٹ میں محفوظ ہے اور جو ۱۱۸۲ھ (۶۸-۱۷۶۷ء) کو مکمل ہوا اور جسے حسن علی ابن محمد اسماعیل خاں نے ۱۲۴۳ھ (۱۸۲۷ء) میں اپنے ہاتھ سے لکھا تھا۔ اس نسخے کے ورق ۱۹۱ب پر مندرجہ بالا عبارت

---

[1] و [2] مقدمہ دیوان یقین ص ۱۰ و ۱۱۔

[3] نکات الشعراء مرتبہ عبدالحق ص ۸۱ و مقدمہ دیوان یقین ص ۱۱۔

[4] خواجہ احمد فاروقی: میر تقی میر: حیات اور شاعری مطبوعہ انجمن ترقی اردو ہند ص ۶۲ و ص ۸۸۔

[5] ہدیہ احمدیہ کی رو سے شیخ نقی کا انتقال ۱۳ محرم ۱۱۴۸ھ کو ہوا۔

[6] نکات الشعراء مرتبہ عبدالحق ص ۸۱۔

[7] خواجہ احمد فاروقی: میر تقی میر ص ۱۱۲۔

اس طرح مندرج ہے :

"با والدِ ماجدش در سرہند ملاقات کردہ بودم بسیار آدمِ بامزہ یافتہ

بہ سلوک پیش آمد و ضیافتِ فقیر کردہ" الخ[۱]

مرزا فرحت اللہ بیگ نے اپنے مقدمہ میں حضرت مجدد الف ثانیؒ کے بیٹے کا نام احمد سعید لکھا ہے[۲]۔ یہ محمد سعید ہونا چاہیے۔ اسی طرح شیخ عبدالاحد کا تخلص انھوں نے گل لکھا ہے[۲]۔ ان کا تخلص وحدت تھا[۳] اور شاہ گل کہلاتے تھے[۴]۔ ان کا ایک دیوان اور "مثنوی چار چمن" مشہور ہیں[۵]۔

یقینؔ کی اولاد میں مقبول نبی خاں مقبولؔ معروف تھے۔ ان کا خطاب نواب مظہرالدین خاں تھا۔ انھوں نے تین سو شاعروں کا انتخاب بھی تیار کیا تھا جو آگ میں جل گیا۔ فرحت اللہ بیگ[۶] نے ان کو حکیم ثنا اللہ خاں فراقؔ دہلوی[۷] کا شاگرد لکھا ہے۔ ناسخ نے "سخن الشعراء" میں لکھا ہے :

"مقبول تخلص۔ مقبول نبی دہلوی خلف انعام اللہ خاں یقینؔ تخلص شاگرد ثنا اللہ فراق"[۸]

اس کے بعد مقبولؔ کے چار شعر بھی دیے ہیں۔ ایک شعر یہ ہے ؎

۱۔ نکات الشعرا : مخطوطہ لینن گراڈ ذخیرۂ دبلیو آئی ونو ورق ۱۹ ب۔

۲۔ مقدمہ دیوانِ یقینؔ از فرحت اللہ بیگ ص ۱۱۔

۳۔ کمال الدین محمد احسان : روضۃ القیومیہ (اُردو ترجمہ) طبع لاہور ص ۳۰۱۔

۴۔ ہدیہ احمدیہ مطبع انتظامی کان پور مشتمل بہ انساب صاحبزادگانِ مجددیہ۔

۵۔ روضۃ القیومیہ ص ۳۰۱۔

۶۔ مقدمہ دیوان یقینؔ ص ۲۱۔

۷۔ نساخ : سخن شعرا ص ۳۶۱۔ مصحفی : تذکرۂ ہندی ص ۱۵۷۔

۸۔ نساخ : سخن شعرا ص ۴۵۳۔

ہر بات میں رکاوٹ طرزِ ادا تو دیکھو
ہر آن میں بگڑنا مہر و وفا تو دیکھو

یقینؔ کا ارثی سرمایہ

اس شجرے کے دیکھنے سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یقینؔ کو تصوف اور شاعری کا ذوق وراثت میں ملا تھا۔ یقینؔ کے جدِّ اعلیٰ شیخ عبدالاحد وحدتؔ (متوفی ۱۱۲۷ھ) کا سلوک باطنی میں بڑا درجہ ہے۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ان کو سرہند کی قطبیت کا منصب بھی عطا ہوا تھا۔ ان کو اس سلسلے کے حضرت محمد نقش بندی سے غیر معمولی تعلق تھا اور وہ اپنے عہد کے مشائخ کبار میں شمار کیے جاتے تھے۔ فرماتے ہیں۔

دل بہ ہر نفس بہ بندیم برنگِ وحدتؔ
نقش بندے است کز و فیض نظر یافتہ ایم

وحدتؔ علومِ ظاہری میں بھی دست گاہ رکھتے تھے اور شعر بھی خوب کہتے تھے۔ دیوان کے علاوہ "شواہد التجدید" "لطائفِ مدینہ" اور "جنود اللہ" بھی آپ کی تصانیف میں سے ہیں۔[1] شاہ سعد اللہ گلشنؔ آپ کے خلیفہ تھے اور انھوں نے یہ تخلص بھی مرشد کی رعایت سے رکھا تھا۔[2] گلشنؔ کے مرید خاص خواجہ محمد ناصر عندلیبؔ تھے جن کے صاحبزادے خواجہ میر دردؔ اکابر شعرا میں ہیں۔

شیخ عبدالاحد کے صاحبزادے شیخ محمد نقی بھی طریقۂ احمدیہ کے پابند تھے اور تصوف میں بڑا پایہ رکھتے تھے۔ شعر بھی کہتے تھے۔ مولف "روضۃ القیومیہ" نے ان کا ایک شعر بھی نقل کیا ہے ؎

ملوث کے کند اسبابِ دنیا اہلِ عرفاں را
کجا آلودہ سازد آب زر دامانِ قرآں را

---

[1] ترجمہ روضۃ القیومیہ طبع لاہور ۳۰۱۔

[2] شیخ محمد اکرام: رود کوثر طبع لاہور ص ۳۹۳۔

"ہدیہ احمدیہ" میں شیخ محمد تقی کا نام محمد نقی (ن ق ی) لکھا ہے اور ان کے انتقال کی تاریخ ۱۲ محرم ۱۱۴۸ھ قرار دی ہے[1]

لیکن "روضۃ القیومیہ" کے ترجمہ میں جو لاہور سے شائع ہوا ہے ان کا نام ہر جگہ بلا استثنا محمد تقی لکھا ہے[2]

یقینؔ کے والد محمد اظہر کے سلسلہ میں لکھا ہے کہ "آپ شیخ محمد تقی کے بڑے بیٹے ہیں۔ اعلیٰ درجہ کے قابل ہیں آپ کی قابلیت دیکھ کر بادشاہ نے آپ کو اپنا امیر بنایا۔ محمد اظہر کے بیٹے بھی ہیں جو باپ کی طرح بادشاہ کے ہاں صاحب منصب ہیں[3]"

محمد اظہر بھی شاعر تھے۔ اظہرؔ تخلص کرتے تھے۔ تذکرہ باغ معانی کے حاشیے میں لکھا ہے۔

> "اظہرالدین خاں، اظہرؔ تخلص نبیرۂ شیخ گل است۔ از نبارۂ شیخ احمد مجدد الف ثانی۔۔ ... ... بمصاہرت حمیدالدین خاں بہادر معزز بود۔ در فنِ شعر شاگرد شاہ قابل مرحوم است۔ پسرش یقینؔ تخلص از شعرائے شیوا بیانِ ہندی زبانِ زماں است[4]"

اسی تذکرہ میں اظہرؔ کا ایک فارسی شعر بھی نقل کیا ہے:

بیشتر در وصل درد و غم نصیبِ ما شود
دل ز ما گم می شود دلدار تا پیدا شود

ان حالات اور واقعات پر غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ یقینؔ کی آواز میں بہت سی

۱؎ ہدیہ احمدیہ ص ۲۴

۲؎ ترجمہ روضۃ القیومیہ۔ ص ۳۰۲۔

۳؎ ایضاً۔ ص ۳۰۳۔

۴؎ تذکرہ باغ معانی مولفہ نقش علی قلمی نسخہ پٹنہ ورق ۳۵ ب بحوالہ میرؔ و یقینؔ مقالہ مطبوعہ آج کل دہلی، مارچ ۱۹۷۱ء ص ۱۵۔ حاشیہ ۵۔

پچھلی آوازوں کی گونج ہے۔ ان کی اپنی لے جب خاندانی ورثہ اور تہذیبی ماحول کی آواز سے ہم آہنگ ہو جاتی ہے تو سنگیت بن جاتی ہے۔ اسی کو مصحفیؔ نے یقینؔ کے شستہ و رحیتہ سے تعبیر کیا ہے[۱]

ولادت یقینؔ کی تاریخِ ولادت کسی تذکرہ نگار نے نہیں لکھی لیکن لچھمی نراین شفیقؔ نے "چمنستانِ شعرا" میں ان کے انتقال کا قطعۂ تاریخ درج کیا ہے جس سے ۱۱۶۹ھ (مطابق ۱۷۵۵ء) نکلتے ہیں:

شاعرِ نازک سخن و خوش خیال
کرد سفر جانبِ ملکِ عدم
سالِ وصالش خردِ نکتہ سنج
گفت یقینؔ رفت بسوے ارم[۲]

شفیقؔ کو یہ اطلاع حکیم بیگ خاں حاکمؔ مولف "تذکرہ مردم دیدہ" نے فراہم کی تھی جو غلام علی آزادؔ سے ملنے ۱۱۶۹ھ میں اورنگ آباد آئے تھے اور یہیں ان کی ملاقات لچھمی نراین شفیقؔ اورنگ آبادی سے ہوئی تھی۔ اور اسی سال جس میں یقینؔ کا انتقال ہوا ہے وہ یقینؔ سے بھی ملے تھے۔ لکھتے ہیں:

"حکیم بیگ خاں روزے با فقیر نقل می فرمود کہ انعام اللہ خاں یقینؔ را در سنہ تسع و ستین و مائۃ والف ملاقات نمودم۔ مردِ خوبے، متواضع بنظر رسید۔ اشعارِ خود بسیار خواند و استعمالِ تریاک باوجودِ صغر سنی کہ کسی (۳۰) نخواہد بود بحدے داشت کہ تمام رنگ رویش رنگ کہربا گرفت۔ بعدِ انتقالش اکثر اشخاص در ہماں سنہ شہرت دادند و گفتند کہ ایں یوسفِ مصر سخن دانی جور یافتۂ اخوان است بل مقتول بیعقوب است[۳]"

---

[۱] مصحفیؔ: تذکرہ ہندی: ترجمہ یقینؔ ص ۲۷۵۔

[۲] چمنستان شعرا: ص ۱۶۴۔ [۳] چمنستان شعرا ص ۱۶۴۔

اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۱۶۹ھ میں یقین کی عمر تیس ۳۰ سے کم تھی اگر اسے ۲۹ مان لیا جائے تو ان کا سالِ ولادت ۱۱۴۰ھ مطابق ۱۷۲۷ء ٹھہرتا ہے۔

"سرگذشتِ حاتم" مرتبہ سید محی الدین قادری زور میں یقین کی وہ غزل دی ہے جس پر حاتم نے پہلی غزل کہی تھی ؎

خدا کے واسطے یک دم مری فریاد کو پہنچے

اس پر تاریخ ۱۱۵۲ھ درج ہے[1] اس کے بعد حاتم نے یقین کی غزلوں پر غزلیں ۱۱۵۲ھ، ۱۱۵۵ھ، ۱۱۵۶ھ، ۱۱۵۷ھ، ۱۱۵۸ھ، ۱۱۶۰ھ اور ۱۱۶۱ھ میں کہی ہیں۔ اگر مصحفی[2] اور شیفتہ[3] کی یہ رائے مان لی جائے کہ مرتے وقت یقین کی عمر ۲۵ برس سے زیادہ نہ تھی تو ان کا سالِ ولادت ۱۱۴۴ھ نکلتا ہے اور یہ کسی طرح قرینِ عقل نہیں کہ حاتم ایک آٹھ برس کے لڑکے کی غزل پر غزل کہیں گے۔

وفات

شفیق اورنگ آبادی نے حکیم بیگ خاں حاکم کے حوالے سے یقین کا جو سالِ وفات لکھا ہے اس کی تصدیق "تاریخِ محمدی" سے بھی ہوتی ہے[4]۔

"تحت سنہ تسع وستین ومایۃ بعد الف۔ انعام اللہ خاں متخلص بہ یقین شاعر ریختہ گو پسر اظہر الدین خاں نبیرۂ شاہ گل سرہندی گویند پدرش بہ دستِ خود کشتہ"

ان وجوہ سے نواب علی ابراہیم خاں کا یہ بیان کہ وہ احمد شاہ بادشاہ... کے عہد میں مارے گئے[5] محلِ نظر ہے۔ اسی بیان کو لطف نے "گلشنِ ہند"[6] میں اور مبتلا نے "گلشنِ سخن"[7] میں

---

[1] سرگزشت حاتم طبع حیدرآباد ص ۱۱۳۔
[2] مصحفی: تذکرہ ہندی قلمی۔ برٹش میوزیم ورق ۱۵۰ الف۔ طبع دہلی ص ۲۷۵۔
[3] شیفتہ: گلشن بے خار قلمی۔ برٹش میوزیم ورق ۱۸۶ الف: بست و پنج سالہ بود کہ پدرش او را کشت۔
[4] تاریخ محمدی نسخۂ رام پور تحت ۱۱۶۹ھ صفحہ ۲۰۴۰ از مکتوب مولانا امتیاز علی خاں عرشی مورخہ ۲۹ جنوری ۱۹۶۵ء۔
[5] گلزار ابراہیم: قلمی: برٹش میوزیم ورق ۲۵۳ ب۔
[6] گلشنِ ہند مطبوعہ ص ۲۶۰۔ [7] گلشن سخن ص ۲۶۵۔

نقل کردیا ہے۔ نساخ[1] اور دتاسی[2] نے بھی یقینؔ کی وفات احمد شاہ بادشاہ (۱۷۴۸ء۔۱۷۵۴ء) کے عہد میں بعمر ۲۵ سال قرار دی ہے۔ یہ بیانات نقل در نقل ہیں اس لیے پایۂ اعتبار سے ساقط ہیں۔ بیل نے بغیر سند اور شہادت یقینؔ کا سنہ وفات ۱۱۶۳ھ (۱۷۵۰ء) اور خواجہ محمد عبدالرؤف عشرتؔ[3] نے ۱۲۰۶ھ مانا ہے جو قطعاً ناقابلِ قبول ہے۔

ہلاکت کا سبب یقینؔ کے متعلق تمام تذکرہ نگار متفق ہیں کہ ان کی ہلاکت کسی فطری سبب سے وقوع پذیر نہیں ہوئی۔ نواب علی ابراہیم خاں خلیل متوفی ۹۴۔۱۷۹۳ء نے تذکرہ گلزار ابراہیم میں لکھا ہے:

"گویند بہ عہد احمد شاہ بادشاہ بنا بر امر ناملایمی کہ از یقینؔ صادر می شد او را پدرش کشت و بہ دریا انداخت و بعضے گویند پدرش (ورق ۲۵۲ ب) ارتکاب امرے داشت کہ ممنوع جمیع ادیان بود، او منع می نمود پدرش برآشفت و خونش بریخت[4]۔"

میرزا علی لطفؔ نے اس کے ترجمے میں تبدیلی کردی ہے۔ لکھتے ہیں:

"مارے جانے کو اس کے بعضے تو یوں نقل کرتے ہیں کہ احمد شاہ بادشاہ کے عہدِ سلطنت میں بہ سبب کسی حرکت نامعقول کے، وہ صادر نہ ہوئی تھی یقینؔ سے، باپ نے اس کے اس کو قتل کیا اور نعش کو اس کی دریا میں بہا دیا اور بعضے کہتے ہیں کہ ارتکاب اس عمل شنیع کا گزرا تھا۔ اس کے باپ کے دھیان میں کہ وہ ممنوع ہے جمیع ادیان میں۔ یقینؔ نے اس مقدمہ میں باپ کو متنبہ کیا۔ ایک دن اس نے خفا ہو کر اس بے چارے کا جی ہی لیا[5]۔"

---

[1] نساخ: سخن شعرا، ص ۵۶۸۔

[2] دتاسی: تاریخ ادبیات ہندی و ہندوستانی جلد اول ص ۵۲۹ تا ۵۴۲ (ترجمہ)۔

[3] تذکرہ آب بقا ص ۱۴۰۔

[4] تذکرہ گلزار ابراہیم قلمی برٹش میوزیم۔ ذخیرہ ڈنکن فوربس ورق ۲۵۲ ب۔

[5] گلشن ہند طبع علی گڑھ ص ۲۶۰۔

شوقؔ نے یقینؔ کی تقصیر کا ذکر کیا ہے لیکن اسے واضح نہیں کیا :

"درعینِ عنفوانِ جوانی پدرش بہ سبب تقصیرے کہ از یقینؔ بہ وقوع آمدہ باشد کشت[1]۔"

مردان علی خاں مبتلاؔ لکھنوی نے "تذکرۂ گلزارِ ابراہیم" کے بیان پر اضافہ کیا ہے :

"گویند او اخرِ عہدِ احمد شاہ پدرِ یقین وے راجہت امرے ناشائستہ کہ دریں زماں رواج دارد ... ... کشت۔ بعضے گویند او مانع پدرش شد کہ افعالِ شنیع بہ عمل نیارد لہٰذا از دستِ پدر بہ قتل رسید[2]۔"

اٹھارہویں صدی عیسوی کی دہلی میں سادہ رویوں سے عشق بازی کا عام رواج تھا۔ جس کی طرف اشارے نواب درگاہ قلی خاں نے "مُرقع دہلی" میں بھی کیے ہیں[3]۔ ممکن ہے امرِ ناشائستہ سے یہ ہی مراد ہو[4]۔

میر حسن نے بھی "تذکرہ شعرائے اردو" میں اس بحث کو پھیلایا ہے اور یقینؔ کو بے گناہ قرار دیا ہے :

"می گویند کہ پدرش بے گناہ اور اکشت و پارچہ پارچہ کردہ در دریا انداخت سببش چنیں معلوم شد کہ پدرش تعلقِ خاطر بادخترِ خود داشت نعوذ باللہ و او ازیں

۱۔ شوقؔ رام پوری : طبقات الشعراء (لاہور) ص ۷۷۔

۲۔ مبتلاؔ : گلشنِ سخن طبع علی گڑھ ص ۲۶۵۔

۳۔ وہ ۱۱۵۱ھ میں دہلی آئے تھے۔ ملاحظہ ہو "دہلی بارہویں صدی ہجری میں"۔ حال اعظم خاں۔ مطبوعہ تاج پریس، حیدر آباد۔

۴۔ دتاسی نے علی ابراہیم کے حوالے سے عجیب بات لکھی ہے کہ "یقینؔ کے باپ کے ساتھ فعلِ شنیع کرنا چاہتے تھے۔ مظہر نے اس کی اجازت دے دی تھی لیکن یقینؔ نے انکار کیا"۔ یہ بیان بے بنیاد اور غلط ہے اور اس پر دلالت کرتا ہے کہ دتاسی گلزارِ ابراہیم کی عبادت کو جو اوپر نقل ہوئی سمجھنے سے قاصر ہے۔ (دتاسی : ترجمہ یقینؔ ص ۵۲۹ تا ۵۴۲)۔

چیزہا ممانعت می کرد۔ برائے اخفائے ایں حرکت اورا شہید کرد۔ اکثر چنیں
شہادت می دہند۔ خدا بہتر می داند۔[1]

میر حسن اور لطف کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ امر قبیح ایسا تھا جو جمیع ادیان میں ممنوع ہے۔[2] شفیق نے بھی ان کو "مقتولِ یعقوب" قرار دیا ہے۔[3] نساخ نے اس ہلاکت کا سبب "تہمتِ زنا" بیان کیا ہے اور لکھا ہے کہ "وہ اپنے والدِ ماجد کے ہاتھ سے بے گناہ شہید ہوئے۔"[4]

دِتاسی نے محسن کے "تذکرہ سراپا سخن" کے حوالے سے لکھا ہے کہ "یقین اور ایک نوجوان شخص میں تلوار چل گئی اور یقین مارا گیا۔" دتاسی نے یہ "طعمۂ شمشیر" کا ترجمہ کیا ہے جو غلط ہے۔ محسن کے الفاظ یہ ہیں:

"یقین ..... نے عین شباب میں طعمۂ شمشیر ہو کے اس جہاں سے رحلت کی۔"[5]

مصحفی کا بیان ہے کہ باپ نے یقین کو قتل کر کے ایک دیگ میں دفن کر دیا تھا۔ لیکن سبب کیا تھا۔ یہ نہیں معلوم۔ لکھتے ہیں:

" ایں سر را کسے کہ می داند! می داند۔"[6]

شیفتہ نے بھی یہی لکھا ہے کہ پدرش اورا کشت و وجہِ قتل ظاہر نہ شد۔[7]

ان کے علاوہ بعض تذکرے ایسے ہیں جنھوں نے یقین کی موت کا تو ذکر کیا ہے لیکن ہلاکت کا سبب نہیں لکھا۔ قائم نے اپنے ترجمہ میں اس معاملہ پر کوئی روشنی

---

[1] میر حسن: تذکرہ شعرائے اُردو ص ۲۰۱۔

[2] لطف: ص ۲۶۰۔ [3] شفیق: ص ۱۶۳ و ۱۶۴۔

[4] سخن شعرا ص ۵۶۸۔ [5] محسن: سراپا سخن۔ ص ۱۸۷۔

[6] تذکرہ ہندی۔ مطبوعہ ص ۲۷۵۔

[7] گلشن بے خار۔ مطبوعہ نول کشور ص ۲۴۳۔

نہیں ڈالی[۱]۔ سرور نے یقینؔ کی موت کا ذکر نہیں کیا[۲]۔ قائم[۳]، میر تقی میرؔ[۴] اور گردیزی[۵] نے یقینؔ کا ترجمہ، نظر بہ ظاہر ان کی حیات میں لکھا ہے۔ اسی لیے یہ تذکرے ان کے سببِ موت سے خالی ہیں۔

سیرت "طبقات الشعرا" میں یقینؔ کی خوش روئی و خوش خلقی کی تعریف کی گئی ہے۔ قدرت اللہ شوقؔ کے الفاظ یہ ہیں:

"جوانے بود خوش رو و خوش گو و خوش خلق و قابل[۶]۔"

یقینؔ کی شرافت اور عالی نسبی کی سب نے تعریف کی ہے۔ میرؔ نے باوجود مخالفت اس کا اعتراف کیا ہے:

"محتاج بہ تعریف و توصیف نیست۔"

آگے لکھتے ہیں:

"در بزرگ زادگی و شرافت و نجابتِ میاں یقینؔ سخنے نیست۔ از خانوادۂ بزرگیست[۷]۔"

قائم نے لکھا ہے: "باخلاق حمیدہ اتصاف دارد[۸]۔"

۱۔ مجموعہ نغز۔ لاہور۔ ص ۲۵۵۔

۲۔ عمدہ منتخبہ۔ ص ۱۰۴۔

۳۔ قائم: مخزنِ نکات۔ ص ۴۹۔

۴۔ نکات الشعرا طبع اورنگ آباد ص ۸۱ تا ۸۸۔

۵۔ گردیزی: ص ۱۴۶۔

۶۔ قدرت اللہ شوق: طبقات الشعرا ص ۷۶۔

۷۔ نکات الشعرا مرتبہ عبدالحق ص ۸۱ و ص ۸۳۔ یہ عبارت نسخۂ پیرس مرتبہ ڈاکٹر محمود الٰہی میں مشترک ہیں۔ ملاحظہ ہو نکات الشعرا طبع لکھنؤ ص ۸۲ و ۸۵۔

۸۔ قائم: مخزن نکات ص ۴۹۔

گردیزی نے ان کی عالی نسبی پر زور دیا ہے اور لکھا ہے :

"پسرِ اظہر الدین خاں بہادر مبارک جنگ نبیرۂ حضرت شیخ مجدد الف ثانی است و نبیرۂ حمید الدین خاں مرحوم .. ... با مولف اخلاصِ خاص داردو اکثرہا بملاقات پردازد"[1]

میر قدرت اللہ قاسم نے یقین کے متعلق لکھا ہے :

"جوانِ یار باش، عمدہ معاش، ظریف الطبع، لطیفہ گو، بذلہ سنج، پاکیزہ خو"[2]

عشقی نے انھیں زیبا منظر اور پری پیکر لکھا ہے[3]

شیفتہ نے بھی ان کی "نیکو روئی اور خوش خوئی" کی تعریف کی ہے[4]

مصحفی نے لکھا ہے کہ یقین "مرزا مزاج و شیریں زبان" تھے اور حسن و وجاہت میں بھی وافر حصہ رکھتے تھے[5]

میر حسن[6] اور عشقی[7] نے ان خوبیوں پر یہ اضافہ کیا ہے کہ یقین نہایت نازک مزاج مرزا منش اور خوب صورت واقع ہوئے تھے۔ یہیں سے یہ عقدہ کھل جاتا ہے کہ میر اور یقین کی رنجش کا اصلی سبب کیا تھا۔ اصل میں یہ دو ہم عصر شخصیتوں کا ٹکراؤ تھا اور یہ دونوں شخصیتیں بڑی نازک اور مختلف المزاج واقع ہوئی تھیں۔

میر نے "نکات الشعراء" میں یقین کے متعلق یہ کہہ کر کہ "ذائقۂ شعر فہمی مطلق ندارد"[8]

۱۔ گردیزی۔ ص ۱۴۶۔ ۲۔ مجموعہ نغز۔ لاہور ج ۲ ص ۲۵۵۔

۳۔ عشقی : دو تذکرے۔ ص ۳۴۱۔

۴۔ شیفتہ : مطبوعہ نول کشور ص ۲۴۳۔

۵۔ مصحفی : تذکرہ ہندی مطبوعہ ص ۲۷۵۔

۶۔ میر حسن : تذکرہ شعرائے اردو ص ۲۰۱۔

۷۔ عشقی : دو تذکرے ج ۲۔ ص ۳۴۱۔

۸۔ نکات الشعراء مرتبہ عبدالحق ص ۸۲۔

ان کے شاعر نہ ہونے پر مہر لگا دی ہے۔ میرؔ کی طبیعت میں جو تلخی اور غم کی شدت تھی اس نے ان کی تنقیدی صلاحیت کو بری طرح مجروح کر دیا تھا۔ اور اس میں ایک خاص قسم کی بے دردی پیدا کر دی تھی۔ ان کی یہ رائے بھی اعتدال اور توازن سے خالی ہے اور بقول گردیزی "خردہ گیری ہمراں" میں شامل ہے۔

یقینؔ کی جو تصویر ان تذکروں سے ابھرتی ہے وہ ایک جوانِ یار باش عمدہ معاش پاکیزہ خو اور نیک روکی ہے۔ وہ بڑے خوبصورت اور وجیہہ آدمی تھے اور مرزا مظہر کی طرح حسن اور شعر سے گہری دلچسپی رکھتے تھے۔ حسنِ صورت سے اور لطفِ معنی سے بھی۔

تلمذ

سوائے "مجمع الانتخاب" کے تمام تذکرے اس بات پر متفق ہیں کہ یقینؔ، مرزا مظہر کے شاگرد تھے۔ شاہ محمد کمال نے البتہ یہ غلط بیانی کی ہے کہ یقینؔ کو سوداؔ کا شاگرد بتایا ہے:

"میاں انعام اللہ خاں یقینؔ تخلص، شاگردِ مرزا سوداؔ[1]۔"

یہاں اس کا ذکر بے محل نہ ہوگا کہ مرزا مظہر جانِ جاناں اٹھارہویں صدی کے اکابر صوفیہ میں تھے۔ شاہ ولی اللہؒ اور حضرت شاہ فخر الدینؒ ان کی عظمت کے قائل تھے۔ انھوں نے مجددیہ تحریک کا احیا کیا اور اپنی خانقاہ کے ذریعہ روہیلوں میں ایک نئی زندگی پیدا کی جس کی وجہ سے نجف خاں ان کا دشمن ہو گیا اور بالآخر اس نے ان کو ہلاک کروا دیا۔ مرزا مظہر جانِ جاناں ویدوں کو مقدس اور ہندوؤں کو موحد سمجھتے تھے[2] اور ان کی انسان دوستی اور وسیع المشربی میں شیخ و برہمن دونوں کی گنجائش تھی۔ "تذکرہ شورش" میں لکھا ہے کہ شاہ و گدا ان کے دروازے پر حاضر رہتے تھے۔ ان کا دل ہر وقت سوزِ عشقِ الٰہی سے جلتا رہتا تھا۔ اور اسی آگ کے شعلے

---

[1] شاہ محمد کمال: مجمع الانتخاب قلمی: رائل ایشیاٹک سوسائٹی: ورق ۶۱۸ ب۔

[2] کلمات طیبات: مطبع مطلع العلوم مراد آباد: مکتوب چہاردہم۔ ص ۳۷ - ۴۰۔

تھے جوان کی زبان سے اشعار بن کے نکلتے تھے۔ ان کے اندر احساسِ جمال بھی غضب کا تھا۔ ان کے خلیفہ شاہ عبداللہ معروف بہ شاہ غلام علی نے اپنے مرشد کی سوانح عمری "مقاماتِ مظہری" میں لکھا ہے:

(مرزا مظہر) می فرمودند کہ شورِ عشق و محبت خمیر مایۂ طینت من است و خاطر را از آغازِ صبا میلِ تمام بہ مظاہرِ جمیلہ ثابت[۱]"

ان کے شورِ عشق کے متعلق یہی بات ان کے خلیفہ شاہ نعیم اللہ بہرائچی نے "معمولاتِ مظہری" میں لکھی ہے:

"از حالتِ صبا و شیر خوارگی انوار عشق ..... از جبین مبین ایشاں ظاہر و ہویدا بود۔ در کنار خوب روے بہ رغبت تمام می رفتند و از کنارِ او جدا نمی شدند مگر بہ حیلہ۔ و از سنِ شعور مصرع موزوں می نمودند۔ ازیں جاست کہ می فرمودند کہ شاعری و پریشاں نظری از خمیر طینتِ فقیر است[۲]"

مرزا مظہر اور یقین میں صرف استادی شاگردی ہی کا تعلق نہیں تھا بلکہ دونوں میں غیر معمولی ارتباطِ دلی تھا۔ وہ اکثر ان کے مکان پر رات کو دن اور دن کو رات کر دیتے تھے۔ مصحفی نے لکھا ہے:

"گویند مرزا جانِ جاں او (یقین) را بسیار دوست داشتے و اکثر بخانہ اش شب را روز و روز را شب کردے[۳]"

ان گہرے تعلقات پر بہت سی حاشیہ آرائیاں ہوئیں، امرد پرستی کا الزام لگا[۴] اور یہ مشہور ہو گیا کہ مرزا مظہر یقین کو شعر کہہ کہہ کر دیتے ہیں اور گویا ہمہ کلامش گفتہ،

۱۔ مقاماتِ مظہری: مطبع مجتبائی دہلی ۱۸۹۲ء ص ۱۶۔

۲۔ معمولاتِ مظہری: مطبع نظامی کانپور ۱۲۷۵ھ ص ۶۔

۳۔ مصحفی: تذکرۂ ہندی ص ۲۷۵۔

۴۔ ملفوظات شاہ عبدالعزیز دہلوی مطبع مجتبائی میرٹھ ۱۳۱۴ھ ص ۱۰۷۔

مرزا است[۱] خواجہ خاں حمید اورنگ آبادی نے تو یہاں تک لکھ دیا کہ یقینؔ مرزا مظہر کے بھتیجے ہیں اور وہ یقینؔ کے نام سے خود شعر کہہ کر دیتے ہیں[۲] میرؔ کا خیال ہے کہ یقینؔ ذائقۂ شعر فہمی سے قطعی عاری ہیں۔ اس پر ان کی رعونت اور طبیعت کی ناموزونیت مستزاد ہے۔ اس کے ثبوت میں میرؔ نے شہاب الدین ثاقبؔ کا واقعہ نقل کیا ہے کہ انھوں نے امتحاناً ایک غزل طرح کی لیکن یقینؔ سے ایک مصرع بھی موزوں نہ ہوا۔ ہمارا خیال ہے کہ اگر یہ درخواست اسی انداز میں میر تقی میرؔ سے کی جاتی تو وہ بھی تعمیلِ ارشاد سے قاصر رہتے۔ یقینؔ نے مرزا مظہر سے جو استفادۂ سخن کیا تھا اس کا ذکر بیشتر تذکرہ نگاروں نے کیا ہے[۳] اور خود یقینؔ نے اس تلمذ پر فخر کیا ہے ؎

جوں نماز اپنے پہ صبح و شام لازم کر یقینؔ
حضرتِ استاد یعنی شاہ مظہر کی ثنا

یقینؔ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ حرف شناسی مرزا مظہر کا فیضان ہے:

مجھ سے بیقدر کو کیا ہے جو نگیں حرف آشنا — کون پہچانے یقینؔ بن حضرتِ مظہر کی قدر

یا فرماتے ہیں ؎

سایہ بے شخص ٹھہرتا نہیں کہتا ہے یقینؔ — آپ سے مجھ کو جدا حضرتِ مظہر نہ کرو

مولانا حسرتؔ موہانی نے رسالہ اردوئے معلیٰ علی گڑھ میں میرزا مظہر کے شاگردوں کا شجرہ اس طرح پیش کیا ہے[۵]

---

[۱] مصحفی: ص ۲۷۵۔

[۲] گلشن گفتار: لکھنؤ ترجمہ ص ۶۲۔

[۳] نکات الشعرا (مرتبہ عبد الحق) ص ۸۲ نیز طبع حیدر آباد ص ۴۴۔

[۴] گردیزی ص ۱۴۶ ۔ یکتا: دستور الفصاحت ص ۶۸ ۔ شیفتہ: نول کشور ص ۲۴۳۔ کریم الدین ص ۱۹۳ ۔ قدرت اللہ شوق ص ۷۶۔

[۵] اردوئے معلیٰ علی گڑھ بابت ماہ فروری و مارچ ۱۹۱۰ء نمبر ۲ ۔ ۳، جلد ۸ ۔ ص ۷۔

میرزا مظہر

میر باقر حزیں — انعام اللہ خاں یقین — خواجہ احسن اللہ خاں بیان — میر محمد حیات حسرت دہلوی — خواجہ کمال الدین شاعر

مرزا مظہر کی تعریف یقین ہی نے نہیں کی، اس عہد کے تمام شعرائے ریختہ ان سے تعلق یا تلمذ کو باعثِ عزت سمجھتے تھے۔ محمد فقیہہ دردمند لکھتے ہیں ؎

خدیو سخن میرزا جانِ جاں — کہ حکم اس کا ہے ناطقہ پرِ رواں
لقب اس کا ہے ذوالجلالِ سخن — کہ بندے ہیں اس کے سب اربابِ فن
کوئی آج اس کے برابر نہیں — وہ سب کچھ ہے الّا پیغمبر نہیں

احسن اللہ بیان لکھتے ہیں ؎

بندہ سے ثنا حضرتِ استاد کی کیا ہو — مظہر ہے خداوند کی وہ ذاتِ اتم کا

اسی طرح محمد باقر حزیں نے ان کے فیضِ کرم کا اعتراف کیا ہے ؎

اے حزیں شکر کہ ہے مصحفِ اربابِ جنوں — فیض سے حضرتِ مظہر کے یہ دیوان میرا

عشقی کا یہ بیان نہایت اہم ہے کہ اکثر از سخن ورانِ آں عہد مثلِ میرزا رفیع سودا و میر تقی میر باریاب صحبتش (یعنی میرزا مظہر) می گردیدند و دقائق فنونِ شعر و سخن بطریق استفادہ می پرسیدند[1]

میرزا مظہر کو یقین اور اپنے شاگردوں سے تعلقِ خاطر تھا انھوں نے ایسے ہی جذبات کا اظہار تاباں اور دردمند کے لیے کیا ہے لیکن یقین سے جو محبتِ خاص تھی اس میں تصوف کے رشتے کو بھی دخل تھا۔ میرزا مظہر کے بزرگوں کا سلسلہ ایک ہی

---

[1] تذکرہ عشقی۔ دو تذکرے ج ۲ ص ۱۸۱۔

واسطے سے انعام اللہ خاں یقینؔ کے جدِ اعلیٰ تک پہنچتا ہے۔ اس کے علاوہ میرزا مظہر کے لیے شاعری ذریعۂ عزت نہیں تھی بشاعری کی عزت ان کے دم سے تھی۔ وہ اُردو کے شاعر کم فارسی کے زیادہ تھے۔ پھر بھی اردو کے تصفیۂ محاورہ میں ان کا بڑا مقام ہے[1]۔ ان کا شمار اکابرِ صوفیہ میں ہوتا تھا اور دلی کے رہنے والے ان کو آنکھوں پر بٹھاتے تھے۔ انھوں نے یقینؔ کے کلام میں اصلاح دی ہے اور وہ اس اصلاح کو اپنے لیے باعثِ فخر سمجھتے تھے۔ لیکن اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ یقینؔ شعر کہنے سے عاجز تھے یا ان کا اپنا کوئی اسلوب نہ تھا" استعدادِ سخن سنجی چنداں نداشت[2]"۔ غلط ہوگا۔

یقینؔ اور مرزا مظہر سرقہ اور توارد کی بحث

میرؔ نے یقینؔ پر یہ بھی الزام لگایا ہے کہ ان کا دیوان خوانِ یغما ہے اور اس کے بیشتر نقوش دوسرے شعرا سے مستعار ہیں ؎

اپنی تصویر پہ نازاں ہو، تمھارا کیا ہے
آنکھ نرگس کی، دہن غنچے کا، حیرت میری

"تذکرہ نکات الشعرا" میں ہے :

> "میاں یقین را مرد ماں می گفتند کہ مرزا مظہر اور اشعر گفتہ می دہد و وارث شعر ہائے ریختۂ خود گردانیدہ۔ از قبول کردن ایں معنیش بندہ را خندہ می آید کہ ہمہ چیز بوارث می رسد الا شعر مثلاً کسے بر شعر پدر خود یا بر مضمونِ او متصرف شود ہمہ کس او را دزد خواہند گفت تا بشعرِ استاد چہ رسد[3]"

میرؔ کی منطق عجیب ہے ان کے نزدیک اوّل تو یقینؔ ذائقۂ شعر فہمی نہیں رکھتے اور استعداد شاعری سے محروم ہیں دوسرے مرزا مظہر نے ان کو اپنا وارث شعر ٹھہرایا ہے۔ وراثت ہر چیز کی ہو سکتی ہے۔ شعر کی نہیں ہو سکتی۔ اس لیے یقینؔ کی حیثیت

---

[1] یکتا لکھنوی : دستور الفصاحت طبع رام پور ص ۶۔

[2] مبتلا : گلشن سخن۔ ص ۲۶۵۔ [3] نکات الشعراء مرتبہ عبدالحق ص ۸۱۔

لازماً سارق اور دزدِ شعر کی ہے۔

گارساں دتاسی جو فارسی عبارات کو بُری طرح توڑ مروڑ کر پیش کرتا ہے اور عجزِ زبان میں بھی پایۂ معمولی نہیں رکھتا، "نکات الشعرا" کے حوالے سے لکھتا ہے:

"اس شاعر (یقین) کی شہرت اگرچہ بہت زیادہ ہے لیکن جتنا کہا جاتا ہے اتنا نہیں ہے ..... اور اس کو اس لیے بھی بُرا کہا جاتا ہے کہ یہ بعض دوسرے شاعروں کی طرح کہیں تو دوسروں کے مضمون چُرا لیتا ہے اور کہیں مصرعے ... اور مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ یقین میں نہ شعر کہنے کا مادہ تھا اور نہ سخن فہمی کی استعداد[1]۔"

میر کے ان بیانات کی تردید شفیق اورنگ[2] آبادی اور قاسم اور قدرت اللہ شوق کے تذکروں سے بخوبی ہوجاتی ہے۔ "مجموعۂ نغز" میں تو لکھا ہے کہ میر کا بیان "افترائے محض" اور "کذبِ خالص[3]" ہے۔ طبقات الشعرا میں ہے: "بعضے شعرا گمان بردہ اند کہ یقین شعر گفتن نمی دانست۔ مرزا مظہر اور اشعر گفتہ می داد محض خطا است۔ فامادر اشعارش اکثر اصلاح استاد بیشتر است۔ چیزے مضائقہ نہ دارد۔ مشقِ سخن او بہ پایۂ استادی رسیدہ بود فاما اجلش مہلت نہ داد ہر قدر کہ دیوانش مرتب است ہمہ انتخاب دانہ درد خالی نیست از سخنانِ یقینی اوست[4]۔"

میر نے یقین پر سب سے بڑا الزام سرقہ کا لگایا ہے حالانکہ: ایں گناہیست کہ در شہر شما نیز کنند بشمولِ میر اس دور کا کوئی شاعر ایسا نہیں ہے جس نے چراغ سے چراغ نہ جلایا ہو یا جس کے یہاں فارسی کے شاعروں کی گونج نہ سنائی دے بلکہ حقیقت

---

[1] نکات الشعرا مرتبہ عبدالحق ص ۸۱۔

[2] چمنستان شعرا ص ۱۶۱ تا ۱۸۵۔

[3] قاسم: ص ۳۵۵۔

[4] قدرت اللہ شوق: طبقات الشعرا لاہور ص ۷۷۔

یوں ہے کہ:

فتوائے مے زساقیِ کوثر گرفتہ ایم

میرؔ نے ولیؔ کا ذکر کرتے ہوئے "نکات الشعرا" میں لکھا ہے کہ وہ دہلی میں حضرت سعداللہ گلشن سے ملے اور انھوں نے نصیحت فرمائی کہ:

"ایں ہمہ مضامین فارسی کہ بیکار افتادہ اند، در ریختہ خود بکار ببر۔ از تو کہ محاسبہ خواہد گرفت[1]۔"

اس وقت سے ترجمہ و تبدل کی روایت عام[2] ہے اور میرؔ، سوداؔ، غالبؔ اور مومنؔ کے یہاں تو بعض اشعار بالکل فارسی کا چربہ ہیں۔ میرؔ خود فرماتے ہیں ؎

تبعت سے جو فارسی، کے میں نے ہندی شعر کہے
سارے ترک بچے ظالم اب پڑھتے ہیں ایران کے بیچ

انھوں نے سعدیؔ، عرفیؔ، نظیریؔ، شفائیؔ اور فغانیؔ کے خرمن سے علانیہ خوشہ چینی کی ہے۔ مصحفیؔ نے سوداؔ کے متعلق تو یہاں تک لکھ دیا ہے:

"و بعضے بہ سبب دریافتِ اغلاط صریح و توارد صاف در بعض اشعارش بجہل و سرقہ اش نیز نسبت می دہند۔"

دراصل میرؔ نے یقینؔ پر سرقہ کا الزام لگاکر بڑی غیر ذمہ داری کا ثبوت دیا ہے۔ سرقہ کے متعلق علامہ آزادؔ بلگرامی نے مطوّل کے حوالے سے لکھا ہے کہ سرقہ کا حکم اسی حالت میں لگایا جاسکتا ہے۔ جب یہ امر یقینی ہو کہ ایک شخص نے دوسرے کا مضمون لیا ہے۔ ورنہ اسے توارد کہنا چاہیے۔ وہ یہ بھی لکھتے ہیں کہ اگر تحقیق کی جائے تو "کم شاعرے را از توارد مضامین خالی یابد[3]۔"

---

[1] نکات الشعرا، مرتبہ عبدالحق ص ۹۰۔

[2] تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو عبدالسلام ندوی: شعر الہند ج اول۔ ص ۴۰ - ۴۶۔

[3] آزاد: مآثر الکرام موسوم بہ سروِ آزاد۔ طبع حیدر آباد ۱۹۱۳ء۔ ص ۶۹۔

غالب نے نیا مضمون پیدا کیا ہے۔ کہتے ہیں کہ توارُد کا گمان غلط ہے چور دراصل میرے ہی مضامین ہیں جو خزانۂ ازل سے چرا کرلے گیا ہے ؎

مبر گمانِ توارد، یقیںؔ شناس کہ دزد
متاعِ من ز نہاں خانۂ ازل بردہ است

بہرحال اس بات پر تمام علماے ادب متفق ہیں[1] کہ استفادہ میں ایسا مضائقہ نہیں بشرطیکہ شاہدِ معنی کو پہلے سے زیادہ خوب صورت لباس پہنا دیا جائے۔ آزادؔ بلگرامی فرماتے ہیں۔

شاہدِ معنی کہ باشد جامۂ لفظش کہن
نکتہ دانے گر حریرِ تازہ پوشاند خوش است

عبدالواسع ہانسوی نے تو، جن کی بدمذاقی مشہور ہے، سرقہ کو "صنعتِ سرقۂ شعری" میں شمار کیا ہے[2]۔ بہرحال اس سے یہ ضرور ظاہر ہوتا ہے کہ شعر اگر اصل سے بڑھ گیا تو توارد ہے ورنہ سرقہ۔

میرؔ نے یقیںؔ پر یہ الزام لگایا ہے کہ ان کا سارا کلام گفتۂ مرزا مظہر ہے اور جو اُن کا ہے وہ سرقہ ہے جو بدترین عیوبِ شاعری ہے۔ یہ دراصل دل کی سیاہی ہے جو معاندانہ قلم سے ٹپک پڑی ہے۔ یقیںؔ کا کلام ہم پیش کر رہے ہیں اور مرزا مظہر کا اُردو کلام تذکروں میں موجود ہے[3]۔ ان دونوں کا اگر باہم موازنہ و مقابلہ کیا جائے

---

[1] ماثرالکرام ص ۷۷، وبہارستان جامؔی تحت ترجمۂ سلمان ساوُجی بحوالہ ماثرالکرام: بحثِ توارد ص ۵، تا ۷۷، نیز عندلیب شادانی: تحقیق کی روشنی میں شیخ غلام علی لاہور ۱۹۶۳ء ص ۶۹۷ تا ۷۹۱۔

[2] بحوالہ نجم الغنی: بحرالفصاحت: نول کشور ۱۹۲۶ء ص ۴۷، ۱۱۔

[3] ان کے علاوہ مرزا مظہر کے اُردو اشعار کے لیے ملاحظہ ہوں: عبدالرزاق قریشی: مرزا مظہر جانِ جاناں مطبوعہ بمبئی اور خلیق انجم: مرزا مظہر جانِ جاناں ان کا عہد اور شاعری مقالۂ تحقیقی۔ دہلی یونی ورسٹی لائبریری (غیر مطبوعہ)۔

تو معلوم ہوگا کہ مظہر اور یقین کے کلام میں وہی فرق ہے جو ان دونوں کی شخصیت، عمر، مزاج اور افتادِ طبیعت میں ہے۔ بقول فرحت اللہ بیگ "مرزا صاحب کے ہاں متانت ہے تو یقین کے ہاں شوخی۔ ان کے ہاں بڈھوں کی سی باتیں ہیں تو ان کے ہاں جوانی کا جوش۔ ان کے ہاں لفظوں کی بہتات ہے تو ان کے ہاں قلبی واردات کا اظہار۔ ان کے ہاں حقیقت کا رُخ ہے تو ان کے ہاں مجاز کا پہلو۔"[1]

اصلاحِ استاد سے قطع نظر، یہ بات دلائل و براہین کی روشنی میں کسی طرح بھی باور کرنے کے قابل نہیں کہ یقین کی شاعری کے تمام افکار و مضامین مرزا مظہر کے زائدۂ طبیعت ہیں۔ یقین کا سال ولادت تخمیناً سنہ ۱۱۴۰ھ (یعنی سنہ ۱۷۲۷ء) ہے اور مرزا مظہر کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ سنہ ۱۱۵۰ھ (یعنی سنہ ۱۷۳۷ء) سے انھوں نے نہ صرف شعر کہنا ترک کر دیا تھا بلکہ گوشہ نشینی بھی اختیار کر لی تھی گویا جب یقین کی عمر دس برس کی تھی۔ اُس وقت مرزا مظہر شعر کہنا ترک کر چکے تھے اور جب یقین کے طرز پر شاہ حاتم نے پہلی غزل لکھی (از روئے دیوان زادہ سنہ ۱۱۵۲ھ میں) اُس وقت مرزا مظہر کو شاعری چھوڑے ہوئے اور کنجِ عزلت میں پناہ گزینی اختیار کیے ہوئے دو برس ہو چکے تھے۔ ان معروضات کی روشنی میں مرزا مظہر کے دیباچۂ "دیوانِ فارسی" کا یہ اقتباس ملاحظہ ہو:

"آج کہ سنہ ۱۱۷۰ھ ہے اور میری عمر ساٹھ سال ہے۔ بیس سال سے کنجِ عزلت میں پناہ گزیں ہوں اور حضرات مشائخ کے احکام کے مطابق انسانوں کے نسخۂ وجود کی تصحیح میں مشغول ہوں۔ جن کی ذات کے فردِ باطل میں ہزاروں غلطیاں ہیں۔ عہدِ جوانی میں شورِ عشق کی تحریک پر کہ جو جوانی کے خمیر کا نمک ہے، نالہا موزوں کیے تھے جس لیے شاعری میں میرا نام آگیا۔ والاہمتی کی وجہ سے اجزائے مسودات و موادِ کلیات اکٹھا نہ کیا۔ بہت سا سرمایۂ سخن برباد ہوگیا۔ باقی میں اربابِ نقل و روایت نے نمایاں تصرف کر کے غلط کلام کو رواج دے دیا۔ کور سوادوں نے جن کی آنکھیں نہیں تھیں، انصاف

---

[1] مقدمہ دیوانِ یقین از فرحت اللہ بیگ ص ۴۸۔

سے در گزر کیا۔ شاعری پر اعتراضات کیے اور مغز سخن تک نہ پہنچ پائے۔ ان اعتراضات کی ذمہ داری مجھ پر عائد ہوئی۔ اس کم فرصتی کے زمانے میں جب کہ موت کا خوف بہت زیادہ اور سفر در پیش ہے، ان اعتراضات کا جواب میرے اختیار میں نہیں تھا۔ ایک نوجوان سراپا جان نے اس کلام کو ترتیب دینے اور تصحیح کے لیے کہا، بہت تلاش و جستجو کے بعد بیس ہزار اشعار میں سے تقریباً ایک ہزار ملے اور وہ بھی بے ترتیب ردیف اور اکثر غزلیں ناتمام ہاتھ آئیں۔ اس مجموعہ کے علاوہ جو کچھ نظر آئے اسے خارج سمجھا جائے۔ ہاں وہ تازہ کلام جس کے کہنے کا بہت کم اتفاق ہوتا ہے اور جو کلام قدیم مسودات میں سے ملے، اسے اس میں شامل کر لیا جائے۔ بیس سال پہلے ایک عزیز، فقیر کے کچھ اشعار فراہم کر کے میری خدمت میں لایا تھا اور اس پر کچھ لکھنے کی درخواست کی تھی۔ میں نے چند سطریں لکھ دی تھیں۔ اب اسے معتبر نہ جانیں کیوں کہ وہ تمام اشعار بھی اسی میں شامل ہیں۔ والسلام علی من اتبع الھدیٰ (سلامتی ہو اس پر جس نے ہدایت کی پیروی کی)[۱]"

یقینؔ کے غنچۂ استعداد کی شگفتگی معمولی واقعہ نہیں ہے۔ حاتمؔ جیسا استاد ۱۱۵۲ھ (۱۷۳۹ء) میں ان کی غزل پر غزل لکھتا ہے۔ دوسرے شعرا بھی بقول شفیق "از نام تضمینِ کلامش گرم بازاری می دارند[۲]"۔ یہ وہ زمانہ ہے جب مرزا مظہر شاعری کو ترک کر کے دو برس سے عزلت نشینی اختیار کر چکے تھے۔ ایسی صورت میں یہ کہنا کہ یقینؔ کا کلام سرتاسر مرزا مظہر کا مرہونِ منت ہے، صحیح نہیں، اس کے برعکس شفیق اورنگ آبادی نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ مرزا مظہر نے ریختہ گوئی یقینؔ کی چرب گفتاری کی وجہ سے چھوڑ دی تھی۔

---

[۱] مرزا مظہر جان جاناں کے خطوط مترجمہ و مرتبہ خلیق انجم۔ طبع دہلی ۱۹۶۲ء۔
ص ۲۲۱ و ۲۲۲۔

[۲] چمنستان شعراء۔ ص ۱۶۱۔

"مرزا مظہر جانِ جاناں چوں چرب گفتاریٔ یقینؔ بہ ایں درجہ دید بار ریختہ ہائے کہ پیش ازیں سرزد و طبع میرزا شدہ اکتفا کردہ از شعر ریختہ دست کشید[1]"

شفیقؔ کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ جب یقینؔ کی شہرت بوئے گل کی طرح پھیل گئی اور استاد کا کلام "دبنے لگا" تو مرزا مظہر نے اردو میں شعر کہنا ترک کر دیا۔ مصحفیؔ کا بیان ہے کہ عبدالحیٔ تاباںؔ نے انھیں ریختہ گوئی سے منع کیا اور اس کے بعد سے وہ زیادہ تر فارسی میں کہنے لگے:

"چوں دراں روزہا میر عبدالحیٔ تاباںؔ دوستی بہ شدت تمام داشت۔ چند غزلیات متعددہ از خامۂ فکر ایشاں (مرزا مظہر) بر صفحۂ کاغذ ریختہ بودند۔ مشارٌ الیہ مانع آمد۔ آخر ایشاں قرار شعر گفتن خود بہ زبانِ فارسی دادند و بعد ازیں بر ریختہ زبان نیالودند مگر ہماں قدر کہ بہ اصلاح دو سہ شاگرداں بکار آید چنانچہ بتربیت انعام اللہ خاں نسبت بہ محمد فقیہہ دردمند کہ ساقی نامہ ایشاں شہرت دارد بر متوجہ بودند۔ در تمام دیوانش فصاحت و بلاغتِ زبان استاد جلوۂ ظہور می دہد[2]"

اس میں شک نہیں کہ میرزا مظہر نے ریختہ کی گزرگاہوں کو روشن کر دیا تھا۔ میر و سوداؔ نے ان سے دقائقِ سخن سیکھے تھے[3]۔ میر حسنؔ ان کو فصحائے زماں و بلغائے دوراں میں شمار کرتے تھے[4]۔ مصحفیؔ نے لکھا ہے کہ ریختہ کا نقشِ اوّل ان ہی کی بدولت صورت پذیر ہوا تھا۔ تذکرۂ ہندی میں ہے:

۱۔ ایضاً۔ ص ۱۴۳۔
۲۔ مصحفیؔ: تذکرہ ہندی: ترجمہ مظہر ص ۲۰۳۔
۳۔ عشقیؔ: (دو تذکرے) ج ۲ ص ۱۸۱۔
۴۔ تذکرۂ شعرائے اردو، دہلی ص ۱۷۱۔

"فی الحقیقت نقاشِ اول ریختہ بایں وتیرہ باعتقادِ فقیر مرزا است بعدہٗ
تتبعش بہ دیگراں رسیدہ[1]"

مصحفی نے اسی قسم کی رائے اُن کے شاگرد یقینؔ کے متعلق بھی ظاہر کی ہے:

"در دورۂ ایہام گویاں اول کسے کہ ریختہ راشستہ ورفتہ گفتہ ایں جوان بود۔
بعدازاں تتبعش بہ دیگراں رسیدہ[2]"

لیکن میرزا مظہر سے کسبِ فیض کے باوجود، اگرچہ اس کی مدت زیادہ نہیں ہے یقینؔ کی انفرادیت میں فرق نہیں آیا۔ خود فرماتے ہیں ؎

حق کو یقینؔ کے یارو برباد مت دو آخر
تم نے سخن کی طرزیں اُس سے اُڑائیاں ہیں[3]

علامہ اقبالؔ نے داغؔ سے اصلاح لی تھی لیکن اقبالؔ کا رنگ الگ ہے۔ داغؔ نے یہ کہہ دیا تھا کہ اقبالؔ کے کلام میں اصلاح کی گنجائش بہت کم ہے اور وہ اس پر فخر کرتے تھے کہ اقبالؔ ان کے شاگرد ہیں[4]۔ اسی طرح "سجادؔ و کلیمؔ و میرؔ و دردؔ و تمکینؔ" کے زمانے میں بہت سے ناقدینِ فن یقینؔ کی معنی آفرینی و نکتہ رسی اور ان کی انفرادیت کے قائل تھے:

"در ریختۂ یقینؔ فصاحت و ملاحت دیگر است[5]" قاسمؔ نے لکھا ہے:

"معانی را گنج طرز نوے بدستش افتادہ۔ انداز جدید را رونق تازہ دادہ[6]"

---

[1] مصحفیؔ: تذکرۂ ہندی ترجمہ مظہرؔ ص ۲۰۳۔

[2] مصحفیؔ: تذکرۂ ہندی ترجمہ یقینؔ ص ۲۷۵۔

[3] تذکرہ خوش معرکۂ زیبا میں لکھا ہے "اکثر شعرا نے بہتر اور نایاب سمجھ کر اس کے مضمون پر تصرف کیا چنانچہ یہ شعر (حق کو یقینؔ کے یارو الخ) حجت (ہے) طبع لکھنؤ ص ۸۴۔

[4] دیباچہ بانگِ درا از شیخ عبدالقادر در کلیات اقبال طبع لکھنؤ ۱۹۵۳ء ص ۱۷۔

[5] چمنستان شعرا ص ۱۶۲۔ [6] مجموعہ نغز ج ۲ ص ۲۵۵۔

بینی نرائن جہاں نے ان کو "موجدِ ریختہ" قرار دیا ہے۔[1]
"تذکرۂ شورش" میں لکھا ہے کہ یقینؔ کا دیوانِ اشعار ہندوستان میں گھر گھر پہنچ گیا تھا:

"بالاتفاق شاعرِ زبردست بود و با لفظِ فصیح معنی تازہ پیدا می نمود و قبولیتِ کلام بحدے رسیدہ کہ در تمام ہندوستان دیوانِ اشعار ایشاں خانہ بخانہ موجود است"[2]

میرؔ نے یقینؔ کے ترجمے میں ان کا یہ شعر نقل کیا ہے ؎

کیا بدن ہوگا کہ جس کے کھولتے جامہ کے بند
برگِ گل کی طرح ہر ناخن معطر ہو گیا

اور لکھا ہے کہ "شعر یقینؔ لفظاً لفظاً متبدلِ رائے انند رام مخلصؔ است کہ گزشت طرفہ تر ایں کہ آں ہم در سلیقۂ سرقہ یکہ بود۔ خدا داند کہ ایں معنی در اصل از کیست۔ شعر ایں است ؎

ناخن تمام گشت معطر چوں برگِ گل
بندِ قبائے کیست کہ وا می کنیم ما"[3]

ترجمہ و توارد کی مثالیں "چمنستانِ شعرا"[4]، "شعر الہند"[5] اور شادانیؔ[6] کے یہاں کافی مل جائیں گی۔ صرف ایک مماثل شعر کی بنا پر یقینؔ کو سارق ٹھہرانا صریح زیادتی اور اتہام ہے۔ مخلصؔ کے متعلق بھی میرؔ کی رائے یہ ہے کہ وہ سارق ہیں۔ یہ کہنا مشکل ہے کہ پہلے

---

[1] دیوانِ جہاں مرتبہ کلیم الدین احمد ص ۲۷۸۔
[2] دو تذکرے۔ تذکرۂ شورش : ص ۲۴۰۔
[3] نکات الشعرا (مرتبہ عبدالحق) ص ۸۴۔
[4] چمنستان شعرا ص ۱۶۹ – ۱۸۴۔
[5] عبدالسلام ندوی : شعرالہند ج ۱ ص ۴۰ – ۴۲۔
[6] عندلیب شادانی : تحقیق کی روشنی میں باب سرقہ و توارد۔ طبع لاہور ص ۴۶۹ تا ۴۹۱۔

اس مضمون کا شعر یقینؔ نے کہا یا مخلصؔ نے دونوں ہم عصر ہیں لیکن "تذکرہ شورش" نے اولیت کا سہرا یقینؔ کے سر باندھا ہے۔

"اگر آنند رام مخلصؔ این شعر اول می گفت، بنام او البتہ مشہور می شد کہ مفہوم عالی بود بشعرِ میاں یقینؔ مدت است کہ حضرت میر اسمٰعیل سمند قدس سرہٗ خلف حضرت میر غلام جعفر نور مرقدہٗ از شاہ جہاں آباد یاد کردہ بطریق تحفہ برائے دوستاں و شاعران عظیم آباد آوردہ بودند۔ وازیں جا بہ مرشد آباد و پورنیہ و ہوگلی وغیرہ رسیدہ۔ بعد ازاں دیوانِ ایشاں رواج یافتہ۔ اکثر مردم ثقاۃ مثل میر محمد حسین خلف میر محمد علیم تحقیق شاعر فارسی... ... قدردانِ شعر ہندی و فارسی ایں را می دانستند و شعر آنند رام مخلصؔ در تذکرہ نوشتہ دیدہ و از زبانِ کسے تا حالت تحریر شنیدہ[1]"

فارسی کا شعر نہایت بامزہ ہے لیکن یقینؔ کے شعر میں جو تصویرِ معنی اور حسیت SENSUOUSNESS ہے وہ ان کی امتیازی خصوصیت ہے اور ان کو مخلصؔ کے انداز و اسلوب سے الگ کرتی ہے۔

کیا بدن ہو گا کہ جس کے کھولتے جامہ کے بند

وضاحت کے طور پر اس واقعہ کا بیان کرنا بے محل نہ ہو گا کہ ایک دن امین الرشید نے ابراہیم موصلی کے سامنے دو شعر پڑھے اور کہا بتاؤ ان میں سے اچھا کون سا ہے۔ شعر دونوں اچھے اور ہر حیثیت سے قریب قریب تھے۔ ابراہیم نے ایک کو ترجیح دی۔ امین الرشید نے کہا: اس کی دلیل؟ اس نے کہا: ذوق اس شعر میں ایک لطف مزید پاتا ہے۔ میں اس کو محسوس کرتا ہوں مگر بیان نہیں کر سکتا[2]

یقینؔ کے شعر میں بھی ایک "لطفِ مزید" ہے جس کی صراحت شیوہ ہائے بتاں

---

[1] تذکرۂ شورش (دو تذکرے) ص ۲۴۲۔

[2] عبدالرحمٰن: مراۃ الشعر لاہور ۱۹۵۰ء ص ۳۰۶۔

کی طرح آسان نہیں ع

یارِ ما ایں دارد و آں نیز ہم

میرؔ اور یقینؔ

میرؔ نے یقینؔ پر جو بے سروپا الزامات لگائے ہیں ان سے خود میرؔ کی پُرپیچ شخصیت کی بہت سی گرہیں کھل گئی ہیں اور صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ یقینؔ کی روز افزوں مقبولیت کے متحمل نہیں ہو سکتے تھے۔ پہلے تو وہ کہتے ہیں کہ وہ ناموزوں طبیعت رکھتے ہیں۔ شعر نہیں کہہ سکتے۔ پھر کہتے ہیں کہ ان کی شاعری نقص سے خالی نہیں ہے۔ اس کے بعد فرماتے ہیں کہ وہ مضامین کے چور ہیں اور ان کا سارا کلام میرزا کا کہا ہوا ہے۔ جب ایک شخص شاعر ہی نہیں ہے پھر اس کی شاعری سے بحث کے کیا معنی۔ اصل یہ ہے کہ یقینؔ نے اندازِ جدید کو رونقِ تازہ بخشی تھی[1] اور ان کو کم عمری میں اتنی مقبولیت حاصل ہوگئی تھی کہ حاتمؔ جیسے استاد نے سب سے زیادہ غزلیں یقینؔ ہی کے طرز پر لکھیں۔

دراصل یقینؔ کی مقبولیت اتنی بڑھ گئی تھی کہ ان کے دیوان پر دیوان لکھے گئے، ان کے طرز پر غزلوں پر غزلیں کہی گئیں، ان کے اشعار بہار اور دکن کے دور دراز حصوں میں بطورِ ارمغاں بھیجے گئے۔ حاتمؔ نے ۱۱۵۲ھ (۳۹-۱۷۳۹ء) میں ان کی زمین میں پہلی غزل کہی اور ۱۱۶۱ھ (۴۸-۱۷۴۷ء) میں آخری۔ تذکرہ "گلشنِ گفتار" ۱۱۶۵ھ میں لکھا گیا اس میں یقینؔ کا ذکر ہے لیکن میرؔ لائقِ ذکر نہیں ٹھہرے۔ قائمؔ نے ۱۱۶۸ھ میں اپنا تذکرہ "مخزنِ نکات" لکھا ہے۔ اس میں یقینؔ کو "صدرنشین بزم شعرائے متاخرین" اور شاعر صاحبِ طرز، یگانۂ عصر و وحید دہر[2]" کہا ہے۔ اس سے یہ نتیجہ نکالنا غلط نہ ہوگا کہ یقینؔ کی شہرت جو ۱۱۵۲ھ سے شروع ہوئی تھی وہ کم و بیش ان کے انتقال تک اسی طرح قائم رہی اور یہ صورتِ حال میرؔ جیسے حریفوں کے لیے ناقابلِ برداشت ہوگی

---

[1] قائم: مجموعۂ نغز ج ۲ ص ۲۵۵۔

[2] قائم: مخزن نکات۔

قاسمؔ نے تو میرؔ کی حاسدانہ طبیعت کا بھی ذکر کیا ہے :

" محمد تقی میرؔ در تذکرۂ خود تلمی نموده که دیوان وے ازاں مرزاے مغفور (است) افتراے محض و کذب خالص است که از ممر حسد از وے سرزدہ[1] "

اور اسی لیے شفیقؔ نے انھیں "گل سر سبد حرف گیراں" کہا ہے[2]

یقینؔ کی خوش بختی کی کچھ انتہا نہیں ہے ۔ وہ بڑے خوبصورت، بڑے عمدہ معاش اور بڑے خوش گفتار آدمی تھے ۔ نہایت اعلیٰ خاندان سے تعلق رکھتے تھے ۔ شعر و سخن کا بڑا پاکیزہ ذوق تھا ۔ وہ ایک نئے طرز کے بانی تھے ۔ جس کی تقلید کی دکن تک کوشش کی گئی[3] اس زمانے میں دربار اور خانقاہ یہ ہی دو بڑے مرکز تھے ۔ یقینؔ امیرزادے تھے ۔ ان کو دربار شاہی میں درخور حاصل تھا ۔ اس کے علاوہ وہ مرشد زادے اور مجددیہ خاندان کے چشم و چراغ تھے اور ان کو مرزا مظہر جان جاناں کی بھی پوری سرپرستی حاصل تھی ۔ جن کا شمار اس دور کے بڑے صوفیہ اور بڑے شعرا میں ہوتا تھا ۔ یقینؔ کی شخصیت میں جو دلکشی اور تب و تاب تھی وہ میرؔ جیسے دل زدہ اور محروم القسمت کے جذبۂ حسد کو مہمیز کرنے کے لیے کافی تھی ۔ یہاں اس لطیفے کا ذکر بے محل نہ ہوگا کہ آزاد لائبریری علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی کے ذخیرۂ سر شاہ سلیمان میں متفرقات

---

[1] قاسم: مجموعۂ نغز۔

[2] چمنستان شعراء ص ۲۶۲۔

[3] بالاجی ترمبک ذرہ نے اپنے معاصرین کی طرح میں غزلیں کہی ہیں ۔ یقینؔ کی زمین سے بڑی دلچسپی معلوم ہوتی ہے، لکھتے ہیں :

یقینؔ کا مصرعہ موزوں بہت دلچسپ ہے ذرہؔ
وفا یوں چاہیئے شاباش بلبل، مرحبا بلبل

ملاحظہ ہو اردو نامہ کراچی شمارہ ۳۹ مورخہ مئی ۱۹۷۱ء مقالہ بہ عنوان " بالاجی ترمبک ذرہ حیدر آباد دکن کا ایک جید شاعر" از سخاوت مرزا ص ۴۲۔

فارسی کے ذیل میں ایک بیاض ہے جس میں "نکات الشعرا" کے چند صفحات بھی شامل ہیں۔ ان میں انعام اللہ یقینؔ کی تعریف کی گئی ہے اور اس ترجمے میں طنز و تعریض کے وہ نشتر نہیں جو متداول نسخے میں ملتے ہیں۔

"انعام اللہ خاں یقینؔ تخلص، پسرِ اظہر الدین خاں۔ اولادِ حضرت مجدّد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ (عنہ) نبیرۂ حضرت ... ... محمد معصوم ... شاگرد مرزا مظہر جان جاناں (ں) خوش خلق و خوش خوے، گرم جوش و یار باش، شگفتہ رو، جوش بہار گلستانِ سخن عندلیب خوش خواں چمن ایں فنِ زباں گفتگویش گرہ کشائے زلفِ شام مدعا۔ مصرع نوشتہ اش بر صفحہ کاغذاز کاکل صبح خوشش نما... ... گاہے در کوچہ باغِ تلاش بطریق گلگشت قدم رنجہ می فرماید۔ در چمن بندی شعرش (لفظ) رنگیں چمن (چمن) گلچیں خیال و راگل معنی دامن دامن۔ شاعر زور آور ریختہ در کمال علاقگی وارستہ متواضع آشنائے درست۔ بندہ اکثر ملاقات کردم۔ فقیر را اخلاص دلی است ہمیشہ اتفاق باہم نشستن و فکر شعر کردن کہ در عہد عالم گیر بادشاہ باشد... ... مغفرت کند[۱]"

ممکن ہے یہ "نکات الشعرا" کی پہلی روایت ہو اور بعد میں کسی اختلاف، بغض، کینہ یا مصلحت کی بنا پر اس ترجمہ کو بدل دیا ہو اور اس میں شک نہیں کہ "نکات الشعرا" کا متداول اور مطبوعہ نسخہ اصل کی ترمیم شدہ صورت ہے[۲]۔ لیکن "نکات الشعرا" کی اس روایت کے متعلق کوئی بات وثوق سے کہنا ممکن نہیں۔ اول تو یہ چند اوراق ہیں ان میں کوئی ترقیمہ نہیں۔ نہ اول ہے نہ آخر۔ البتہ میر محمد باقر حزیںؔ کے ترجمے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اوراق میرزا مظہر کی حیات میں لکھے گئے ہیں:

۱۔ کشکول (بیاض) متفرقات فارسی نمبر ۵/۵ ذخیرہ سرشاہ سلیمان۔
آزاد لائبریری ص ۴۲۔ نیز ملاحظہ ہوں صفحات ۳۸ - ۳۹ - ۴۰۔

۲۔ سید مسعود حسن رضوی: آبِ حیات کا تنقیدی مطالعہ طبع دوم ص ۱۱۳ و ۱۲۰۔
نیز رسالہ معاصر ۱۵ صفحات ۱۰ و ۱۲۔

"میر محمد باقر حزیں تخلص شاعر ریختہ است صاحبِ دیوان۔ شاگرد میرزا مظہر سلمہ اللہ تعالیٰ!"

لیکن عجیب بات یہ ہے کہ ان اوراق میں جعفر زٹلی[1] اور محمد شاکر ناجی کے ترجمے کے بعض جملے مشترک ہیں اور اسی طرح جو توضیحی کلمات یقین کے لیے لکھے ہیں وہی کم و بیش سودا کے لیے استعمال ہوئے ہیں جو تضاد یقین کے مطبوعہ ترجمے اور اس خطی ترجمے میں ہے اسی قسم کا تضاد یک رنگ کے بیان میں ہے۔ مطبوعہ نسخے میں ہے" بندہ از احوال او خوب اطلاع ندارم[2]" ان اوراق میں اس کے برعکس ہے" آشنائے دوست بود بندہ اکثر ملاقات می کند۔ شاعر بسیار خوب است" ان اوراق کا کاتب خوش نویس ضرور ہے لیکن غلط نویس ہے۔ اوراق بھی بے ترتیب ہیں۔ ان وجوہ سے یقین کے بارے میں میر کی اسی رائے کو قابلِ اعتماد سمجھنا چاہیئے جو مطبوعہ نسخہ یا لینن گراڈ، پیرس اور ٹیوبن گن کے خطی نسخوں میں مندرج ہے[3]

---

[1] بیاض میں چہتیلی لکھا ہے۔

[2] نکات الشعرا مرتبہ عبدالحق ص ۱۸۔

[3] لینن گراڈ کا نسخہ مخزونہ اوری اینٹل انسٹی ٹیوٹ عطیہ W. IVANOW پیرس کا نسخہ پروفیسر محمود الٰہی نے شائع کر دیا ہے۔
ٹیوبن گن کے نسخے کا عکس مملوکہ پروفیسر خواجہ احمد فاروقی مکتوبہ ۱۸۵۲ء
ترجمہ یقین ص ۹۷، ۹۸۔

یقینؔ کی شاعری اور ان کے مرتبہ کا تعیّن

یقینؔ کی شاعری

یقینؔ اردو شاعری کا شعلۂ مستعجل تھے۔ ان کی مشکل سے ۲۹ برس کی عمر ہوئی لیکن اس تھوڑی سی مدت میں ان کی شاعری اس نقطۂ عروج پر پہنچ گئی کہ مخالف بھی یہ کہنے پر مجبور ہوئے کہ "خوش درخشید" انھوں نے شمعِ سخن کو اس شان سے فروزاں کیا کہ مستقبل کے راستے روشن ہو گئے اور اردو میں ایک طرزِ تازہ کی بنیاد پڑ گئی۔

ایہام گوئی کی مخالفت

یقینؔ نے جس وقت ہوش کی آنکھ کھولی ہے، اردو میں ایہام گوئی کا رواج تھا اور یہ قدما کے دورِ اوّل کی امتیازی خصوصیت تھی۔ مرزا مظہر اور یقینؔ نے سب سے پہلے اسی سنگِ گراں کو راستے سے دور کیا تب اردو شاعری میں نئے رجحانات داخل ہو سکے۔ میرؔ نے جو یقینؔ کے معاصر ہیں، ایہام کو "اقسامِ ریختہ" میں شمار کیا اور لکھا ہے:

> "پنجم ایہام است کہ در شاعرانِ سلف دریں فن رواج داشت اکنوں طبیعتہا مصروف ایں صنعت کم است مگر بسیار بہ شستگی بستہ شود۔"[1]

میرؔ نے ایہام کی وضاحت بھی کی ہے اور اس کے معنی بھی سمجھائے ہیں:

> "ومعنئ ایہام ایں است کہ لفظے کہ بروبنائے بیت بود، آں دو معنی داشتہ باشد۔ یکے قریب و یکے بعید و بعید منظور شاعر باشد و قریب متروک او۔"[2]

---

[1] نکات الشعرا مرتبہ مولوی عبدالحق ص ۱۷۹۔

[2] نکات الشعرا مرتبہ مولوی عبدالحق ص ۱۷۹ اور ۱۸۰۔

حکیم نجم الغنی نے "بحر الفصاحت" میں ایہام کو "صنایع" معنوی" میں شامل کیا ہے اور لکھا ہے:

"ایہام کو توریہ بھی کہتے ہیں۔ ایہام کے معنی وہم میں ڈالنے اور توریہ کے معنی چھپانے کے ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ اصطلاح میں ایہام اس کو کہتے ہیں کہ ایک لفظ ایسا کلام میں واقع ہو جس کے دو معنی ہوں۔ ایک قریب کے، ایک بعید کے، اور سامع کا گمان معنی قریب کی طرف جاوے اور شاعر کی مراد معنئ بعید ہوں۔

معنی قریب سے مراد یہ ہے کہ وہ معنی اس مقام کے مناسب ہوں اور معنی بعید سے یہ مراد ہے کہ معنی اس مقام کے مناسب نہ ہوں لیکن ان کا مقصود ہونا بہ اعتبار کسی قرینۂ خفی کے ہو، یہاں تک کہ وہم، تامل سے قبل، معنئ قریب کی طرف جاوے پس اگر قرینہ واضح ہوگا تو لفظ توریہ نہ ہوگا کیوں کہ معنی قریب، معنی بعید کو نہیں چھپا سکیں گے[1]

مثلاً یقینؔ کے معاصر خواجہ میر دردؔ کا شعر ہے ؎

بستے ہیں ترے سائے میں سب شیخ و برہمن
آباد تجھی سے تو ہے گھر دیر و حرم کا

سائے کے معنئ قریب" دھوپ کی ضد" ہیں اور معنئ بعید" حمایت" ہیں۔ اس شعر میں معنئ بعید یعنی حمایت مراد ہے۔

یا یقینؔ کے دوسرے معاصر میر تقی میرؔ کا شعر ہے ؎

کعبے میں جاں بلب تھے ہم دوریٔ بتاں سے
آئے ہیں پھر کے یارو اب کے خدا کے ہاں سے

خدا کے ہاں سے پھر کر آنے کے دو معنی ہیں۔ ایک قریب اور وہ بیت اللہ سے واپس آنا ہے دوسرے بعید اور وہ جاں بلب ہو کر جی جانا ہے اور یہاں یہ دوسرے معنی

---

[1] نجم الغنی: بحر الفصاحت : ص ۱۰۲۴ و ۱۰۲۵۔

مراد ہیں پہلے نہیں، پہلے معنی کے مناسب کعبہ ہے۔ اس شعر میں صنعتِ ایہام ہے لیکن بے ساختگی اور شستگی سے استعمال ہوئی ہے۔

مرزا مظہر اور انعام اللہ خاں یقینؔ کے دور اصلاح سے پہلے اُردو شاعری میں ایہام کی مثالیں کثرت سے ملتی ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ "ایہام" اور ذومعنین قدما کی شاعری کا مایہ ناز تھا[۱]۔ میر تقی میرؔ نے بھی ایہام کے رجحان کا ذکر کیا ہے ؎

کیا جانوں دل کو کھینچے ہیں کیوں شعر میرؔ کے

کچھ طرز ایسی بھی نہیں، ایہام بھی نہیں

محمد حسین آزادؔ کا خیال ہے کہ اُردو میں ایہام کی یہ صنعت سنسکرت سے آئی ہے:

"نظم اُردو کے آغاز میں یہ امر قابلِ اظہار ہے کہ سنسکرت میں ایک ایک لفظ کے کئی کئی معنی ہیں۔ اسی واسطے اُس میں اور برج بھاشا اس کی شاخ میں ذومعنین الفاظ اور ایہام پر دوہروں کی بنیاد ہوتی تھی۔ فارسی میں یہ شعر صنعت ہے۔ مگر کم[۲]۔"

لیکن قاضی عبدالودود کا خیال ہے کہ اُردو میں "ایہام کا غلبہ ہندی کی وجہ سے نہیں، بلکہ اس عہد کی فارسی شاعری کی وجہ سے ہوا[۳]۔" یہ ہی رائے نورالحسن ہاشمی نے "دلی کا دبستان شاعری" میں ظاہر کی ہے[۴]۔

اس میں شک نہیں کہ فارسی، سنسکرت اور ہندی میں صنعتِ ایہام کی مثالیں بکثرت ملتی ہیں۔۔۔ ہندی میں اس کا اصطلاحی نام "شلیش" ہے جس کا رواج ریتی کال میں عام ہوگیا تھا[۵]۔

۱۔ عبدالحیٔ: گلِ رعنا۔ طبع اعظم گڑھ۔ ص ۵۰۔

۲۔ محمد حسین آزاد: آبِ حیات۔ طبع لاہور۔ ص ۸۰۔

۳۔ بحوالہ محمد حسن: دہلی میں اُردو شاعری کا تہذیبی اور فکری پس منظر۔ ص ۲۷۵ فٹ نوٹ۔

۴۔ نورالحسن ہاشمی: دلّی کا دبستانِ شاعری۔ طبع کراچی۔ ص ۷۱۔

۵۔ محمد حسن: دہلی میں اُردو شاعری کا تہذیبی اور فکری پس منظر۔ ص ۲۷۶ و ۲۷۷۔

اُردو کا دورِ متقدمین، جب کہ فارسی کے متاخرین شعرا کا اثر گہرا تھا، ایہام کی مثالوں سے بھرا ہوا ہے۔ اس رواجِ عام کی تائید میں اس عہد کے مندرجہ ذیل اشعار پیش کیے جا سکتے ہیں ؎

لام نستعلیق کا ہے اس بتِ خوش خط کی زلف
ہم تو کافر ہوں اگر بندے نہ ہوں اسلام کے

کیوں نہ ہوئے وہ سجن باغی
قد ہو جس کا نہال کی مانند

تم دیکھو یا نہ دیکھو ہم کو سلام کرنا
یہ تو قدیم ہی سے سر پر ہمارے کر ہے

نہیں محتاج زیور کا جسے خوبی خدا دیوے
کہ آخر بدنما لگتا ہے دیکھو چاند کا گہنا
نہ دیوے لے کے دل وہ جعد مشکیں
اگر باور نہیں تو مانگ دیکھو

میر محمد شاکر ناجیؔ کے متعلق میر حسن نے لکھا ہے :

تلاشِ صنعتِ ایہام بسیار داشت [۱]

ان کے کلام میں ایہام[۲] اور رعایت لفظی کی عجیب مثالیں ملتی ہیں ؎

۱۔ میر حسن: تذکرہ شعرائے اُردو ص ۸۴

۲۔ دیوانِ شاکر ناجی مرتبہ فضل حق۔ اس میں اندازے سے ناجی کا سنہ ولادت ۱۱۰۵ھ (۱۶۹۳ء) اور سنہ وفات ۵۸-۱۱۵۷ھ (۴۵-۱۷۴۴ء) قرار دیا ہے۔

بلند آواز سے گھڑیال کہتا ہے کہ اے غافل
گئی یہ بھی گھڑی تجھ عمر سے اور تو نہیں چیتا

محبت سے علی کی دیکھ ناجی　　ہوا ہے دل مرا اب حیدر آباد

کیوں مُنڈاتا ہے زلف کو پیارے
دیکھ تجھ کو کہیں گے سب مورکھ

ان بُتوں کو ہم فقیروں سے کہو کیا کام ہے
یہ تو طالب زر کے ہیں اور یاں خدا کا نام ہے

شیخ محمد آبرو (ولادت ۱۰۹۵ھ / ۱۶۸۳ء وفات ۱۱۴۶ھ / ۱۷۳۳ء) کا بھی کلام[1] چھپ گیا ہے۔ وہ بھی ایہام کے خارزار میں اُلجھا ہوا ہے ؎

سیج اوپر غیر کے رہتا ہے اب لوٹا ہوا
زر کی لالچ اس قدر وہ سیم تن کھوٹا ہوا
حریفاں پر بھی اپنی راستی سے حرف لایا ہوں
ہُنر دیکھو کہ سیدھی اُنگلیوں سے ہم نے گھی کاڑھا

نازک پنے پہ اپنے کرتے ہو تم غروری
موسیٰ کمر سے اپنی فرعون ہو رہے ہو

شرف الدین مضمون کی بھی شہرت ایہام گوئی کی وجہ سے ہے ؎

ہوا ہے جگ میں مضموں شہرہ تیرا　　طرح ایہام کی جب سیں نکالی

---

[1] دیوانِ آبرو۔

حمید اورنگ آبادی نے تو مضمون کو "موجدِ ایہامِ ریختہ" لکھا ہے۔ ان کی ایہام گوئی کا انداز یہ ہے ؎

ترا مکھ ہے سرچشمۂ آفتاب
نہ لاوے ترے حسن کی ماہ تاب

شرم سے پانی ہو جائیں سب رقیب
جو مرا یوسف ملے آ چاہ سے

خوباں کو جانتا تھا گرمی کریں گے مجھ سوں
دل سرد ہو گیا ہے جب سے پڑا ہے پالا

ایہام کی مثالیں میر و مصحفی کے یہاں بھی مل جاتی ہیں حالانکہ یہ شعرا ایہام کے قائل نہیں تھے۔ میر لکھتے ہیں ؎

یاں پلیتھن نکل گیا، واں غیر اپنی مکّی لگائے جاتا ہے

مصحفی فرماتے ہیں: فقیر اشعارِ ایہام را دوست ندارد[1]

لیکن ان کے کلام میں اس قسم کے شعر بھی مل جاتے ہیں:

گئے مدار کے چھڑیوں میں ساتھ غیر کے اور
تمام سال یہ دارو مدار ہم سے رہا

یہی کیفیت میر حسن کے یہاں ہے ؎

سجن جل جاؤں گا میں رشک سے مت دیکھ آئینہ
دکھاتے غیر کو منہ عار سی تجھ کو بھی آئی نہ

---

[1] مصحفی، ص ۲۰۳۔

یقینؔ[1] نے ایہام گوئی پر ضرب کاری لگائی اور آسان گوئی کی نئی طرح ڈالی۔ ایک قومی رجحان کو ختم ہوتے ہوتے بھی وقت لگتا ہے۔ چنانچہ یقینؔ خود فرماتے ہیں ؎

شاعری ہے لفظ و معنی سے تری لیکن یقینؔ — کون سمجھے یاں تو ہے ایہام مضموں کی تلاش

یہی حال میرزا مظہر کا بھی ہے۔ ان کا ابتدائی کلام بھی ایہام کے کانٹوں میں اُلجھا ہوا ہے اور بقول حسرت موہانی نقلِ کفر، کفر نباشد۔ سوداؔ کی پھبتی" کتا ہے دھوبی کا، نہ گھر کا نہ گھاٹ کا" اسی ابتدائی کلام کے متعلق ہے[2]

ڈاکٹر نورالحسن ہاشمی نے اس دور کے ۲۲ شاعروں کے نام گنائے ہیں[3] جنھوں نے ایہام گوئی کے پردے میں اُردو پر بہت سے "ستم" کیے۔ قائمؔ کہتے ہیں۔

"ایں ستم کہ شاعرانِ ابتدائے زمانۂ محمد شاہ بہ اعتقادِ خود تلاشِ الفاظ تازہ و ایہام نمودہ شعر را از مرتبہِ بلاغت انداختند۔ تا بہ معنی چہ رسد۔ غرض ناگفتہ بہ[4]۔"

یہاں اس کا اعتراف ضروری ہے کہ ایہام کے ذریعہ اُردو کو اپنے تشکیلی دور میں

---

[1] اُردوئے معلیٰ علی گڑھ بابت فروری و مارچ ۱۹۰۷ء ص ۸ پر مولانا حسرت موہانی نے ایہام گوئی کے نمونے کے طور پر یقینؔ کے مندرجہ ذیل اشعار پیش کیے ہیں۔ لیکن یہ اشعار مشتبہ ہیں کیوں کہ دیوان میں ان کا کہیں ذکر نہیں ہے ؎

مجھے یاد مشیت کے جو پالے سیں پڑا جب کا — لرزتا تب سیں ہوں سردی سیں رہتا ہوں رضائی میں

روپے کا دیکھنا ہے شربت دینار ہجر — ہر بار آنا اس کا مجھ کو لاکھ ہے

ایک آنا ترا نہ آنا ہے — کنج احساں ہیں مجھ پہ لاکھ کروڑ

سونے سے سونا ہوئے دل سونا نہ منگ حق سیں یقینؔ — جس کو خدا کا شوق ہے سونا کرے سونا طلب

[2] اُردوئے معلیٰ علی گڑھ: بابت فروری و مارچ ۱۹۰۷ء ص ۸۔

[3] نورالحسن ہاشمی: دلی کا دبستان شاعری طبع کراچی ص ۷۱۔

[4] قائمؔ: مخزن نکات، ص ۸۸۔

فائدہ بھی پہنچا اور لفظِ تازہ کی تلاش سے اُردو نکھر سک سے درست ہوگئی۔" ایک لفظ معنوی حیثیت سے کتنا متنوع ہوسکتا ہے اور بیک وقت کتنے مفہوم ادا کرسکتا ہے۔ کتنے پہلوؤں کو سمو سکتا ہے اور محاورہ کا جزبن کر کس طرح اس میں معنوی تبدیلی آسکتی ہے[۱]" ایہام گو شعراء نے ان تمام نکات کی طرف توجہ کی اور" لفظیات کے اس نئے ادراک" سے اُردو کو فائدہ پہنچا لیکن جب لفظ کے شکنجے میں معنی کا خون ہونے لگا اور بقول سوداؔ یہ کیفیت ہوگئی کہ" رام پور کی ہو کٹاری تو کہیں سیتا پھل" تو اس جامد روایت کے خلاف بغاوت شروع ہوگئی۔

سادہ گوئی کی قیادت

مرزا مظہرؔ اور یقینؔ نے اس رجحان کی قیادت کی اور اُردو میں سادہ اور سلیس انداز رواج پذیر ہوگیا۔ حد یہ ہے کہ حاتمؔ جو ایہام گوئی کے سرخیل ہیں، اس نئی تحریک سے اتنے متاثر ہوئے کہ انھوں نے اپنے چہل سالہ دیوان سے وہ تمام اشعار نکال دیے جن کا مدار ایہام گوئی پر تھا اور اس کا نام دیوان زادہ رکھا اور اپنے آپ کو بھی بقول مصحفیؔ حاتمِ ثانی کہنا پڑا۔ حاتمؔ لکھتے ہیں ؎

کہتاہے صاف و شستہ سخن بس کہ بے تلاش
حاتمؔ کو اس سبب نہیں ایہام پر نگاہ

ان دنوں سب کو ہوئی ہے صاف گوئی کی تلاش
نام کو حاتمؔ کہیں چرچا نہیں ایہام کا

میر حسنؔ نے ایہام گوئی کے سلسلے میں لکھا ہے کہ بعض شاعروں کو اس میں سوائے تحرف ریزوں کے اور کچھ حاصل نہیں ہوا۔

"باید دانست کہ سخن سنجانِ آں زماں درپئے صنعتِ ایہام می بودند و تلاشِ

---

[۱] محمد حسن: دہلی میں اُردو شاعری کا تہذیبی اور فکری پس منظر۔ ص ۲۸۷۔

[۲] میر حسن، ص ۴۳

الفاظِ تازہ می نمودند۔ چوں طرز تازہ بود خوش می آمد لیکن اکثرے ازیں بحرِ گوہر
شہوار بردند و بعضے بہ سبب تلاشِ لفظ حزف ریزہ بہ کف آوردند[1]۔"

لیکن طرفہ لطیفہ ہے کہ یہی ایہام گوئی جو مرزا مظہرؔ اور یقینؔ کے زمانے میں اس درجہ ہدفِ ملامت ٹھہری تھی، وہی لکھنؤ میں ضلع جگت اور رعایتِ لفظی کے ساتھ دوبارہ اور نئے ڈھنگ سے نمودار ہوئی۔ انشاؔ نے "دریائے لطافت" میں اس کی مثال بھی دی ہے ؎

بوسہ مانگا تو لائے ذکرِ پتنگ ۔۔۔ بیچ سے کاٹ دی ہماری بات[2]

اور آخر زمانے میں تو بقول جوشؔ ملیح آبادی یہ حال ہوگیا تھا کہ ع

بیریوں میں بھی مرا نازک بدن ملتا نہیں

اس مصرعہ پر مشاعروں کی چھتیں اُڑ جایا کرتی تھیں اس لیے کہ "نازک بدن" بیر کی ایک قسم کا نام ہے اور چونکہ معشوق کو بھی نازک بدن کہتے ہیں اس لیے اس رعایت لفظی پر لوگ سر دُھنتے تھے[3]۔

اس ایہام گوئی کی وجہ سے اُردو شاعری کی ترقی رُک گئی اور اسے بقول قائمؔ خلعتِ قبول حاصل نہیں ہوسکا۔ مرزا مظہرؔ اور یقینؔ نے اس عیب کو ہُنر میں بدل دیا اور ایہام بندی کو ترک کر کے ریختہ کو رتبۂ عالی میں پہنچا دیا۔

مصحفیؔ نے "تذکرۂ ہندی" میں لکھا ہے کہ مرزا مظہرؔ پہلے شخص ہیں جنھوں نے اُردو میں فارسی کے طرز پر شعر کہے:

"در دورۂ ایہام گویاں اول کسے کہ شعرِ ریختہ بہ تتبعِ فارسی گفتہ اوست[4]۔"

---

[1] میر حسن

[2] انشا: دریائے لطافت۔

[3] خواجہ احمد فاروقی کی تالیف موسومہ مرزا شوق لکھنوی پر مقدمہ از جوشؔ ملیح آبادی نگار بک ایجنسی۔ لکھنؤ ص ۱۰۔ [4] مصحفی: تذکرہ ہندی ص ۲۰۳۔

اور انھوں نے ہی فصیح اُردو کو جذبات کے اظہار کا ذریعہ بنایا۔ اسی لیے "نقاشِ اولِ زبانِ ریختہ[1]" کا اعزاز ان پر سجتا ہے۔ صفائے گفتگو کی یہی تحریک تھی جسے یقین نے عام کردیا۔ مصحفی لکھتے ہیں:

"در دورۂ ایہام گویانِ اول کسے کہ ریختہ را شستہ ورفتہ گفتہ ایں جواں بود۔
بعد ازیں تتبعش بدیگراں رسیدہ چنانچہ خود می گوید ؎

حق کو یقین کے یارو برباد مت دو آخر
طرزِ سخن کے اس کی تم نے اُڑائیاں ہیں[2]

قائم چاندپوری نے بھی ان کو "صدرنشینِ بزمِ شعرائے متاخرین" لکھا ہے[3]۔ عبدالحیٔ کا خیال ہے کہ "اگر یقین جیتے رہتے تو میر ہوں یا مرزا کسی کا چراغ ان کے سامنے نہیں جل سکتا تھا[4]۔"

یقین کے متعلق معاصر شعرا کی بھی بالعموم بُری رائے نہیں تھی۔ میر نے ان کے متعلق جو کچھ مطبوعہ نسخہ میں لکھا ہے وہ بظاہر ذاتی رنجش اور گروہ بندی کا نتیجہ معلوم ہوتا ہے۔ ادبی چوری کا الزام بھی عام تھا۔ حاسد اچھے شعر سن کر اسی مضمون کا شعر کہتے اور پھر یہ چرچا کرتے اس مضمون کا شعر تو اس سے پہلے کہا گیا ہے[5]۔ اس وقت دہلی میں ایک گروہ میر کے عزیز خان آرزو (وفات ۱۱۶۹ھ) کا تھا۔ میر نے جب تک خان آرزو سے اچھے تعلقات رہے۔ آرزو اور ان کے ایہام گو شاگردوں کی بہت تعریف و توصیف کی ہے۔ یقین اس گروہ میں شامل نہیں تھے۔ ہو بھی نہیں سکتے تھے اس لیے کہ بقول مصحفی خود خان آرزو کا کلام

۱؎ ایضاً۔

۲؎ ایضاً ص ۲۷۵۔

۳؎ قائم چاندپوری

۴؎ بحوالہ نورالحسن ہاشمی: دلی کا دبستانِ شاعری طبع کراچی۔ ص ۱۷۲۔

۵؎ نجم الغنی: بحرالفصاحت۔ ص ۱۱۹۹۔

ایہام کے طرز پر ہے۔

"چوں دورِ ایہام بود معنیٔ شعرش نیز بہ طورِ ایہام است[1]"

یقینؔ کے متعلق یہ معاصرانہ رائے اہمیت سے خالی نہیں۔ رباعی ؎

جس طرح لاتے ہیں مضامین متین — اشعار میں ریختہ کے سودا و یقیں
ایسا کوئی نہیں ہند میں ہر چند کہ ہیں — سجادؔ و کلیمؔ و میرؔ و دردؔ و تمکیںؔ[2]

شفیقؔ اورنگ آبادی اساتذہ سخن کے معترف ہیں لیکن فرماتے ہیں کہ یقینؔ کے ریختے میں جو فصاحت و ملاحت ہے وہ اور کہیں نہیں ملتی۔ اُن کے اشعار ہیں ؎

اگر ہزار برس تک یہ میرزا سوداؔ — کرے جو فکرِ تتبع یقیںؔ کا از دل و جاں
کہے گا معنی باریک و خوب شیریں تر — ولے نزاکت و یہ لطف و یہ قبول کہاں

میرزا مظہرؔ کے اُصولوں پر عمل کرتے ہوئے انعام اللہ خاں یقینؔ نے بھی اُردو شاعری کو ایہام بندی کے ریگزار سے نکالا اور اس میں لفظ و معنی کی وحدت سے وہ خوبیاں پیدا کرنے کی کوشش کی جو فارسی شاعری کا طرۂ امتیاز ہیں خود فرماتے ہیں ؎

شاعری ہے لفظ و معنی سے تری لیکن یقیںؔ
کون سمجھے یاں تو ہے ایہام مضموں کی تلاش

اصلاحی تحریک

لیکن جب کبھی کوئی نئی یا اصلاحی تحریک شروع کی جاتی ہے لوگ اس کی مخالفت کرتے ہیں۔ مخالفت کے بھی معنی یہ ہیں کہ کچھ لوگوں نے اس پر سوچنا اور غور کرنا شروع کر دیا ہے۔ اس کے بعد اگر وہ تحریک مفید ہے تو رفتہ رفتہ قبول کر لی جاتی ہے اور مخالفت کا اثر زائل ہو جاتا ہے۔

مرزا مظہرؔ اور یقینؔ نے زبان کی اصلاح کا بیڑا اٹھایا اور ان گھڑ اور بوجھل ہندی الفاظ کو نکالا اور ان کی جگہ فارسی کے اُن الفاظ، محاورات اور خیالات کو سمویا جو اُردو

---

[1] مصحفی: تذکرۂ ہندی، ص

[2] چمنستان شعرا۔ ص ۱۶۲۔

ہیں کھپ سکتے تھے۔ ایہام گوئی میں اُستادی اور لفظی کاریگری تو تھی لیکن شعر کا لطف اور جذبہ کی گرمی ختم ہوگئی تھی اور شاعری صرف لفظوں کا گورکھ دھندا بن کے رہ گئی تھی۔ یقینؔ نے اس عام رجحان کی مخالفت کی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بھڑوں کا چھتہ اُن پر ٹوٹ پڑا لیکن وہ بڑے اعتماد کے ساتھ میدان میں اُترے تھے ؎

یقینؔ تائیدِ حق سیں شعر کے میداں کا رستم ہے
مقابل آج اس کے کون آسکتا ہے کیا قدرت

اس تحریک کی مخالفت کرنے کے لیے سب سے پہلے میرزا مظہرؔ کی مخالفت ضروری تھی۔ چنانچہ میرزا رفیع سوداؔ نے مسخرانہ انداز میں اُن پر چوٹیں کیں کہ یہ ریختہ نہ فارسی ہے اور نہ اُردو ؎

مظہرؔ کا شعر فارسی اور ریختہ کے بیچ | سوداؔ یقینؔ جان کہ روڑا ہے باٹ کا
آگاہِ فارسی تو کہیں اس کو ریختہ | واقف جو ریختہ کے ذرا ہووے ٹھاٹ کا
سُن کر وہ یہ کہے کہ نہیں ریختہ ہے یہ | اور ریختہ بھی ہے تو فیروز شاہ کی لاٹ کا
القصہ اس کا حال یہی ہے جو سچ کہوں | کتاؔ ہے دھوبی کا کہ نہ گھر کا نہ گھاٹ کا

لیکن مستقبل کے رجحانات مظہرؔ اور یقینؔ کے ساتھ تھے چنانچہ یہ تحریک کامیاب ہوئی اور اُردو غزل کے بیشتر اسالیب فارسی کے سانچے میں ڈھل گئے۔ انعام اللہ خاں یقینؔ کی زیادہ عمر نہیں ہوئی لیکن اس تھوڑی سی مدتِ عمر میں بھی ان کے دیوان پر دیوان کہے گئے۔ شفیقؔ اورنگ آبادی نے ان کی ہر غزل پر غزل کہی۔ حاتمؔ اور دوسرے اُستادوں نے ان کی زمینوں میں طبع آزمائی کی اور ان غزلوں کو وہ "حسنِ قبول" حاصل ہوا کہ وہ اطرافِ ہند میں زبانوں پر جاری ہوگئیں[1]

گردیزی نے یقینؔ کی سب سے بڑی خصوصیت "بے اغراق" ظاہر کی ہے[2]۔ دل کے

---

[1] گردیزی، ص

[2] گردیزی، ص

جذبات صرف سادگی اور بے ریائی کا تقاضہ کرتے ہیں۔ ان کو مبالغہ آمیز اور پُر تکلف زبان میں ظاہر نہیں کیا جا سکتا۔ اسی لیے اگر ان کے یہاں تشبیہہ یا استعارہ ہے تو اس طرح جیسے بقول آزاد "گلاب کے پھول پر شبنم یا تصویر پر آئینہ۔ وہ خیالی رنگوں کے طوطا مینا نہیں بناتے۔ طوطی و بلبل کی طرح صاف زبان اور قدرتی الحاق لاتے ہیں۔" یہی وجہ ہے کہ ان کے اشعار سُن کر دل خون ہو جاتا ہے اور یہ قطرے آنکھوں سے بہہ نکلتے ہیں۔ اسی لیے قائم نے لکھا ہے:

"دو مصرع از زبان ہائے خامۂ سحر طرازش باین ہمہ لطف و خوبی می تراود
کہ بہ مجردِ استماع دلِ عشاق قطراتِ خوں شدہ از دیدہ فرومی چکد۔"

یقین کے کلام کی اثر انگیزی کا راز معلوم کرنا مشکل ہے اس لیے کہ دلبری کے بعض شیوے ایسے ہوتے ہیں جن کا کوئی نام نہیں ہوتا۔ اور نہ ان اداؤں کی کوئی شرح ممکن ہے تاہم گردیزی نے یقین کے کلام کی دلکشی کا سب سے بڑا سبب ان کی سادگی اور صفائی کو قرار دیا ہے۔ اس کا سرچشمہ وہ خلوص راستی اور آزادہ روی ہے جو ان کی سیرت اور شخصیت کا وصفِ امتیازی ہے۔

یہ اشعار ملاحظہ ہوں ؎

ہے ترے داغ سے تر سینۂ سوزاں میرا
آب و رنگ آگ سے رکھتا ہے گلستاں میرا

غم کے ہاتھوں نہ رہا کچھ بھی رفو کے قابل
بس کہ سو بار ہوا چاک گریباں میرا

نہیں معلوم اب کے سال مے خانے پہ کیا گذرا
ہمارے توبہ کرنے سیتی پیمانے پہ کیا گذرا

سر پر سلطنت سے آستانِ یار بہتر تھا
ہمیں ظلِ ہما سے سایۂ دیوار بہتر تھا

یہ قمریاں جو سرو کی عاشق ہوئیں مگر
دنیا میں اور کوئی سجیلا جواں نہ تھا

اس قدر غرق لہو میں یہ دل زار نہ تھا
جب حنا کو ترے پاؤں سے سروکار نہ تھا

دل میں زاہد کے جو جنت کی ہوا کی ہے ہوس
کوچۂ یار میں کیا سایۂ دیوار نہ تھا

اب جیوں سرشک خاک سے سکتا نہیں ہوں اٹھ
آگے میں دل کی آنکھ سے اتنا گرا نہ تھا

کون دیکھے قامتِ رعنا پہ تیری جز یقین
غیر شاعر کون دے اس مصرعِ موزوں کی داد

یقینؔ نے جس وقت شاعری شروع کی ہے اُردو شاعری کا جوشِ شباب تھا اور خود ان کی زندگی کا بھی جوشِ شباب تھا۔ جذبات کی اس شدّت کے باوجود ان کے نظریۂ حسن و عشق میں بڑا رکھ رکھاؤ اور بڑی شائستگی ہے۔ اس عشق پر تہذیب اور روایت کے پردے ہیں۔ رمزیت کا نقاب ہے اس میں بڑی تشنگی، بڑا درد اور بڑا کرب ہے لیکن اس شوریدگی کے باوجود، انھوں نے تہذیبی اور معاشرتی روایات کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔ یقینؔ کے تغزل میں جو حسن کا احساس ہے وہ بھی خیالی نہیں بلکہ حقیقی ہے۔ لیکن گوشت پوست سے پیدا ہونے والے ان جذبات کو بھی انھوں نے تخلیقی ایمائیت کے ذریعہ اس خوبی سے ادا کیا ہے کہ کچھ نہ کہنے پر بھی سب کچھ کہہ دیا ہے۔ ان اشعار میں جو حسیت۔ پیکر تراشی اور حسنِ ادا ہے، وہ ملاحظہ ہو ؎

کیا بدن ہو گا کہ جس کے کھولتے جامہ کے بند
برگِ گل کی طرح ہر ناخن معطّر ہو گیا

یقینؔ کی حسیاتی شاعری ہمیں "لطیف انتہاؤں[1]" سے متحیّر اور متعجب کرتی ہے اور احساسِ جمال کی اُس حد پر پہنچا دیتی ہے جہاں الفاظ جذبات کی شدّت سے پگھل جاتے ہیں۔ یہ غزل حسیاتی ادب میں ایک خاص مقام رکھتی ہے۔ ملاحظہ ہو ؎

جی میں آتا ہے ترے قد کو دکھا دیجے اسے — باغ میں اتنا اکڑتا ہے یہ شمشاد کہ بس
بلبلیں کیونکہ گرفتار نہ ہوں اس سج کی — اس طرح باغ میں پھرتا ہے یہ صیّاد کہ بس
کچھ پر و بال میں طاقت نہ رہی تب چھوٹے — ہم ہوئے ایسے بُرے وقت میں آزاد کہ بس

یہ شعر بیت الغزل ہے ؎

تو نہ تھا حیف یقینؔ ورنہ دوانہ ہوتا
آج اس طرح کا دیکھا ہے پری زاد کہ بس

---

[1] یہ فراق گورکھ پوری کی اصطلاح ہے جو اُنھوں نے "غزل کی ماہیت و ہیئت" میں استعمال کی ہے۔ ملاحظہ ہو نگار لکھنؤ، جنوری فروری ۵۶ء ص ۳۸۔

محبوب کی خوش خرامی پر اُردو اور فارسی میں بہت کچھ لکھا گیا ہے اور حقیقتاً موجِ مے اس کی رفتار کے آگے شرما جاتی ہے ۔ لیکن یقیںؔ نے اس حسیاتی پیکر کو ایک نئی زبان عطا کردی ہے ۔ کہتا ہے ؎

بہکتا ہے آب و تاب سے مستی میں پاؤں اس کا
ڈھلک جس طرح ہوتی ہے یقیںؔ موتی کے دانے کی

یا ایک اور غزل میں کہتا ہے ؎

درختوں سے نہ دے تشبیہ اس قد کو یقیںؔ ہرگز
وہ اٹکھیلی سے چلنے کی طرح شمشاد کیا جانے

یقیںؔ نے محبوب کی حسن تعریف میں تمام ایمائی اثر کو سمو دیا ہے ۔ یہ اشعار ملاحظہ ہوں ؎

پھڑک کر جی نکل جاوے گا بُلبُل کی طرح میرا
کُھلا بندِ گریباں کو نہ رکھ اے گل بدن بس کر

گلی تیری اگر پاوے تو بُلبُل گلستاں بھولے
ترا نقشِ قدم دیکھے تو اپنا آشیاں بھولے

کون دیکھے قامت رعنا پہ تیرے جز یقیںؔ   غیر شاعر کون دے اس مصرع موزوں کی داد

یار کے قد کو نہ دے سرو سے تشبیہ یقیںؔ
سرکشی میں تو مسلّم ہے پہ طنّاز نہیں

یہ آرزو بھی ملاحظہ ہو ؎

اس بسنتی پوش سے آغوش رنگیں کیجیے
جی میں ہے اس مصرع موزوں کی تضمیں کیجیے

ذیل کے اشعار میں بھی محبوب کی شورشں انگیز تعریف ہے لیکن الفاظ ایسے انتخاب کیے ہیں کہ وہ ہمیں ایک ماورائی عالم میں لے جاتے ہیں ؎

پاؤں سے سر تک پہنچتے مست ہوتی ہے نگاہ
ہے عروجِ نشہ گویا وہ قدِ بالا تمام

یا یہ غزل ؎

پڑ گئی دل میں ترے تشریف فرمانے میں دھوم
باغ میں مچتی ہے جیسے فصلِ گل آنے میں دھوم
تیری آنکھوں نے نشہ میں اس طرح مارا ہے جوش
ڈالتے ہیں جس طرح بدمست میخانے میں دھوم
چاند کے پرتو سے جوں پانی میں ہو جلوہ کا حشر
منھ ترے کے عکس نے ڈالی ہے پیمانے میں دھوم
ابر جیسے مست کو شورش میں لاوے دل کے بیچ
مچ گئی ایک باران بالوں کے کھُل جانے کی دھوم

اس شعر کی حسیّت بھی ملاحظہ ہو ؎

یہ شاخِ گل متحرک صبا سے نہیں کہ چمن
کرے ہے دیکھ کے تیری قبائے گلگوں رقص

یہ شعر بھی دیکھیے۔ مکمل اکائی ہے پوری کائنات ؎

خلوت ہو اور شراب ہو، معشوق خوب رو
زاہد تجھے قسم ہے، جو تو ہو تو کیا کرے

یقینؔ نے طنز کے ذریعے بھی شعر کے طلسمی اثر کو بڑھایا ہے اور اسلوب کے تیکھے پن نے اسے تیرِ نیم کش بنا دیا ہے ؎

مجنوں کی خوش نصیبی کرتی ہے داغ دل کو
کیا عیش کر گیا ہے ظالم دیوانہ پن میں

یہ اندازِ بیان دیکھیے کس قدر دل نشین ہے ؎

ٹک ایک انصاف کر اتنی بھی کرتا ہے جفا کوئی
کرے گا بعد میرے کس توقع پر وفا کوئی
نظر آتا نہیں ثابت گریباں ایک غنچے کا
چمن پر یہ ستم کرتا ہے اے بادِ صبا کوئی

عشق کی بیکسی بھی ایشیائی شاعری کا خاص موضوع ہے۔ یقینؔ نے اس مضمون کو اکثر جگہ سادگی سے باندھا ہے اور ہر جگہ نئی بات پیدا کی ہے ؎

باغباں بے رحم اور در بند، دیواریں بلند
بُلبُلِ بے بال و پر گلشن میں جاوے کس طرح

لاچار لے دل اپنا گیا گور میں یقینؔ
اس جنس کا جہاں میں کوئی قدرداں نہ تھا

یہ جیوے ہجر میں، وہ وصل میں بھی جی نہیں سکتا
تکلف برطرف بُلبُل کو پروانے سے کیا نسبت

خوش آتی کب ہے قیدِ زندگی مجھ کو یقینؔ لیکن
مرے اس دام میں پھنسنے کا ہے وہ من ہرن باعث

یقینؔ کی شہرت اور عظمت کا ایوان ان کی سادگی اور پُرکاری کی بُنیاد پر قائم ہے۔ چند لفظوں میں بہت سے معنی پیدا کر دینا ایجاز نہیں، اعجاز ہے۔ غزل اور غزل گو کا کمال یہ ہے کہ دانہ کی گرہ میں خرمن کو بند کر دیا جائے۔ اور جذبات کو ظاہر کرنے کے لیے ایسے سلیس اور فصیح الفاظ لائے جائیں کہ ان سے جمالی اور حیاتی بصیرتوں میں

اضافہ ہو جائے۔ یقینؔ قدرِ اول کے شاعر نہ سہی، لیکن اسلوبی نفاست میں ان کو غزل کی تاریخ میں خاص اہمیت حاصل ہے۔ انھوں نے ایہام کو ترک کر کے سادہ گوئی شروع کی۔ پچھلے تمام ادبی معیاروں کو سامنے رکھا، فارسی کے ہاتھ اپنے آپ کو بیچا نہیں بلکہ اس کے حسن سے اردو کے جوہر کو چمکایا اور "اردوے صاف وسادہ" میں غزل سرائی کی اور اس کو ایک سنجیدہ قالب دیا۔ ان کے یہاں ریختہ کا حسن، ہندی کی ملاحت اور فارسی کی نزاکت باہم شیر و شکر ہو گئی ہے۔ یقینؔ کا فن ان کے عام تفکر اور تصورات اور ارثی سرمایہ کا جزو ہے اور اندازو اسلوب کی تاریخ میں ناگہانی حادثہ نہیں بلکہ ارتقائی منزل ہے اور مستقبل کے لیے مشعلِ راہ۔

یقینؔ کا شمار عرفیؔ شیرازی اور کیٹس (KEATS) کے ساتھ کرنا چاہیے جن کو جواں مرگی کے باوجود شہرتِ دوام حاصل ہوئی اور معاصرانہ مخالفت کے باوصف ان کے اشعار زبان زد ہو گئے۔ یقینؔ کے کلام میں عشق و محبت کے لطیف اور نازک جذبات کی جو خوبصورت تصویریں ملتی ہیں ان میں تصنع اور بناوٹ نہیں ہے، خلوص ہے، سچائی ہے، تجربہ ہے اور اسی لیے ان میں تاثیر ہے اور وہ ہمیں کچھ دیر کے لیے حلقۂ شام و سحر سے نکال کر محبت کے اسرار و رموز اور زندگی کی بڑی سچائیوں کی دنیا میں پہنچا دیتے ہیں اور یہ ان کا احسان معمولی نہیں ہے۔ ان کی شاعری میں زبان، جذبہ اور فکر کی آمیزش ہے۔ دھیما دھیما نغمہ اور شریفانہ ضبط و پندار ہے۔ سکون کے نیچے جوشِ تمنا کا اظہار اور غمِ آرزو کا اضطراب ہے۔ ذیل کے اشعار میں جو شدتِ اثر ہے وہ ملاحظہ ہو۔ یقینؔ نے یہ اثر کہیں تشبیہ و استعارہ سے اور کہیں سادگی اور بے ریائی سے پیدا کیا ہے ؎

یہ کوہِ طور سرمہ ہو گیا سارا ہی کیا کہیے
کوئی پتھر اگر بچتا تو دیوانے کے کام آتا

تری آنکھوں کی کیفیت کو مے خانے سے کیا نسبت
نگہ کی گردشوں کو دورِ پیمانے سے کیا نسبت

جی نکل جاتا ہے میرا جب کبھی آتی ہے یاد
وہ قسم کھا کر اسی ساعت مکر جانے کی طرح

سچ کہیو اے بلبلو کس باغ سے آتی ہو تم
ہے ہمارے بھی تمھیں کچھ آشیانے کی خبر

بہار آخر ہوئی ہے اب تو سینے دے گریباں کو
یقیں کرتا ہے کوئی اس قدر دیوانہ پن بس کر

ہائے میرا ہاتھ مت پکڑو کہ جیب گل کی طرح
چاک ہی کرنے میں ہے میرے گریباں کی پھبن

پڑی کہتی تھی یہ بلبل بہار آوے، بہار آوے
پڑا چین، اب لگی جب رنگ گل سے آگ گلشن میں

یقیں کے واقعے کی سن خبر وہ بد گماں بولا
یہ دیوانہ کچھ ایسا تو نہ تھا بیمار کیا کہیے

بہار آئی، بجاؤ عندلیبو ساز عشرت کے
گئیں حسرت کی وہ راتیں، گئے وہ دن مصیبت کے

اگر زنجیر میرے پاؤں میں ڈالی، تو کیا ہوگا
بہار آتے دو میرا ہاتھ ہے اور یہ گریباں ہے

نظر آتا نہیں ثابت گریباں ایک غنچے کا
چمن پر یہ ستم کرتا ہے، اے بادِ صبا کوئی

گریباں چاک کرنے سے ہمارے تجھ کو کیا، ناصح
ہمارا ہاتھ جانے اور ہمارا پیرہن جانے

درحقیقت یہ ہی اندازو اسلوب ہے:

ہمارا ہاتھ جانے اور ہمارا پیرہن جانے

جس نے یقینؔ کو ارشد ترین شاگردانِ میرزا مظہر میں شامل کر دیا تھا اور قائمؔ جیسے اُستاد کو یہ کہنا پڑا کہ یقینؔ "بزمِ شعرائے متاخرین" کے "صدر نشین" صاحبِ طرز اور "یگانۂ عصر" ہیں۔

یقین کی لسانی خدمات

مجنوں گورکھپوری نے لکھا ہے کہ یقین کے کسی شعر پر کسی اور شاعر کا دھوکا نہیں ہوتا۔ ان کی انفرادیت کا راز حسنِ بیان میں ہے۔ لیکن یقین، میرزا مظہر کے شاگرد اور ان کی تحریک اصلاحِ زبان سے بھی بے حد متاثر تھے۔ اُردو کے بیشتر تذکرے اس بات پر متفق ہیں کہ میرزا مظہر زبان دانی میں کمال رکھتے تھے اور بڑے خوش تقریر تھے۔ میر نے لکھا ہے:

"خوش تقریر بمرتبہ ایست کہ در تحریر نمی گنجد"[۱]

قدرت اللہ شوق نے بھی اسی بات کو دُہرایا ہے:

"خوش گو و خوش تقریر بہ مرتبہ البیست کہ در تحریر نمی آید"[۲]

انشاء اللہ خاں نے بھی "دریائے لطافت" میں ان کی فصاحت و بلاغت کی تعریف کی ہے:

"جس زمانے میں کہ راقم اپنے والد مرحوم کے ساتھ دارالخلافہ (دہلی) میں تھا، جنابِ فیض مآب میرزا صاحب علیہ الرحمۃ میرزا جانِ جاناں مظہر تخلص کی فصاحت اور بلاغت کی شہرت بے حد سننے میں آتی تھی۔ دل اور آنکھ میں کشمکش ہونے لگی کہ کیوں میرزا صاحب کے دیدار سے محروم رہوں اور ان بزرگ کے کلام معجز نظام میں جو لایزال لذت اور روحانی مٹھاس ہے اس سے کیوں باز رکھا جائے"[۳]

---

[۱] میر: نکات الشعراء طبع ۱۹۳۵ء ص ۵۔

[۲] قدرت اللہ شوق: تذکرہ طبقات الشعراء۔ ص ۶۱۔

[۳] دریائے لطافت مترجمۂ کیفی دہلوی، طبع اورنگ آباد۔ ۱۹۳۵ء ص ۲۷۔

محمد حسین آزاد نے صحیح لکھا ہے کہ میرزا مظہر ان چار افراد میں سے ہیں جنھوں نے اُردو زبان کو خراد پر چڑھایا اور اصلاحِ زبان و شعر میں اپنے دور کی قیادت کی۔ انھوں نے نہ صرف اُردو کو ایہام کے خارزار اور دکنی کے ثقیل عناصر سے پاک کیا بلکہ اس کے دائرہ کو وسعت دے کر اس میں یہ صلاحیت پیدا کردی کہ "وہ فضا کی پہنائیوں میں پرواز کر سکے۔"[1] میرزا مظہر بڑے نفیس مزاج اور جمال پرست صوفی تھے۔ وہ اَن گھڑ بے جوڑ اور لچر چیزوں کو برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ اس لیے انھوں نے زبان کو بھی نکھارا اور شاعری کو بھی حقیقی جذبات کا ترجمان بنایا۔ اس اعتبار سے وہ "جسدِ اُردو کے عناصرِ اربعہ میں سے ہیں۔"

میرزا مظہر نے اس نئے اور شائستہ طرز کے ذریعہ جس میں فارسی کی خوبصورت ترکیبیں اور وارداتِ قلب شامل ہیں، اُردو کی ایک نئی نسل کو تیار کیا اور اپنی اجتہادی کوشش سے اس کی آبرو اور توقیر بڑھائی۔ ان کے شاگردوں میں جس نے اصلاحی تحریک کو بامِ عروج پر پہنچایا۔ انعام اللہ خاں یقین خاص طور پر مشہور ہیں۔

نثار الحق نے "میر و سودا کے دور" میں لکھا ہے :

" دکنی طرز کی پیروی اہلِ شمال کے لیے غیر فطری تھی۔ اس میں خیال ادا کرنے کے لیے انھیں تکلف اور تصنع سے کام لینا پڑتا تھا۔ اب انھوں نے اس بات کی کوشش کی کہ اپنی روزمرہ کی زبان میں فارسی اجزا کی آمیزش کر کے شعر لکھیں ...[2] "

غرض مرزا مظہر کی تحریک کے بعد سے اُردو میں برج بھاشا اور دکنی ہندوستانی کی تقلید موقوف ہو گئی اور بہت سے الفاظ اور محاورے متروک قرار پائے۔ مثلاً نین۔ جگ۔ نت۔ لفظوں کی شکلوں اور املا میں بھی فرق پیدا ہو گیا۔ اس سے پہلے جس طرح بولتے تھے، اسی طرح لکھتے تھے۔ البتہ آج ہم لکھتے کچھ ہیں۔ پڑھتے کچھ ہیں۔ مثلاً تسبیح اور صحیح کہ اس زمانے میں یہ دونوں الفاظ تسبی اور صحی لکھے جاتے تھے[3]

---

[1] نثار الحق : میر و سودا کا دور، طبع کراچی۔ ۱۹۶۵ء۔ ص ۱۹۸۔

[2] نثار الحق : میر و سودا۔ کراچی۔ ص ۱۹۶۔

[3] " " " ۱۹۸۔ بحوالہ محی الدین قادری زور، ہندوستانی لسانیات۔

ان مصلحینِ فن میں مرزا مظہر اور ان کے شاگردوں کا نام سرِفہرست ہے۔ قدرت اللہ شوق لکھتے ہیں:

"می گویند اول کسے کہ طرزِ ایہام گوئی ترک نمودہ ریختہ را در زبانِ اردوئے معلّٰی شاہ جہاں آباد کہ الحال پسندِ خاطرِ عوام وخواصِ وقت گردیدہ مروج ساختہ زبدۃ العارفین قدوۃ الواصلین ...... میرزا جانِ جاناں متخلص بہ مظہر مرویست۔ فرشتہ صفت۔"[1]

یقین ان ہی کی روش پر گامزن ہوئے ہیں۔ سودا نے ان ہی اصولوں کو سامنے رکھ کر اس سنگ ریزۂ اُردو کو "درِ عدن" بنا لیا ہے۔

میر کہتے ہیں:

بہتر کیا ہے میں نے اس عیب کو ہنر سے

قائم جو یقین کے بھی ثنا خواں ہیں فرماتے ہیں:

قائم میں غزل طور کیا ریختہ ورنہ
اک بات لچر سی بزبانِ دکنی تھی

حاتم کا پرانا کلام آبرو اور ناجی کے طرز پر تھا اور وہ لطف سے یکسر خالی تھا۔ شاہ حاتم نے نئے رنگ کو سامنے رکھ کر اپنے دیوان کا انتخاب کیا اور اس کا نام "دیوان زادہ" رکھا۔ انھوں نے "دیوان زادہ" میں اس کا اہتمام کیا ہے کہ دکنی کے ثقیل الفاظ کو نکال کر ان کی جگہ اس روزمرۂ دہلی کو جگہ دی جو "مرزایانِ ہند اور فصیحانِ رند" کی زبان پر چڑھ گئے تھے یا ان فارسی عربی الفاظ کو بٹھایا جو "قریب الفہم اور کثیر الاستعمال" تھے[2]۔ انھوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ میں نے اس معاملے میں "متابعتِ جمہور" کے اصول کو مانا ہے اور غیر فصیح املا اور تلفظ کو ترک کر دیا ہے۔

دراصل مظہر اور یقین اس اصلاح یافتہ زبان کے موجد تھے[3]۔ اس تراش خراش

---

[1] تذکرہ قدرت: ذکر حاتم۔ [2] دیوان زادہ بحوالہ عبدالسلام ندوی: شعرالہند جلد اول ص ۳۶، طبع سوم ۱۹۴۲ء۔ [3] ایضاً ص ۳۷۔

سے اُردو سنور گئی اور اس کی شاعری کا حسن نکھر گیا۔ عہدِ مظہر اور یقین میں جو تغیرات زبان میں پیدا ہوئے ان کی ایک مختصر فہرست صغیر بلگرامی کے "جلوۂ خضر" اور مولانا عبدالسلام ندوی کی "شعر الہند" کی مدد سے پیش کی جاتی ہے۔ اس فہرست میں بہت سے الفاظ کا اضافہ کیا جا سکتا ہے۔ یہاں مقصود صرف ایک رجحان کو واضح کرنا ہے اور یہ بتلانا ہے کہ ان بزرگوں نے "زبانِ ہند بھاکا" کو موقوف کر کے روزمرۂ دہلی کو جو "مرزایانِ ہند" کی زبان پر چڑھا ہوا تھا، رائج کیا[1] اور اس کے اعادہ میں مضائقہ نہیں کہ مرزایانِ ہند کی زبان پر بہت سے فارسی عربی کے الفاظ چڑھے ہوئے تھے اور وہ ان کے روزمرّہ کا حصّہ بن گئے تھے۔ راجہ شیو پرشاد ستارۂ ہند نے اپنے خطبے (کچھ بیاں اپنی زباں کا) میں جو انھوں نے حیاتِ غالب یعنی ۱۸۶۸ء میں دیا تھا[2] یہ لطیفہ لکھا ہے :

"ایک شاعر دہلی کے نواح میں پہنچا۔ پوچھا قلعہ کتنی دُور ہے۔ لوگوں نے جواب دیا پاس ہے، آگے بڑھ کر پھر پوچھا۔ جواب ملا نجیک ہے۔ آگے بڑھ کر پھر پوچھا۔ جواب پایا "نزدیک ہے"۔ آگے بڑھ کر پھر پوچھا۔ لوگوں نے کہا "قریب ہے"۔ جب قلعہ کا دروازہ دکھلائی دیا۔ پھر پوچھا۔ لوگوں نے بتلایا "متصل ہے"۔"

میرزا مظہر اور یقین کے زمانے میں جہاں تک اصلاحِ زبان کا تعلق ہے بے اعتدالی نہیں برتی گئی۔ لیکن آگے چل کر ناسخ کے زمانے میں اس میں بے اعتدالیاں برتی گئیں اور ہندی کے سبک اور ہلکے پھلکے الفاظ نکال دیے گئے۔ میرزا مظہر اور یقین کی نظر لسانیات کے صحیح اصولوں پر تھی جیسا کہ ذیل کی فہرست سے معلوم ہوگا۔ انھوں نے بے راہ روی نہیں برتی۔ بے اعتدالی کو داخل نہیں ہونے دیا اور "متابعتِ جمہور" اور روزمرہ کے اصولوں کو رہنما بنایا۔

---

[1] دیوان زادہ بحوالہ شعرالہند ج اول ص ۳۶۔

[2] اُردوئے معلیٰ قدیم اُردو نمبر۔ شعبۂ اُردو دہلی یونیورسٹی۔ اڈیٹر خواجہ احمد فاروقی۔ ص ۵۱ و ۵۲۔

لفظ زمانۂ ولی	تبدیلی درعہدِ مظہر و یقین	لفظ زمانۂ ولی	تبدیلی درعہدِ مظہر و یقین
کدھی	کبھی	سوں	سے
انکھیاں	آنکھیں	سیں	سے
انا	آنا	جھلکار	جھلک
اَوّل	اوّل	سریجن، پیو، پیا	دوست، معشوق، یار
مَن	دل	نمن	طرح
تمنا	تمھاری	مینے	میں
نین	چشم	رہا	عشق
جنھوں آگے	جنھوں کے آگے	بھیتر	اندر۔ میں
اگے	آگے	باج	بغیر
نِسدِن	ہمیشہ	پرت	غیر
درپن	آئینہ	موہن	معشوق
دارو	دوا	سرج	سورج
ستی	سے	بوجھے	
دیکھ	دیکھ کر	آنجھو	آنسو
ادن سوا	ان کے سوا	جیو	جی
نزیک	نزدیک		

عبدالسلام ندوی کا خیال ہے کہ ان اصلاحات کے بعد اردو شاعری فارسی کے قالب میں ڈھل گئی[1] اور سعدی و حافظ، کلیم و بیدل، طالب آملی اور شفائی کی

---

[1] شعرالہند: ج ۱ ص ۴۰۔

تقلید اور ترجمہ پر فخر کیا جانے لگا۔ یہ وہی نصیحت تھی جو شاہ سعداللہ گلشنؔ نے ولیؔ دکنی کو کی تھی کہ :

"شما زبانِ دکنی را گذاشتہ، ریختہ را موافقِ اُردوے معلّٰی شاہ جہاں آباد موزوں بکنید کہ تا موجبِ شہرت و رواجِ قبولِ خاطرِ صاحب طبعانِ عالی مزاج گردد"[1]

"نکات الشعرا" میں مزید لکھا ہے کہ گلشنؔ نے مضامینِ فارسی کو اُردو میں منتقل کرنے اور اُردو شاعری کو فارسی کے طرز پر ڈھالنے کی سفارش کی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ شعراے فارسی کی غزلوں پر غزلیں کہی جانے لگیں اور اس زبان کے محاوروں کو اُردو میں منتقل کیا جانے لگا۔ یقینؔ کا دیوان ان مثالوں سے بھرا ہوا ہے۔ مثلاً معذور داشتن اور بجانہ ماندن کا ترجمہ کرتے ہیں ؎

ناصح جو یہ نصیحتِ بے جا نہ میں سُنی
معذور رکھیو مجھ کو مرا دل بجا نہ تھا

یا طرح اختیار کردن کا ترجمہ ملاحظہ ہو ؎

مرنے کی طرح میں نے جو یہ اختیار کی
دیکھا تو زندگی میں مزا کچھ رہا نہ تھا

یا بیا رفتن کا ترجمہ کیا ہے ؎

لذّتیں ساری گرفتاری کی، جاتی ہیں بباد
جب قفس میں یاد آتی ہے گلستاں کی ہوا

آشیاں بستن کا ترجمہ اُردو میں نظم کیا ہے ؎

نہیں ہمیں فرصت کہ اب کے سال باندھیں آشیاں
باغباں کا حکم یوں ہے اے گُلستاں الوداع

یقینؔ نے حسن و عشق کے مضامین اور اخلاقی موضوعات ہی کو فارسی سے اُردو

---

[1] تذکرہ قدرت : ذکرِ ولیؔ۔

میں منتقل نہیں کیا بلکہ اس کے الفاظ، مرکبات اصطلاحات اور تلمیحات کو بھی اُردو میں داخل کیا اور اس طرح اس کے دائرے کو پہلے سے زیادہ وسیع کر دیا۔

یقینؔ نے بعض مضامین فارسی سے لیے ہیں اور ان کو اُردو کے لباسِ نو میں پیش کیا ہے مثلاً ملا شیداؔ کا مشہور شعر ہے ؎

طالعِ شہرتِ رسوائی مجنوں بیش است
ورنہ طشتِ من و او ہر دو زیک بام اُفتاد

یقینؔ نے اس مضمون کو یوں باندھا ہے ؎

یقینؔ اقبال ہاتھ آتا نہیں، کچھ جی کے جانے سے
نہیں ہونے کو ہم فرہاد گر سو بار سر چیریں

سعدیؔ کا شعر ہے ؎

مجوچشمِ وفا زیں بلبلاں چشم
کہ ہر دم بر گلِ دیگر سرایند

یقینؔ کہتے ہیں ؎

گل و بلبل کی صحبت کیا نہیں دیکھی یقیںؔ تو نے
جو اُمیدِ وفا رکھتا ہے تو ان خوب رویاں سے

حکیم سنائیؔ کا شعر ہے ؎

مکن در جسم و جاں منزل کہ ایں دون ست و آں ادنیٰ
قدم زیں ہر دو بیروں نہ نہ ایں جا باش و نے آں جا

یقینؔ کا انداز ملاحظہ ہو ؎

یار گر منظور ہے دنیا و عقبیٰ سے گزر
منزلِ مقصود ہے دونوں جہانوں سے پرے

یقینؔ کے کلام کی پیروی باعثِ فخر سمجھی جاتی تھی اور بعض ان کے دیوان کے مطالعے کو اپنی زبان کی اصلاح کا ذریعہ جانتے تھے۔ یہ شوق شمال سے جنوب تک پھیلا

ہوا تھا۔ اسی لیے بعض تذکرہ نویسوں نے شیر سنگھ ظہور، سیتارام عمدہ اور عبدالولی عزلت کو یقین کا شاگرد لکھ دیا ہے۔ شفیق اورنگ آبادی نے تو یقین کی ہر غزل پر غزل کہی ہے۔ یہی رجحان میر، سودا، حاتم، تاباں، میر محمد باقر حزیں، احسن اللہ خاں بیان اور محمد فقیہہ دردمند کئی شعرا کے یہاں ملتا ہے اور ان کے یہاں ہم مضمون یا ہم طرح اشعار کثرت سے مل جاتے ہیں۔ میر کا مشہور شعر ہے ؎

سروِ شمشادِ چمن میں قد کشی کی ہے نزاع
تم ذرا چل کر کھڑے ہو، فیصلہ ہو جائے گا

لیکن یقین نے اس مضمون کو اس طرح باندھا ہے اور سچ یہ ہے کہ میر سے آگے نکل گئے ہیں ؎

جی میں آتا ہے ترے قد کو دکھا دیجے اُسے
باغ میں اتنا اکڑتا ہے یہ شمشاد کہ بس

میرزا مظہر کا شعر ہے ؎

اے بادِ صبا ادب ضرورست
ایں مشہدِ ماست گلستاں نیست

یقین فرماتے ہیں ؎

یہ بلبلوں کا صبا مشہدِ مقدس ہے
قدم سنبھال کے رکھیو نرا یہ باغ نہیں

اگر غور سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ یقین کے یہاں مضمون کی شوخی اور معنی کو وسعت زیادہ ہے۔ حافظ کا شعر ہے ؎

شب تارست درہ وادیٔ ایمن در پیش
آتشِ طور کجا، وعدۂ دیدار کجاست

یقین کا انداز و اسلوب بھی کچھ کم دل کش نہیں۔ تلمیح کا یہ خلاقانہ استعمال ملاحظہ ہو ؎

فیض ہوتا ہے مکیں پر، نہ مکاں پر نازل　　　　ہے وہی طور، و لے شعلۂ دیدار کہاں

سعدی نے یار کے قد کو سرو سے تشبیہہ دی ہے لیکن بقول شبلی رفتار نہ ہونے کی وجہ سے اسے قدِ یار سے کم تر قرار دیا ہے۔ یقین نے کمی کا سبب یہ قرار دیا ہے کہ وہ سرکش تو ہے لیکن طنّاز نہیں، دونوں شعر یہ ہیں۔

سعدی ؎

سرو را مانی ولیکن سرو را رفتار کو
ماہ را مانی ولیکن ماہ را گفتار نیست

یقین فرماتے ہیں ؎

یار کے قد کو نہ دے سرو سے تشبیہہ یقین
سرکشی میں تو مسلّم، ولے طنّاز نہیں

یقین کا ایک اور شعر ہے ؎

زمیں پر جس طرح گرتا ہے سایہ سرو رعنا کا
ترے قامت کے آگے فرش ہو جاتی ہے رعنائی

میرزا مظہر کی اصلاحی تحریک کے تین پہلو تھے: ایک تو روزمرۂ دہلی پر زور، دوسرے فارسی کے اندازو اسلوب اور اس کی شیرینی کو اُردو سے ہم آمیز کرنا، تیسرے رعایتِ لفظی اور ایہام کو ختم کر کے اسے دلی جذبات کا آئینہ دار بنانا۔ یقین اس تحریک سے پوری طرح متاثر تھے۔ اسی وجہ سے ان کے یہاں دوغزلہ سہ غزلہ نہیں۔ زیادہ تر پانچ شعروں کی سادہ زبان میں پرکار غزلیں ہیں۔ متروکات کی تعداد بھی کم اور بہت کم ہے۔ مرزا فرحت اللہ بیگ نے صحیح لکھا ہے:

"میر، سودا اور درد، یقین کے بہت عرصہ بعد تک زندہ رہے اور اس زمانے تک اُردو نے بہت کچھ ترقی کر لی تھی۔ بہت سے الفاظ ترک ہو گئے تھے اور ان کی بجائے نئے الفاظ داخل ہو چکے تھے۔ لیکن الفاظِ متروک یقین کے یہاں اس قدر کم آئے ہیں کہ اس زمانے کے شاید ہی کسی شاعر کے ہاں آئے ہوں گے۔ انگلیوں پر گِنے جا سکتے ہیں اور آئے بھی ہیں تو ایک ایک دو دو شعروں میں آئے ہیں۔

یہ نہیں کہ ہر شعر میں کوئی نہ کوئی ترک شدہ لفظ موجود ہو۔ ان کے ہاں جیونا بجائے
جینا۔ کیدھر بجائے کدھر۔ بوجھنا بجائے جاننا۔ جاگہ بجائے جگہ تمام دیوان میں
ایک ایک جگہ اور ایدھر بجائے ادھر۔ ستی اور سیتی بمعنی سے دو دو جگہ آیا ہے
اور بس[1]۔"

یقینؔ کے عہد میں اُردو زبان تشکیل و تعمیر کے ایک اہم دَور سے گزر رہی تھی۔
اس لیے ان کے یہاں تعقید، تنافر، ایہام اور رعایتِ لفظی بھی مل جاتی ہے۔ تذکیرو
تانیث کا فرق ملتا ہے۔ اکثر الفاظ ایسے ہیں جو اب مذکر سے مونث یا مونث
سے مذکرّ ہو گئے ہیں۔ بعض جگہ ایک ہی لفظ کو کبھی مونث اور کبھی مذکرّ لکھا ہے۔
مثلاً بلبل کو مونث اور مذکرّ دونوں طرح باندھا ہے۔ لفظ تلاش آج مونث ہے
یقینؔ نے اسے رواج زمانہ کے مطابق مذکرّ باندھا ہے، یہی صورت لفظ سیر اور
لفظ مرگ کی ہے۔ یہ دونوں مذکرّ نظم کیے ہیں۔ لیکن آج وہ مونث ہیں۔

ان اجتہادی کوششوں اور اصلاحوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ اُردو، فارسی کے مقابلے میں
زیادہ مقبول ہوگئی اور خانقاہ سے بازار تک اسی کا سِکّہ چلنے لگا۔ اس میں فارسی کا
جمال، روزمرۂ دہلی کا لُطف اور غزل کی تحسین و تہذیب سب شامل ہو گئی۔ اس
وقت خانقاہ کی حیثیت ایک اہم مرکز تھی اور تصوّف کو معیار اقدار میں سب سے
بڑا درجہ حاصل تھا۔ دیہی معیشت کمزور ہو چکی تھی اور ہر طرف ناآسودگی، بے اطمینانی
اور بے ثباتی کا دَور دَورہ تھا۔ اسی وجہ سے عشق زندگی کا سب سے بڑا سہارا
تھا اور غزل اس کے اظہار کا سب سے بڑا ذریعہ۔ یقینؔ کے ارثی سرمایے میں
بزرگ زادگی، تصوّف اور شرافت کو بڑی اہمیت حاصل تھی۔ اسی وجہ سے ان کی غزل
کے لب و لہجے میں ضبط اور سنجیدگی ہے۔ تپش اور شوریدگی کے ساتھ ساتھ بڑا رکھ رکھاؤ
اور ٹھہراؤ ہے۔ زبان شستہ اور نکھری ہوئی ہے اور باوجود کہیں کہیں تعقید کے لب و

---

[1] مقدمہ دیوان یقینؔ ص ۸۲ و ۸۳۔

لہجہ اتنا نرم اور ملایم ہے کہ ان کی آواز الگ پہچانی جاتی ہے۔ ان کی بحریں اتنی شگفتہ، ان کے قافیے اور ردیفیں ایسی موثر، مترنم اور دلآویز تھیں کہ ان کی نظیر پیش کی جاتی تھی۔ شعراان کی پیروی پر فخر کرتے تھے اور غزل میں "نزاکت لطف وقبول" کو یقین کی دین سمجھتے تھے۔

حق کو یقین کے یارو! بربادمت دو آخر
تم نے سخن کی طرزیں اس سے اڑائیاں ہیں

بحریں، قافیے اور ترکِ حروف

یقینؔ بحروں کے انتخاب میں اپنے معاصرین سے زیادہ خوش مذاق ہیں۔ سب سے زیادہ غزلیں انھوں نے بحر ہزج مثمن سالم (مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن) میں کہی ہیں[۱] جس کے متعلق علمائے بلاغت کا متفقہ فیصلہ ہے کہ یہ خوش ترین اوزان میں سے ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ غزل کے مزاج کے شناسا تھے اور جذبہ اور احساس کی نغمگی کو الفاظ کے پیکر میں اس طرح ڈھالتے تھے کہ اس کی غنائیت بڑھ جاتی تھی۔ گارساں دتاسی نے لکھا ہے:

"اہلِ ہند نے ان کے کلام کو حفظ کر لیا ہے اور اکثر بطور نظیر پیش کرتے ہیں[۲]"

مرزا فرحت اللہ بیگ نے لکھا ہے:

> "یقینؔ کی بحریں ایسی شگفتہ، اس کے قافیے اور ردیفیں ایسی مرغوبِ طبع اور اس کے الفاظ ایسے سیدھے اور سادے اور موثر ہوتے تھے کہ عام تو عام، خواص پر بھی اثر ڈالے بغیر نہ رہ سکتے تھے[۳]"

اس کا اندازہ یقینؔ اور ان کے زمانے کے اُستادوں اور معروف شاعروں کی

---

[۱] مرزا فرحت اللہ بیگ نے لکھا ہے کہ یقینؔ نے ۱۰۰ غزلوں میں سے ۱۷ غزلیں مذکورہ بحر میں لکھی ہیں۔ مقدمہ دیوانِ یقینؔ۔ ص ۶۱۔

[۲] گارساں دتاسی۔ ۔

[۳] مقدمہ دیوانِ یقینؔ۔ ص ۶۶۔

ہم طرح غزلوں سے ہوتا ہے کہ یقینؔ نے بعض قافیوں کو چمکا دیا اور بعض طرحی زمینوں کو آسمان سے ملا دیا۔ حاتمؔ، میرؔ، سوداؔ اور تاباںؔ جیسے شعرا ان کی تقلید پر مجبور ہوئے اور بعض نے تضمین کے ذریعے یقینؔ کو خراجِ عقیدت پیش کیا۔ سوداؔ کا یہ خمسہ ملاحظہ ہو ؎

مصرع کو یقیںؔ تیرے سوداؔ نے سُنا تھا کل
روتا ہے وہ یوں تب سے برسے ہے گویا بادل
ہے رعد نمط نالاں، بجلی کی طرح بے کل
پڑھتا ہے یہی پھر پھر آنکھوں کے تئیں مل مل
"کیا کام کیا دل نے دیوانے کو کیا کہیے"

میر عبدالحیٔ تاباںؔ کی تضمین بھی لائقِ ذکر ہے ؎

یقیںؔ ہے میرے تئیں تاباںؔ کہ جمع نونہالوں سے
"یہ اٹکھیلی سے چلنے کی طرح شمشاد کیا جانے"

یقیںؔ کا پورا شعر یوں ہے اور واقعی قیامت ہے ؎

درختوں سے نہ دے تشبیہہ اس قد کو یقیںؔ ہرگز
یہ اٹکھیلی سے چلنے کی طرح شمشاد کیا جانے"

یقیںؔ کے زمانے میں ہ اور ڑ کا قافیہ جائز سمجھا جاتا تھا۔ یقیںؔ نے بھی "شور" اور "چھوڑ" کو اور "گوری" اور "تھوڑی" کو ہم قافیہ لکھا ہے۔ لیکن اس قسم کی مثالیں کم ہیں۔ ان کے یہاں تعقید کی مثالیں بھی مل جاتی ہیں جو اس زمانے میں عیب نہیں تھی۔ اس طرح یقیںؔ نے بعض حروف کو ترک کر دیا ہے جو اس زمانے میں

گوارا تھا مثلاً ؎

ناصح جو یہ نصیحتِ بے جا نہ میں سنی

یہاں "نے" چھوڑ دیا ہے اور نہیں کے بجائے نہ استعمال کیا ہے۔

یا ع

رفیقانِ موافق ساتھ زنداں بھی گلستاں ہے

یہاں "کے" حذف کر دیا ہے لیکن ہمیں یقینؔ کی قواعد کو اُس زمانے کی لسانی تاریخ کی روشنی میں دیکھنا چاہیے۔ یہ غلطیاں جو آج غلطیاں ہیں، یقینؔ کی اتنی نہیں جتنی اُن کے عہد کی ہیں۔

تدوینِ دیوانِ یقینؔ

یقینؔ کا ذکر بیشتر تذکرہ نگاروں نے احترام اور عقیدت کے ساتھ کیا ہے اور وہ ان کے اشعار کی نمکینی اور اثر انگیزی کے معترف ہیں۔ قدرت اللہ شوقؔ نے ان کو بارگاہِ ریختہ کا اُستاد اور قائمؔ نے بزم شعرائے متاخرین کا صدر نشین کہا ہے لیکن افسوس ہے کہ اس "یوسفِ کنعانِ معانی" کا کلام شمال و جنوب، مشرق و مغرب میں بکھرا ہوا ہے اور کسی نے یقینؔ کے کلام کو ترتیب دینے کے لیے متنی تنقید کے جدید اصولوں کو پیشِ نظر نہیں رکھا۔ مرزا فرحت اللہ بیگ کا مرتب کیا ہوا "دیوان یقینؔ" مبارک کوشش ہے لیکن اس میں بھی متن کی تحقیق میں جدید اصولوں کو مدنظر نہیں رکھا گیا۔ اس کو بھی چھپے ہوئے ۴۵ برس ہو گئے ہیں۔ اور اب کم یاب ہے۔ اس لیے اس کی ضرورت محسوس کی گئی کہ دیوانِ یقینؔ کا ایک صحیح اور مستند متن تیار کیا جائے اور تمام قدیم اور معتبر نسخوں کو سامنے رکھ کر مستند مواد تک پہنچا جائے۔ ان نسخوں کو باہم ملایا جائے اور اختلافاتِ نسخ حاشیے میں دکھائے جائیں۔

یورپ میں اُنیسویں صدی کے وسط تک اور برصغیر میں اس وقت تک یہ عام رواج رہا ہے کہ ایک اچھے نسخے کو بنیاد بنا لیا گیا اور اس کو سامنے رکھ کر قیاسی تصحیح کر دی گئی اس طریقے میں سب سے بڑی خرابی یہ ہے کہ بنیاد کو پہلے ہی سے مستند معتبر اور خطا سے خالی سمجھ لیا جاتا ہے۔ ہم نے تمام قدیم اور اہم مخطوطوں قلمی بیاضوں کو جمع کر کے نہ صرف ان کا تقابلی مطالعہ کیا ہے بلکہ ان کو تنقیح اور تہذیب کے اصولوں کی روشنی میں پرکھا ہے اور جہاں ضروری سمجھا ہے تصحیح اور ترجیح کے وجوہ بیان کیے ہیں۔

چنانچہ دیوانِ یقینؔ کے متن کی تصحیح کرتے وقت سب سے اہم مسئلہ قلمی نسخوں کے

فراہم کرنے کا تھا۔ ۱۸۵۷ء کی بغاوت کے بعد ہمارے ادبی ذخیرے بکھر گئے یا ورق ورق ہو کے اُڑ گئے ہیں۔ ایک نسخہ لندن میں ہے۔ دوسرا کیمبرج میں۔ ہندوستان میں بھی کوئی جامع کتب خانہ نہیں ہے۔ کچھ مواد کلکتہ اور پٹنہ میں ہے، کچھ حیدر آباد اور رام پور میں۔ اس سے ایک روایتی سماج کے پروردہ طالب علم کی دشواریوں کا اندازہ کیجئے جس کے لیے ذوقِ سفر بھی آسان نہیں۔ تاہم اس اہم کام کے پیشِ نظر ہندوستان اور باہر کے تمام کتب خانوں کی فہرستوں کا مطالعہ کیا اور جن کتب خانوں میں دیوانِ یقینؔ کے قلمی نسخے ملے۔ ان کی فوٹو کاپیاں حاصل کی گئیں۔ دیوانِ یقینؔ کے نسخے حیدر آباد کے کتب خانوں میں کثرت سے موجود ہیں چنانچہ سب سے زیادہ نسخے وہیں سے حاصل ہوئے اور وہاں جاکر اور رہ کر حیدر آباد کے کتب خانوں سے استفادہ کیا گیا۔ حیدر آباد کے علاوہ انڈیا آفس لندن۔ انجمن ترقی اردو ہند علی گڑھ اور ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ سے "دیوانِ یقینؔ" کے قلمی نسخوں کی فوٹو کاپیاں حاصل کی گئیں۔ جن مطبوعہ اور غیر مطبوعہ نسخوں سے دیوان کی تدوین و تہذیب میں بطور خاص استفادہ کیا گیا ہے ان کی مجمل کیفیت درج ذیل ہے۔ باقی مآخذ کے لیے کتابیات سے رجوع کیا جائے۔

دیوانِ یقینؔ (فوٹو اسٹیٹ کاپی) مکتوبہ ۱۱۷۸ھ۔ مخزونہ سالار جنگ اسٹیٹ لائبریری۔

حیدر آباد۔

اوراق : ۷۷

خط : نستعلیق

روشنائی : سیاہ

آخر میں ترقیمہ درج ہے۔

"حسب الارشاد نواب صاحب والا دودمان نواب سید حسن خاں بہادر
دام ظلہٗ دیوان ہندی انعام اللہ خاں المتخلص یقینؔ بدستخط کے از بندہ ہائے
ابن آلِ اطہار صلوات اللہ علیہم اجمعین اللہ یار ۱۱۷۰ھ پیرایہ تحریر پزیرفت۔
نوشتہ بماند بخط غریب "نصرمن اللہ و فتح قریب"

اس دیوان کے اخیر میں کچھ صفحات سوداؔ کے کلام کے بھی شامل کردیے گئے ہیں اور اس کے بعد کچھ صفحات افسانہ قصہ بے باندی کے ہیں۔ اس کے اخیر میں بھی ترقیمہ درج ہے۔

یقینؔ کا دیوان اور سوداؔ کا کلام بہت صاف اور پاکیزہ نستعلیق میں لکھا ہوا ہے۔ کاتب بہت خوش خط ہے۔ کاغذ پرانا ہے۔ کرم خوردگی کے آثار ہیں لیکن ہر لفظ پڑھنے میں آتا ہے۔ اس دیوان میں یقینؔ کا پورا اردو کلام موجود ہے۔ غزلیں سلسلہ وار ہیں۔ اور اس نسخے میں کتابت کی اغلاط دوسرے نسخوں کے مقابلے میں کم ہیں۔

یہ نسخہ کئی اعتبار سے نہایت اہم ہے۔ ایک تو اس نسخے کا ترقیمہ موجود ہے۔ کاتب کا نام بھی ملتا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ جب یقینؔ کی حیات یا انتقال کے قریب کا کوئی نسخہ نہ مل سکا تو اس نسخے کو جو کہ ۱۱۷۰ھ کا ہے یقینؔ کی تاریخِ وفات ۱۱۶۹ھ کے قریب مان کر بھروسے کے قابل سمجھا گیا۔ میرے پاس دیوانِ یقینؔ کے جو اور نسخے موجود ہیں ان میں ۱۱۷۰ھ سب سے قدیم سنہ ہے اس لیے بھی اس نسخے کو دوسرے نسخوں پر تقدمِ زمانی حاصل ہے۔ ایک اور بات جو دیوانِ یقینؔ کی تصحیح کے سلسلے میں سامنے آئی وہ یہ ہے کہ اس نسخے کے حاشیے پر یقینؔ کے ہم عصر شاعر عبدالولی عزلتؔ نے مصرع پر اصلاح دی ہے اور اس پر ان کے دستخط بھی موجود ہیں۔ عزلتؔ کے مطالعے میں جو نسخہ رہ چکا ہو اس کا پایۂ اعتبار دوسرے نسخوں سے اس لیے بڑھ جاتا ہے کہ عزلتؔ یقینؔ کے مداح اور معترف رہے ہیں جس کا ذکر مختلف تذکرہ نگاروں نے کیا ہے۔ اور ویسے بھی جو نسخہ کسی ہم عصر شاعر کے مطالعے میں رہ چکا ہو وہ دوسرے نسخوں سے بہتر ہو سکتا ہے۔

دیوانِ یقینؔ : (قلمی)، مکتوبہ ۱۱۸۴ھ۔ مخزونۂ انجمن ترقی اردو علی گڑھ۔

خط : نستعلیق

روشنائی : سیاہ

تعدادِ غزلیات : ۱۵۹

ترقیمہ : "تاریخ چہار دہم شہر شوال ۱۱۸۴ھ بوقت سہ پہر بروز پنج شنبہ

بہ اتمام رسید از فقیرِ حقیر جمال محمد خادم درگاہ حضرت ....

.. ... صاحب قدس اللہ سرعزیز

والسلام

ایک جگہ لکھا ہے :" مالک ایں کتاب سید حیات .. .. جس صفحے پر پہلی غزل درج ہے اس صفحے پر لکھا ہے" ایں دیوانِ یقینؔ عنایتِ جمال محمد صاحب است۔ یہ نسخہ جگہ جگہ سے کرم خوردہ ہے اس لیے اس کو پڑھنے میں کافی دقت محسوس ہوتی ہے۔ بہت سے حروف کٹ گئے ہیں۔ اس نسخے میں یقینؔ کا تقریبًا مکمل کلام موجود ہے۔ غزلیں سلسلہ وار دی ہوئی ہیں۔

دیوانِ یقینؔ (فوٹو اسٹیٹ کاپی) مکتوبہ ۱۱۸۰ھ مخزونۂ سالار جنگ اسٹیٹ لائبریری حیدرآباد۔

اوراق : ۷۰

روشنائی : سیاہ

خط : نستعلیق

اس نسخے کا کاغذ پرانا معلوم ہوتا ہے۔ اس کی وجہ سے کاغذ کا رنگ بدلا ہوا ہے۔ جگہ جگہ کیڑا لگنے کے نشانات ہیں لیکن کوئی حرف کرم خوردہ نہیں ہے۔

آخر میں ترقیمہ درج ہے۔

"ایں دیوانِ من تصنیف یقینؔ وسخن رنگین و رو آگین متوطن شاہجہاں آباد بتاریخ ششم شہر شوال المکرم ۱۱۸۸ھ بروز مبارک شنبہ بوقت چاشت در بلدہ خجستہ بنیاد کہ نواب نظام الدولہ بہادر کوچ فرمودہ برسعت کردہ فرود آمدہ بودند برائے برخوردار ثمرۃ الفواد لالہ بیوانی پرشاد بخط زشت سخیف عاصی میر محمد شریف در حویلی لالہ عالمگیر لعل باتمام رسانیدہ تمت تمام شد کارِ من نظام شد۔

ہر کہ خواند دعا طمع دارم | زانکہ من بندہ گنہگارم
نوشتہ نماند سیاہ بر سفید | نویسندہ را فردا امید
نوشتہ بماند بخط غریب | کہ نصر من اللہ فتح قریب

آخیر میں کچھ اشعار درج ہیں جو کسی دوسرے شاعر کے ہیں۔ اس میں سے کچھ اشعار سوداؔ کے بھی ہیں۔ ان اشعار کے درمیان "محمد علی بود جانشین" کی مہر پڑی ہوئی ہے اس نسخے میں یقینؔ کا تقریباً مکمل کلام موجود ہے۔ غزلیں سلسلہ وار ہیں۔

دیوانِ یقینؔ : (فوٹو اسٹیٹ کاپی) مکتوبہ ۱۲۶۰ھ مخزونۂ سالار جنگ اسٹیٹ لائبریری حیدر آباد۔

اوراق : "

روشنائی : سیاہ

خط : نستعلیق

پہلے صفحے پر میر سالار جنگ یوسف علی خاں کی مہر لگی ہوئی ہے۔ کاغذ پرانا ہے جگہ جگہ کرم خوردگی کے آثار ہیں لیکن کوئی حرف کٹا ہوا نہیں ہے۔ سب حروف آسانی سے پڑھنے میں آتے ہیں۔

ترقیمہ سرخ روشنائی سے لکھا ہے۔ ترقیمہ پر میر سالار جنگ یوسف علی خاں

کی مہر لگی ہوئی ہے۔

ترقیمہ :

تمت تمام شد دیوانِ یقینؔ بروز پنجشنبہ بتاریخ بست و پنجم شہر جمادی الاوّل سنہ ۱۲۶۰ھ کاتب الحروف میر محمد ہدایت علی۔"

اس نسخے میں یقینؔ کا تقریباً پورا کلام موجود ہے۔ تمام غزلیں سلسلہ وار دی ہوئی ہیں۔

دیوانِ یقینؔ : (فوٹو اسٹیٹ کاپی) مخزونہ اسٹیٹ سنٹرل لائبریری آصفیہ حیدر آباد۔

اوراق : ۷۱

روشنائی : سیاہ

خط : نستعلیق شکستہ آمیز

یہ نسخہ بہت ہی بوسیدہ حالت میں ہے اور جگہ جگہ سے کرم خوردہ ہے شروع کے ۲۱ صفحات کو چھوڑ کر باقی دیوان زرافشانی کاغذ پر لکھا ہوا ہے۔ کاغذ پر باریک باریک سنہرے ذرّے سے بکھرے ہوئے ہیں۔ شروع کے ۲۱ صفحات خط نستعلیق میں بہت خوش خط لکھے ہوئے ہیں۔ باقی پورا دیوان شکستہ آمیز نستعلیق میں ہے۔ شروع کے ۲۱ صفحات کا کاتب بہت خوش خط ہے اور آخری صفحات کے کاتب کا خط بدلا ہوا ہے۔ کاغذ بوسیدہ ہونے کی وجہ سے پڑھنے میں بھی دشواری ہوتی ہے اور ہاتھ لگانے سے کاغذ ٹوٹتا ہے۔ آخر میں ترقیمہ درج ہے لیکن ہجری سنہ کرم خوردہ ہونے کی وجہ سے پڑھنے میں نہیں آتا۔

ترقیمہ :

تمت تمام شد کتاب دیوان یقینؔ بتاریخ چہارم شہر شوال ۹...۱۱ھ بدستخط

ابوالفضل نوشتہ شد وملک میاں فضل اکبر کسے دعویٰ کند باطل شود۔

اس نسخے کی غزلوں کی ترتیب میں تسلسل ہے اور اس میں یقین کا تقریباً پورا کلام موجود ہے۔

دیوانِ یقین : (فوٹو اسٹیٹ کاپی) مخزونہ کتب خانہ آصفیہ سرکار عالی حیدر آباد۔
اوراق : ۶۴
روشنائی : سیاہ
خط : نستعلیق

اس نسخے میں ترقیمہ درج نہیں ہے۔ غزلیں سلسلہ وار ہیں۔ کاتب بہت خوشخط ہے۔ اس میں یقین کا تقریباً پورا کلام موجود ہے۔ یہ نسخہ کتب خانہ آصفیہ سرکار عالی حیدر آباد میں موجود ہے۔ اس کا لائبریری نمبر ۱۰۶۳۲ ہے۔

دیوانِ یقین : (فوٹو اسٹیٹ کاپی) مخزونہ کتب خانہ آصفیہ سرکار عالی حیدر آباد دکن۔
روشنائی : سیاہ
خط : نستعلیق

اس نسخے میں ترقیمہ درج نہیں ہے۔ غزلیں سلسلہ وار ہیں۔ کاتب خوشخط اور صاف ہے۔ اغلاط بہت کم ہیں اور اس میں یقین کا تقریباً مکمل کلام موجود ہے۔ یہ نسخہ کتب خانہ آصفیہ سرکار عالی حیدر آباد دکن میں موجود ہے۔ اس کا لائبریری نمبر ۱۰۵۰۷ ہے۔

دیوانِ یقین : (فوٹو اسٹیٹ کاپی) مکتوبہ ۱۱۹۴ھ مخزونہ انڈیا آفس لائبریری لندن۔
اوراق : ۵۷

خط : نسخ

صفحۂ اول : دیوانِ یقینؔ ہندی

دیوانِ انعام اللہ خاں یقینؔ معرفت عبدالرزاق خاں نویسا بندہ شد در ۱۱۹۴ھ

صفحۂ اوّل پر مہر ثبت ہے جس پر ہندی اور اردو میں "کتاب کالج فورٹ ولیم" لکھا ہوا ہے۔ دیوان کے آخری صفحے پر بھی ایسی ہی مہر لگی ہوئی ہے۔

اس نسخے میں یقینؔ کا تقریباً مکمل کلام موجود ہے۔ غزلوں کی ترتیب میں تسلسل ہے۔ کاتب خوشخط اور صاف ہے۔

دیوان یقینؔ : (فوٹو اسٹیٹ کاپی) مخزونۂ ایشیاٹک سوسائٹی لائبریری کلکتہ۔

اوراق : ۴۶

خط : نستعلیق

روشنائی : سیاہ

اس نسخے میں یقینؔ کے کلام کا انتخاب دیا ہوا ہے۔ کاتب بہت خوشخط اور صاف ہے۔ اس میں ترقیمہ نہیں ہے۔ ردیف وار غزلوں سے اشعار منتخب کیے گئے ہیں۔ ردیف ن اور ردیف ی میں پوری پوری غزلیں بھی ملتی ہیں۔

کلام یقینؔ کا قدیم ترین مخطوطہ (مطبوعہ) ذخیرۂ کیفی لاہور۔
محمد اکرام چغتائی۔ قومی زبان کراچی۔ اکتوبر ۱۹۶۸ء۔

کتاب خانہ دانش گاہ پنجاب لاہور کے ذخیرۂ کیفی میں ایک قلمی بیاض موجود ہے۔ جس میں کاتب نے انتخاب دیوانِ یقینؔ کے عنوان کے تحت تقریباً سارا دیوان یقینؔ نقل کر دیا ہے۔ اکرام صاحب کا دعویٰ ہے کہ اس میں بہت سا غیر مطبوعہ کلام بھی شامل

ہے۔ مذکورہ انتخاب کا سنہ کتابت ۱۱۶۸ھ ہے۔ یہ انتخاب بھی دیوانِ یقینؔ کی تصحیح کرتے وقت میرے پیشِ نظر رہا ہے افسوس ہے کہ اصل کا فوٹو حاصل نہ ہو سکا۔

دیوانِ یقینؔ : مطبوعہ فردوسی بنگلور۔

تعداد صفحات : ۶۰

صفحہ اول : بہ اہتمام بجسن مالا کلام درماہ شعبان ۱۳۰۲ھ مطبع فردوسی بنگلور۔

آخری صفحہ : قطعہ تاریخ منجانب محمد عبدالحفیظ صاحب معجز تخلص

قطعہ : ہے یہ استاد یقیںؔ کا دیواں خلق میں اس کی طرفہ ہے شہرت

کہا معجز نے سال طبع یقیںؔ مطلع نور و مقطع عبرت

۱۳۰۲ھ

در مطبع فردوسی واقع معسکر بنگلور مطبوع شد

خاتمۃ الطبع ص ۵۹

للہ الحمد والمنہ کہ یہ دیوانِ فصاحت عنوان باہتمام تمام بتاریخ یکم ذی قعدہ ۱۳۰۲ھ مطابق ۱۲ ماہ اگست ۱۸۸۵ھ کو مطبع فردوسی معسکر بنگلور میں رجسٹری ہو کر حلیۂ طبع سے آراستہ و پیراستہ ہوا۔

کتبہ غلام محمد عفی اللہ عنہ

سلسلۂ انتخابِ دواوین اساتذۂ اُردو زبان (مطبوعہ)

انتخاب دیوان

شاگردانِ حضرت میرزا مظہر جانِ جاناں یعنی

میر محمد حیات حسرتؔ

انعام اللہ خاں یقینؔ

میر محمد باقر حزیںؔ۔ خواجہ کمال الدین شاعرؔ۔ احسن اللہ بیانؔ۔

جس کو سید فضل الحسن حسرتؔ موہانی اڈیٹر اُردوئے معلّٰی نے مرتب کیا احمد المطابع کانپور

میں چھپواکر شائع کیا۔

یہ یقینؔ کے کلام کا انتخاب ہے۔ اس میں ردیف وار غزلوں سے اشعار منتخب کیے گئے ہیں۔ اس انتخاب میں حسرت موہانی نے سوداؔ اور مضمونؔ کے بھی کچھ اشعار شامل کر دیے ہیں مثلاً سوداؔ کا یہ شعر ؎

بدلا ترے ستم کا کوئی تجھ سے کیا کرے
اپنا ہی تئیں فریفتہ ہووے خدا کرے

اور مضمون کا یہ شعر ؎

چلا آگے سے جب کشتی میں وہ محبوب جاتا ہے
کبھی آنکھیں بھر آتی ہیں کبھی دل ڈوب جاتا ہے

اس انتخاب کے آخر میں یقینؔ کے نام سے ایک رباعی درج ہے جو دراصل برہانؔ عاصمی کا قطعہ ہے جس کی نشاندہی تذکرہ ہندی، گلشن بے خار" اور "تذکرہ شعرائے اردو" سے ہوتی ہے ؎

چمن کے تخت اوپر جب شہِ گل کا تجمّل تھا
ہزاروں بلبلوں کی فوج تھی اور شور تھا غل تھا
خزاں کے وقت گلشن میں یقیںؔ جز خار اور کچھ نہیں
بتاتا باغباں رو رو یہاں غنچہ تھا یہاں گل تھا

ان تمام نسخوں کی فراہمی کے بعد ان کا بہ غور تقابلی مطالعہ کیا اور ہر نسخے کے حسن و قبح پر توجہ دی گئی اور ان کو تنقیح اور تصحیح متن کے جدید اصولوں کی روشنی میں جانچنے اور پرکھنے کے بعد ان کے اختلافات اور وجوہ ترجیح حاشیے میں درج کیے گئے۔

تصحیح متن کے سلسلے میں جو اصول ہمارے پیش نظر رہے ہیں ان کا ذکر اوپر آچکا ہے۔ ہم نے ہر جگہ شعر کی صحیح اور قابلِ ترجیح شکل پیش کی ہے اور وجوہِ ترجیح ظاہر کر دیے ہیں جہاں کاتب نے سہواً کوئی لفظ گھٹا دیا ہے یا بڑھا دیا ہے یا تبدیل کر دیا ہے جس سے شعر کے معنی یا وزن میں خلل واقع ہوتا ہے۔ ایسی حالت میں دوسرے نسخوں سے مقابلے کے بعد جو صورت صحیح تصور کی ہے وہ متن میں درج کی ہے۔ پیشِ نظر دیوانِ یقینؔ میں ایسا ہی کیا گیا ہے۔

املا اور رسم خط قدیم ہی رکھا ہے اس لیے کہ زیادہ سے زیادہ مصنف کے عہد سے قریب رہے۔ اس وجہ سے "وہ" اور "وو" "توں" اور "تو" "کو" اور "کوں"

"یہاں" اور "یاں" "واں" اور "وہاں" "ایک" اور "اک" دونوں ہی ملتے ہیں اس لیے ان کو ایسے ہی رہنے دیا ہے۔ "تیرے" اور "ترے" "میرے" اور "مرے" وغیرہ کی یائے معروف اور یائے مجہول میں کاتبوں کی تقلید کے بجائے اشعار کی صحت اور موزونیت کا خیال رکھا گیا ہے۔

"کسی" اور "کسو" "کبھی" اور "کبھو" دونوں ہی ملتے ہیں اس لیے ان کو بھی ان کی اصل شکل میں رہنے دیا ہے۔

دیوانِ یقینؔ کے قلمی و مطبوعہ نسخوں کے لیے جن علامات سے حواشی میں کام لیا گیا ہے ان کی تفصیل حسبِ ذیل ہے۔

مخطوطہ

مخففات :

سالار ۱۱۷۸ھ / ۱۷۶۴ء	دیوانِ یقینؔ : سالار جنگ اسٹیٹ لائبریری حیدر آباد۔ مکتوبہ ۱۱۷۸ھ / ۱۷۶۴ء (فوٹو اسٹیٹ کاپی) اس نسخہ کو متن قرار دیا گیا ہے۔
سالار۱	دیوانِ یقینؔ : سالار جنگ اسٹیٹ لائبریری حیدر آباد مکتوبہ ۱۱۸۸ھ / ۱۷۷۴ء (فوٹو اسٹیٹ کاپی)
سالار۲	دیوانِ یقینؔ : سالار جنگ اسٹیٹ لائبریری حیدر آباد۔ مکتوبہ ۱۲۶۰ھ / ۱۸۴۴ء (فوٹو اسٹیٹ کاپی)
سینٹرل	دیوانِ یقینؔ : اسٹیٹ سینٹرل لائبریری آصفیہ حیدر آباد۔ (فوٹو اسٹیٹ کاپی)
آصفیہ۱	دیوانِ یقینؔ : کتب خانۂ آصفیہ سرکار عالی حیدر آباد۔ لائبریری نمبر ۱۰۶۳۲ (فوٹو اسٹیٹ کاپی)

آصفیہ۲	دیوانِ یقینؔ : کتب خانۂ آصفیہ سرکارِ عالی حیدر آباد۔ لائبریری نمبر ۱۰۵۷۰ (فوٹو اسٹیٹ کاپی)
انڈیا آفس	دیوانِ یقینؔ : انڈیا آفس لائبریری لندن مکتوبہ ۱۱۹۴ھ/۱۷۸۰ء (فوٹو اسٹیٹ کاپی)
انجمن	دیوانِ یقینؔ : انجمن ترقی اردو ہند علی گڑھ۔ مکتوبہ ۱۱۸۴ھ/۱۷۷۰ء (قلمی)
ایشیا	دیوانِ یقینؔ : ایشیاٹک سوسائٹی لائبریری کلکتہ (فوٹو اسٹیٹ کاپی)
فرحت	دیوانِ یقینؔ : مرتبہ فرحت اللہ بیگ۔ علی گڑھ ۱۹۳۰ء (مطبوعہ)
بنگلور	دیوانِ یقین : مطبع فردوسی بنگلور۔ مکتوبہ ۱۸۸۵ء (مطبوعہ)
حسرت	انتخاب دیوانِ یقینؔ : مرتبہ حسرتؔ موہانی۔ جلد چہارم۔ جز اوّل (مطبوعہ) طبع اول ۱۹۴۳ء۔ احمد المطابع۔ کانپور
بیاض	کلامِ یقینؔ کا قدیم ترین مخطوطہ۔ محمد اکرام چغتائی۔ قومی زبان کراچی۔ اکتوبر ۱۹۶۸ء (مطبوعہ)

دیوانِ یقین

غزل نمبر ۱

کون کر سکتا ہے اُس خلّاقِ اکبر کی ثنا
نارسا ہے شان میں جس کی پیمبر کی ثنا

سربسر اس مونہہ سے ہو سکتی ہے کب نعتِ رسول
یا ابو بکر و عمر، عثمان و حیدر کی ثنا

یہ زباں قابل ہے کب اس بات کی جو کیجے
حضرتِ زہرا کی اور شبیر و شبّر کی ثنا

نام حمد اور مدح کا لینا مجھے انصاف نہیں
کی ہے ساری عمر ترکانِ ستمگر کی ثنا

جیوں نماز اپنے پہ صبح و شام لازم کر یقیں
حضرتِ اُستاد یعنی شاہ مظہر کی ثنا

غزل نمبر ۲

کبھو یہ تھا کہ ہم پر وہ بتِ مغرور رو دیتا
بُرا جب دیکھتا، حالِ دلِ رنجور رو دیتا

تری زلفوں سے دل شیون میں ہے ایسا کہ گر سنتا
صدا اس چینیٔ مودار کی، فغفور رو دیتا

ہمیشہ کھینچتا ہوں اشکِ خوں کو دارِ مژگاں پر
اگر رونے مرے کو، دیکھتا منصور رو دیتا

تری جاگہ اگر پتھر بھی ہوتا آب ہو جاتا
پھٹی چھاتی مری کو دیکھ کوہِ طور رو دیتا

سحر کے چاک پر روتی ہے جوں شبنم یقیں میرا
جراحت دیکھتا، گر مرہم کافور رو دیتا

غزل نمبر ۳

نہ مرتا میں اگر صدقے ترے، جانے کے کام آتا
گر سنہ ناز کا تھا گالیاں کھانے کے کام آتا

بتاں خوں کر کے میرا سب لگے آپس میں یہ کہنے
یہ کافر جیوتا رہتا تو بت خانے کے کام آتا

اڑا دی اس ہوا نے مشتِ خاکِ مے کشاں ناحق
غبار اُن کا اگر رہتا تو پیمانے کے کام آتا

یہ کوہِ طور سرمہ ہو گیا سارا ہی کیا کہیے
کوئی پتھر اگر بچتا تو دیوانے کے کام آتا

لیا گھیر اس یقیں نے عشق کا آتش کدہ سب ہی
کوئی شعلہ جو بچ پڑتا تو پروانے کے کام آتا

غزل نمبر ۴

ہے ترے داغ سے سینۂ سوزاں میرا
آب و رنگ آگ سے رکھتا ہے گلستاں میرا

غم کے ہاتھوں نہ رہا کچھ بھی رفو کے قابل
بس کہ سو بار ہوا چاک گریباں میرا

موجِ دریا کی طرح ضبط میں آسکتا نہیں
کیوں کہ کوئی لکھے احوالِ پریشاں میرا

روا گر دیجیے اس کو بھی تو کچھ عیب نہیں
آئینہ سے بھی گیا دلِ حیراں میرا

میں تو ظاہر نہ کروں اس کی جفا کو لیکن
چھپ سکے کیوں کہ یقیں زخمِ نمایاں میرا

غزل نمبر ۵

مجھے گر حق تعالیٰ کارفرمائے جہاں کرتا
بتوں کو میں، بزور ان بےکسوں پر مہرباں کرتا

خدا دیتا مجھے گر میر سامانی خدائی کی
تو میں ان بلبلوں کو گلشنوں کا باغباں کرتا

رہا میں بےخبر افسوس لذت سے اسیری کی
جو میں یہ جانتا کنجِ قفس میں آشیاں کرتا

نہ دیتا عیش کی خسرو کو فرصت، قصرِ شیریں میں
جو میں ہوتا تو جائے شیر جوئے خوں رواں کرتا

یقیںؔ مجھ کو کیا اس ناتوانی نے خجل ورنہ
گلی کو یار کی لوہو سے اپنے گلستاں کرتا

غزل نمبر ۶

اگر مرکر نہ میں اس شوخ کی خاطر نشاں کرتا
خدا جانے، وفا میری کے حق میں کیا گماں کرتا

نہ ہوتا اس کی بدخوابی کا ڈر مجھ کو تو جی بھر کر
گلی میں یار کی، راتوں کو فریاد و فغاں کرتا

سمجھتا قدر میرے ضعفِ پیری کی سجن تب تو
جو تجھ سا کوئی تیرے تیر سے قد کو کماں کرتا

زباں فولاد کی ہو تب جو اسِ کوہ کن دیوے
ستم ہوتا اگر پرویز کو، عشق امتحاں کرتا

نہ آیا سر فرو ایدھر یقیںؔ کے فکرِ عالی کا
زمینوں کو وگرنہ ریختہ کی آسماں کرتا

غزل نمبر۷

نہیں معلوم اب کے سال میخانے پہ کیا گذرا
ہمارے توبہ کرنے سے پیمانے پہ کیا گذرا

برہمن سر کو اپنے پیٹتا تھا دیر کے آگے
خدا جانے تری صورت سے بتخانے پہ کیا گذرا

حیا لوگوں سے برجا پر غضب ہے اتنی ہشیاری
نہ پوچھا یہ کبھو تو نے کہ دیوانے پہ کیا گذرا

مجھے زنجیر کر رکھا ہے ان شہری غزالوں نے
نہیں معلوم میرے بعد ویرانے پہ کیا گذرا

یقیںؔ کب یار میرے سوزِ دل کی داد کو پہونچے
کہاں ہے شمع کو پروا کہ پروانے پہ کیا گذرا

غزل نمبر۸

ہیں زخم مرے کاری، اس سینے سے کیا ہوگا
اب مرنا ہی بہتر ہے، اس جینے سے کیا ہوگا

اس کم نگہی سے کب، بجھتی ہے عطش دل کی
ساقی مجھے اتنی سی، مے پینے سے، کیا ہوگا

کہتے ہیں کہ تسخیریں آئینے کو آتی ہیں
دل سے نہ ہوا جو کام، آئینے سے کیا ہوگا

مستوں کا غبارِ دل، کچھ مے نے نہیں چھوڑا
زاہد گذر اب تو بھی، اس کینے سے کیا ہوگا

جب دل کے خزانے ہوں تب کام چلے تیرا
دنیا کے یقیںؔ تجھ کو، گنجینے سے کیا ہوگا

غزل نمبر۹

طلا اُس حسن کے شعلے کے آگے، آب ہو جاتا
تجھے گر دیکھتا روپا، پگھل سیماب ہو جاتا

کمی کی خنجرِ قاتل نے اُس کی پیاس کے حق میں
کئی زخم، اور اگر لگتے، تو دل سیراب ہو جاتا

اثر خوبانِ فندق زیب کی گلیوں میں یہ دیکھا
کہ جو گرتا تھا اشکِ خوں، سو وھاں عناب ہو جاتا

اگر تجھ کو زلیخا دیکھتی، سب کچھ بسر جاتی
تماشا ماہِ کنعانی کا، اُس کو خواب ہو جاتا

یقیںؔ، سوز و گداز اپنے کو گر اظہار میں کرتا
خدا شاہد کہ آتش کا بھی، زہرا آب ہو جاتا

غزل نمبر۱۰

سریرِ سلطنت سے آستانِ یار بہتر تھا
ہمیں ظلِ ہما سے سایۂ دیوار بہتر تھا

مجھے زنجیر کرنا کیا مناسب تھا، بہاروں میں
کہ گُل ہاتھوں میں اور پاؤں میں میرے خار بہتر تھا

مجھے پھر دُکھ دیا تو نے منڈا کر سبزۂ خط کو
جراحت کو مری وو مرہم زنگار بہتر تھا

ہموں نے ہجر سے کچھ وصل میں دھڑکے بہت دیکھے
ہمارے حق میں اس راحت سے وہ آزار بہتر تھا

مرا دل مر گیا، جس دن سے، نظارے سے باز آیا
یقیںؔ پرہیز اگر کرتا نہ، یہ بیمار بہتر تھا

غزل نمبر ۱۱

نہ ہو جو سر سے میرے دور ظلِ عاطفت غم کا — نہ پڑ لو داغ پر میرے الٰہی سایہ مرہم کا
خداوندی کو چاہیے ہے خلافت حق تعالیٰ کی — کوئی مطلب نہیں سمجھا ہے یہاں آنے سے آدم کا
ارے واعظ ہمارے پاس ہے آتش محبت کی — کہ جس کو دیکھ زہرا آب ہو جاوے جہنم کا
سبھی مرتے ہیں خوش وقتی پہ جی دیتے ہیں شادی پر — تکلف برطرف یہ نوحہ گر شیدا ہے ماتم کا

شکوہِ حسن سے آنسو ہمارے سوکھ جاتے ہیں
یقیں سورج کے آگے کب اثر رہتا ہے شبنم کا

غزل نمبر ۱۲

تجھ آنکھوں سے اتر کر دل نہ کرتا شور کیا کرتا — یہ شیشہ طاق سے گر کر نہ ہوتا چور کیا کرتا
جو اپنا پھوڑتا تھا سر سدا آواز چینی پر — اگر سنتا دلوں کے ٹوٹنے کا شور کیا کرتا
نہ ہو وہ کیوں کہ سرمہ جس کو دی ہو حق نے بینائی — تجلی دیکھ کر پستا نہ کوہِ طور کیا کرتا
لگے ہیں سب خدا کی نفی و اثبات پر اپنے — موحد دیکھ کر اس وقت کے منصور کیا کرتا

مواجل گر شبِ ہجراں میں آگے صبح کے ہوتے
یقیں کے داغ پر یہ مرہمِ کافور کیا کرتا

غــزل نمبر۱۳

تنگ دل[1] کو کب بھلی لگتی ہے، بستاں کی ہوا
باغ سے یوسف[2] کو رنگیں تر ہے، زنداں کی ہوا

لذتیں ساری گرفتاری کی جاتی ہیں بباد
جب قفس میں یاد آتی ہے گلستاں کی ہوا

نہیں[3] اثر سکتی کسی افسوں سے کالے کی لہر
کیوں کہ نکلے[4] سر سے اُس زلفِ پریشاں کی ہوا

کیوں[5] نہ ہو تر دامنوں کو شست و شو کی آرزو
میکشوں[6] پر آیۂ رحمت ہے، باراں کی ہوا

ہر گھڑی صحرا نشینی میں[7] نہ کر جرأت یقیںؔ
آ گئی تھی، راس شب مجنوں کو، بیاباں کی ہوا

غــزل نمبر۱۴

نہ آب تیشہ[1] فرہاد اپنے خوں میں گر مِلا سکتا
اُس[2] آب و رنگ سے کب نقشِ شیریں کو بنا سکتا

اجل تھی کوہ کن کی وہ جو صورت[3] باندھ آئی تھی
وگرنہ[4] یہ خبر، دشمن کو بھی کوئی سُنا سکتا

یہ عشقِ[5] سرشکن فرہاد پر لایا جو کچھ لایا
وگرنہ کون ایسی فتح خسرو[6] کو دِلا سکتا

اجل نے کوہکن کی خوب رکھ لی شرم خسرو کی؟
وگرنہ اس کے سنگِ[7] زور کو یہ کب اُٹھا سکتا

اگر کرتا[8] نہ تیشہ، دست گیری اُس بچارے کی
یقیںؔ فرہادِ تیغِ کوہ کے منہ[9] پر کب آ سکتا

غزل نمبر ۱۵

یہ دل ایسا خرابِ کوچہ و بازار کیوں ہوتا
اگر ملتا نہ اتنا گُل رخوں سے خوار کیوں ہوتا

تری اُلفت سے مرنا خوش نہیں آتا مجھے ورنہ
یہ ایسا کارِ آساں اس قدر دشوار کیوں ہوتا

حقیقت میں یہ شعلہ عشق کا ہے برگِ گُل ورنہ
خلیل اللہ پر آتش کدہ گُل زار کیوں ہوتا

کسو کا تو کبھو رکھا کرو دل، تم کو لازم ہے
وگرنہ دل رباؤں کا لقب، دلدار کیوں ہوتا

یقیںؔ امید جینے کی نہیں تیری، ان آنکھوں سے
اگر پرہیز توں کرتا تو یوں بیمار کیوں ہوتا

غزل نمبر ۱۶

گرا ہیں آنکھ تیری، جہاں کے ہات کیا آیا
مجھے پٹکا زمیں پر آسماں کے ہات کیا آیا

ہرے ان آنسوؤں نے، کھو دیا نورِ بصر میرا
یہ یوسف بیچ کر اس کارواں کے ہات کیا آیا

دماغِ گُل دھوئیں سے خار و خس کے کر دیا ناخوش
جلا کر آشیاں کو باغباں کے ہات کیا آیا

نہ کہتی رازِ دل، تو اتنی رسوائی بلا سہتی
فضیحت کر کے مجھ کو اس زباں کے ہات کیا آیا

یہ بیمار آپ مر جاتا جو جینا ان کے کام آتا
یقیںؔ کو مار کر زور آوراں کے ہات کیا آیا

غزل نمبر ۱۷

اس کو اب خشم و رضا میرا برابر ہو گیا
حیف مضموں روٹھنے کا بھی مکرر ہو گیا

دل بروں کے نقشِ پا میں ہے صدف کا سا اثر
جو مرا آنسو گرا اس میں سو گوہر ہو گیا

کیا بدن ہو گا کہ جس کے کھولتے جامہ کا بند
برگِ گل کی طرح ہر ناخن معطر ہو گیا

آپ سے جب تک نہ تھا واقف کہاں تھا یہ شکوہ
دیکھتے ہی آئینہ میں مُنہ سکندر ہو گیا

آنکھ سے نکلے پر آنسو کا خدا حافظ یقیں
گھر سے جو باہر گیا لڑکا سو اَبتر ہو گیا

غزل نمبر ۱۸

گریباں پھاڑ ڈالیں، رشک سے، یہ گل بدن اپنا
نکالوں خاک سے، جوں لالہ گر خونیں کفن اپنا

لگے گا ہاتھ پتھر اس طرح کی سعیٔ ناحق سے
پرائے دلبروں پر سر نہ چیرا اے کوہکن اپنا

دیا برباد رازِ عشق، اس چاکِ گریباں سے
نہ رکھا بوئے گل کی طرح میں نے بات میں اپنا

ہمارا جی نکل جاتا ہے جب یہ نوجواں ہم کو
دکھاتے ہیں بھویں ٹیڑھی، دکھا کر بانکپن اپنا

یقیں اس کے دُرِ دنداں کی باتیں جو کیا چاہے
صدف کی طرح دھو لے آبِ گوہر سے دہن اپنا

غزل نمبر ۱۹

اس گل سے کچھ حجاب ہمیں درمیاں نہ تھا
جس دن کہ یہ بہار نہ تھی گلستاں نہ تھا

یہ قمریاں جو سرو کی عاشق ہوئیں مگر
دنیا میں اور کوئی سجیلا جواں نہ تھا

دام و قفس سے چھوٹ کے پہونچے جو باغ تک
دیکھا تو اس زمیں میں چمن کا نشاں نہ تھا

کیوں کر ملے ہو گل سے جو آتے ہو خوش دماغ
اے بلبلو چمن میں مگر باغباں نہ تھا

ناچار لے دل اپنا گیا گور میں یقیںؔ
اس جنس کا جہاں میں کوئی قدرداں نہ تھا

غزل نمبر ۲۰

اس قدر غرق لہو میں یہ دلِ زار نہ تھا
جب حنا کو ترے پاؤں سے سروکار نہ تھا

حسن کا عشق زلیخا ستی کچھ چل نہ سکا
ورنہ وہ پاک گہر قابلِ بازار نہ تھا

دل مرا عشق کے دھڑکوں سے موا جاتا ہے
یہ وہ دل ہے کہ کوئی ایسا جگر دار نہ تھا

دل میں زاہد کے جو جنت کی ہوا کی ہے ہوس
کوچۂ یار میں کیا سایۂ دیوار نہ تھا

آپ سے کیوں نہ موا اس پہ یقیںؔ کو مارا
راست پوچھو تو کوئی مجھ سا گنہگار نہ تھا

غزل نمبر ۲۱

آشنا کبھو جہاں میں کوئی بے وفا نہ تھا
ملتے ہی تیرے مجھ سے یہ دل آشنا نہ تھا

اب جیوں سرشک خاک سے سکتا نہیں ہوں اُٹھ
آگے میں دل کی آنکھ سے اتنا گرا نہ تھا

ناصح جو یہ نصیحتِ بے جا نہ میں سنا
معذور رکھیو مجھ کو مرا دل بجا نہ تھا

مرنے کی طرف میں نے بجز اختیار کے
دیکھا تو زندگی میں مزہ کچھ رہا نہ تھا

جو کچھ کہیں یہ تجھ کو یقیں ہے سزا تری
بندہ جو تو بتوں کا ہوا کیا خدا نہ تھا

غزل نمبر ۲۲

نہ تھی یہ وادیٔ ایمن یہ کوہِ طور نہ تھا
نرا تو ہی تھا تجلّی نہ تھی ظہور نہ تھا

کہوں میں کیوں کہ نہ صبحِ بہار تجھ کو کہ آج
چمن میں تو جو نہ تھا گُل کے مُنہ پہ نور نہ تھا

خفیف مجھ سے اُلجھ کر عبث ہوا واعظ
کہ میں تو مست تھا اس کو بھی کیا شعور نہ تھا

تری جُدائی میں کیا کیا جفا اٹھائی ہے
میرے جو پاس تو آنا وفا سے دُور نہ تھا

مرا جو کام وفا تھا سو ہو سکا نہ یقیں
دگرنہ اس کی جفا میں تو کچھ قصور نہ تھا

غزل نمبر ۲۳

ہے بتاں[۱] کا کبریا اور نازِ استغنا ادب
بدنما لگتا ہے جو کرتے ہیں یہ بے جا ادب

عشق کا ہے حُسن کی گردن پہ حقِ تربیت
تب[۲] تو کرتے ہیں مرا خوبانِ بے پروا ادب

نوک بیٹھے سرو کی ہوتی جو ہے[۳] خم اس سے پوچھ
عالمِ بالا سے آتا ہے چلا گویا ادب

مینہ[۴] جو کھُل جاتے ہیں اور ندیاں اُتر جاتی ہیں دیکھ
چشمِ تر کا کرتے ہیں کیا ابر کیا دریا، ادب

دشت اُٹھتا ہے تواضع[۵] کو نہیں یہ گرد بار
دیکھ دیوانے کو کرتا ہے[۶] یقیں صحرا ادب

غزل نمبر ۲۴

گر نہ ہوتا آشیانِ بُلبلِ[۱] مسکیں خراب
کر نہ سکتا باغ کو اے[۲] باغباں گلچیں خراب

کیا گرا دی ایک تیشے سے بنا فرہاد[۳] کی
کر دیا کس[۴] گھر بسے نے خانۂ شیریں خراب

کِس کے آگے جا کے سر پھوڑیں[۵] کہ کرتا ہے ہائے
خاطروں کے شیشے خالی وہ دلِ سنگیں[۶] خراب

صبر کیجے[۷] کب تلک ناصح کہ کرتا ہے عشق
حوصلے کا شہرِ غارت[۸]، خانۂ تمکیں خراب

پاؤں کو اپنے[۹] یقیں کی چشمِ گریاں پر نہ رکھ
مت کرا اے گل آب[۱۰] جو میں، دامنِ رنگیں خراب

غزل نمبر ۲۵

تری آنکھوں کی کیفیت کو[1] مے خانے سے کیا نسبت
نگہ کی گردشوں کو دَور[2] پیمانے سے کیا نسبت

یہ وہ موتی ہیں جس[3] کی سیپیاں آنکھیں ہیں عاشق کی
مرے آنسو کو[4] مروارید کے دانے سے کیا نسبت

یہ جیوے ہجر میں وہ وصل میں بھی[5] جی نہیں سکتا
تکلف برطرف بلبل کو[6] پروانے سے کیا نسبت

ارے[7] دل مت توقع دل بروں سے رکھ ترحم کی
لہو پیتے ہیں جو شخص[8] اُن کو غم کھانے سے کیا نسبت

گُل اس کا داغ ہے اور[9] سروِ موزوں آہ ہے اس کا
یقیںؔ سے نوحہ گر کو باغ[10] میں جانے سے کیا نسبت

غزل نمبر ۲۶

جہاں دل گم ہوئے[1]، وہاں کون جا سکتا ہے، کیا قدرت
خبر اُن یوسفوں کی کون لا سکتا ہے، کیا قدرت

یہ بُت جس[2] نے تراشے ہیں اُسے پوجا بغیر اس کے
کہیں[3] یہ صورتیں کوئی بنا سکتا ہے، کیا قدرت

بتاں[4] کی مجھ سے خاطر جمع ہے یہاں تک کہ کہتے ہیں
کہاں[5] اس دام سے یہ صید جا سکتا ہے کیا قدرت

ہمارا شور سُن، مجنوں[6] نے بھولی طرزِ نالہ کی
کوئی شیروں کے منھ[7] پر نے بجا سکتا ہے کیا قدرت

یقیںؔ، تائیدِ حق[8] سے شعر کے میداں کا رستم ہے
مقابل آج اس کے کوئی[9] آ سکتا ہے کیا قدرت

غزل نمبر ۲۷

ہوا دیوانگی میری کا وہ گل پیرہن باعث   کہ ہوتا ہے جنوں کے شور[1] کو سیرِ چمن باعث
تصور کر کے لیتا ہوں مزا میں اس کی باتوں[2] کا   مرے اس چپکے رہنے کا ہے وہ شیریں سخن[3] باعث
محبت کا نہیں ہے ظلم بھی خالی عدالت سے[4]   ہوا پرویز کے جینے کا مرگِ کوہ کن باعث
توجہ سرو کی سے قمریوں کا نالہ[5] موزوں ہے   سبکیلی[6] گفتگو میری کا ہے میرا سجن باعث

خوش آتی کب ہے قیدِ زندگی مجھ[7] کو یقیں لیکن
مرے اس دام میں پھنسنے[8] کا ہے وہ من ہرن باعث

غزل نمبر ۲۸

کیا سکے کر[1] عقل میرے غم کے جانے کا علاج   کام کب آتا ہے دیوانوں[2] کے سیانے کا علاج
رنگِ گل کی آگ پر دامن نہ مارا[3] اے بادِ صبح   کیا کریں گی بلبلیں بکھر[4] آشیانے کا علاج
حق[5] کو کب پہونچے بندھے جب تک نہ ان زلفوں سے دل   کیوں[6] کہ ہو زنجیر بن ایسے دوانے کا علاج
گر طہارت چاہتا ہے کر خدا[7] کے واسطے   گھاٹ[8] پر لوہو کے لوہو میں نہانے کا علاج

شیشۂ دل کے تئیں اپنے سنبھالے[9] رکھ یقیں
پھر کرے گا کون اس کے چھوٹ[10] جانے کا علاج

غزل نمبر ۲۹

سو جگہ سے دل گریباں پھاڑ دیوانے کی طرح
زلف کی زنجیر میں آخر پھنسا، شانے کی طرح

پھوڑ ڈالا کوہ کن سا لعل یوں پتھر سے ہائے
کس سے سیکھی تھی یہ شیریں کام فرمانے کی طرح

عاشق اور معشوق عالم کے سند رکھتے ہیں سب
تجھ سے خونخواری کی طرز اور مجھ سے غم کھانے کی طرح

جی نکل جاتا ہے میرا جب کبھو آتی ہے یاد
وہ قسم کھا کر اُسی ساعت مکر جانے کی طرح

گر یقیں تو چاہتا ہے یار ہو شمعِ مزار
کود پڑ جا آتشِ سوزاں میں پروانے کی طرح

غزل نمبر ۳۰

خار سے مژگاں کے جی ڈرتا ہے میرا بے طرح
رکھ مری آنکھوں پہ دیتے ہو کفِ پا بے طرح

خانماں آنکھوں کا ہوتا ہے کوئی دن میں خراب
آنسوؤں کا جوش میں آتا ہے دریا بے طرح

بوسے لینے تیرے سے جی اُٹھتے ہیں جن میں جی نہیں
پھر مروج ہو چلا دینِ مسیحا بے طرح

خوبرو حق میں مرے بدخو نکل جاتے ہیں ہائے
کیا غلط کرتی ہیں میری چشمِ بینا بے طرح

فصلِ گل بھی آن پہونچی دیکھئے کیا ہو یقیں
اب کے چلتا ہے جنوں پر جی ہمارا بے طرح

غزل نمبر ۳۱

روٹھ کر دل سامنے خوباں کے آوے[1] کس طرح
پھٹ[2] گیا جی اس کا اب آنکھیں ملاوے کس طرح

باغباں بے[3] رحم اور در بند دیواریں بلند
بلبلِ بے بال و پر گلشن میں جاوے[4] کس طرح

ہاتھ[5] سیتی جا چکا جب یار تب آئی بہار
پی کے مے تنہا کوئی دھومیں مچاوے[6] کس طرح

رنگ[7] سے مہندی کے ہو جاتے ہیں آنسو لعلِ تر
رکھ[8] کے اُن پاؤں پہ سر کوئی اٹھاوے کس طرح

اختیاری ہے مگر یہ کام ناصح تو[9] ہی کہہ
عشق سے کوئی یقیںؔ کو[10] باز لاوے کس طرح

غزل نمبر ۳۲

دکھ تو[1] دیتا ہے کروں میں تجھ کو حیراں تو صحیح
باغباں[2] اب کے اُجاڑے یوں گلستاں تو صحیح

اب تو ناصح کے تئیں سینے دے میرا[3] چاکِ جیب
تار تار اس ضد سے کر ڈالوں[4] گریباں تو صحیح

ابر میں[5] دیتا نہیں تو مجھ کو اے ساقی شراب
میں[6] کروں شیشہ کو تیرے سنگِ باراں تو صحیح

لوگ[7] ویرانے کو کب خاطر میں لاتے ہیں کہ ہائے
اشکِ[8] خوں سے باغ کر ڈالوں بیاباں تو صحیح

اپنے بندوں کو جلا کر داغ[9] کرتے ہیں یقیںؔ
ان[10] بتوں کی ضد سے ہو جاؤں مسلماں تو صحیح

غزل نمبر ۳۳

میرے نہ چاکِ گریباں سے ہے رفو گستاخ
نہ میرے زخم سے مرہم کی آرزو گستاخ

کرے ہے آئینہ بے طرح نکتہ چینیٔ حسن
نہ کر تو اس کو اب اتنا بھی روبرو گستاخ

ترے ادب سے گیا ہوں جنوں کو ایسا بھول
کہ ہات جیب سے گویا نہ تھا کبھو گستاخ

میں اس دلیری سے پیتا ہوں خونِ دل اپنا
کہ جیوں شراب کے پینے میں ہے سبو گستاخ

ہزار شکر یقیں میں اگرچہ ہوں بے قدر
نہیں ہے مجھ سیتی ہرگز وو تند خو گستاخ

غزل نمبر ۳۴

کون دے تیری نگہ بن جان اشکِ خوں کی داد
غیرِ شیریں کون دے سکتا ہے اس گلگوں کی داد

چاہتا تھا کہ سارا غم ہو میرے ہی نصیب
ہائے غم نے بھی نہ دی اس خاطرِ محزوں کی داد

ڈھونڈتی پھرتی تھی دیوانے کو اپنے روز و شب
دلبری وہ تھی جو لیلیٰ دے گئی مجنوں کی داد

اب تلک ویراں پڑا ہے یہ جنوں کا پائے تخت
پھر کسو نے بعد مجنوں کے نہ دی ہاموں کی داد

کون دیکھے قامتِ رعنا پہ تیرے جز یقیں
غیرِ شاعر کون دے اس مصرعِ موزوں کی داد

غزل نمبر ۳۵

کیا خزاں نے کر دیا ویراں گلستاں العیاذ[1]
کس طرح[2] سے بلبلیں پھرتی ہیں نالاں العیاذ

لوگ[3] اس وادی میں اب کرتے ہیں آہو کا شکار
بعدِ مجنوں یوں ہوئے[4] بے بس غزالاں العیاذ

جب مرے گرتے ہیں آنسو زہرہ[5] ہو جاتا ہے آب
ہائے یہ عقدِ گہر یوں[6] ہیں پریشاں العیاذ

بات کہنے ڈالتے ہیں پھوڑ[7] یہ شیشہ سا دل
کس[8] قدر ہی سنگ دل ہوتے ہیں خوباں العیاذ

چاک کر ڈالا ہے اپنا[9] تو نے سینہ بھی یقیںؔ
پھاڑنا[10] ہے اس طرح کوئی گریباں العیاذ

غزل نمبر ۳۶

کون جانے بن تری آنکھوں کے چشمِ تر کی قدر
پوچھتے ہیں مردمِ بینا ہی اس گہر کی قدر

جانتا تھا کوہ کن شیریں کی دل سختی کا لطف
جس[1] کو ہو سر پھوڑنا جانے وہ ہی پتھر کی قدر

اب[2] جو اڑ بیٹھیں قفس کے بام پر مقدور نئیں
حیف[3] ہم آگے نہ پوچھے اپنے بال و پر کی قدر

پوجتا بوجھتا ہوں میں سجن تیری[4] نگہ کے پیچ و تاب
جز مبصر کون جانے تیغ کے جوہر کی قدر

مجھ[5] سے پتھر کو کیا ہے جیوں نگیں حرف آشنا
کون[6] پہچانے یقیںؔ بن حضرتِ مظہرؔ کی قدر

غزل نمبر ۳۷

شاخِ گل کوں[1] سرخ جیوں شمشیر کرتی ہے بہار
قتل[2] میں بلبل کے کب تقصیر کرتی ہے بہار

کیا قیامت ہے کہ صفحے پر چمن کے رات دن
کربلا[3] کا واقعہ تحریر کرتی ہے بہار

باغ کے کوچے[4] سے دیوانے نکل سکتے ہیں کب
رنگِ گل کی موج سے زنجیر کرتی ہے بہار

نشترِ فصاد کر رکھا[5] ہے ہر سبزہ کے تئیں
اپنے[6] دیوانوں کی کیا تدبیر کرتی ہے بہار

کیا چمن کی گل[7] زمیں میں ظلم ہوتا ہے یقیں
خار[8] کو گلبن کا دامن گیر کرتی ہے بہار

غزل نمبر ۳۸

گرچہ شیریں شیخ[1] کے ہے وجد میں آنے کا شور
پر قیامت[2] بانمک ہوتا ہے میخانے کا شور

آہ و نالہ پر نہیں موقوف شہرت عشق کی
کس قدر ہے اس خموشی سات[3] پروانے کا شور

ہر طرف ہنگامہ ان آنکھوں کی مستی کا[4] ہے گرم
بھر رہا ہے جس طرح[5] عالم میں پیمانے کا شور

یہ زمیں سیلاب[6] سے ہوتی نہیں ہے چاک چاک
دشت کی چھاتی پھٹی[7] ہے سن کے دیوانے کا شور

کیا جنوں کو[8] بے طرح شورش پہ لایا ہے یقیں
فصلِ گل میں بلبلوں کے باغ میں[9] آنے کا شور

غـزل نمبر ۳۹

دل ہمیں کہہ کر چلا تھا اپنے جانے کی خبر
پھر نہ دی ہم کوں کسو نے اُس دوانے کی خبر

سچ کہو اے بلبلو کس باغ سے آتی ہو تم
ہے ہمارے بھی تمھیں کچھ آشیانے کی خبر

بلبلیں بیہم چلی جاتی ہیں باغوں کی طرف
کچھ تو اُڑتی سی سنی ہیں گل کے آنے کی خبر

پہونچتا نئیں ضعف سے نالہ مرا صیاد تک
کون لے اس ناتواں کے آب و دانے کی خبر

باغباں کو جان کر مانع نہیں ہوتا یقیں
ورنہ سب ہے گل کو بلبل کے ستانے کی خبر

غـزل نمبر ۴۰

توقع دے کے مت کہہ نا امیدی کے سخن لبس کر
جواب تلخ مت دے مجھ کو اے شیریں دہن لبس کر

پھڑک کر جی نکل جاوے گا بلبل کی طرح میرا
کھلا بند گریباں کو نہ رکھ اے گل پیرہن لبس کر

ہوئی ہے راکھ تس پر شعلۂ آواز باقی ہے
مت اتنا بھی ستا قمری کو اے سرو چمن لبس کر

جو تو ہا جس نہ دے اوس کو لگانا ہات کیا حاصل
بہت کی تو نے اس تیشے کی خدمت کوہ کن لبس کر

بہار آخر ہوئی ہے اب تو سینے دے گریباں کو
یقیں کرتا ہے کوئی اس قدر دیوانہ پن لبس کر

غـزل نمبر ۴۱

کیا مرے مژگانِ تر کے ابر نے ڈالا ہے شور
آج بادل بے طرح اُمڈے ہیں یہ برسیں گے زور

عشق کے آئیں میں بگڑے کیوں کہ صورت ان کا دیں
جو کہ جاتے ہیں طرف کعبہ کے بت خانے کو چھوڑ

خدمتوں میں ہے تجارت سے بھی زیادہ منفعت
رشوتوں میں تب تو لاکھوں دے کے لیتے ہیں کرور

خال گورے مُنہ کا لیتا ہے مرے دل کو چُرا
اس نگر میں چاندنی راتوں میں بھی پڑتے ہیں چور

کِس کا ماتم ہے یقیںؔ جو اس طرح روتا ہے ابر
کوکتی ہیں کوئیلیں اور مور کیا کرتے ہیں شور

غـزل نمبر ۴۲

گریباں پھاڑتے ہیں دیکھ خوبانِ چمن کیوں کر
نہ کیجے چاک ناصح اس ہوا میں پیرہن کیوں کر

کرے محنت کوئی لذت اٹھاوے یار سے کوئی
کہو اپنے تئیں ضائع نہ کرتا کوہ کن کیوں کر

نہ دیویں گل رخاں تکلیف مجھ کو شعر خوانی کی
کہو بن فصلِ کوئی کرے دیوانہ پن کیوں کر

موا جاتا ہوں گر سایہ پہ پڑتی ہے نظر میری
تری سج دیکھ کر احباب جیتے ہیں سجن کیوں کر

تعجب سخت رہتا ہے یقیںؔ اس بات کا مجھ کو
کہ اتنا بولتے ہیں تلخ یہ شیریں دہن کیوں کر

غزل نمبر ۴۳

عقل گر رکھتا ہے موجب ان بد والوں کو نہ چھیڑ
باغباں ان بلبلوں کے آشیانوں کو نہ چھیڑ

ایک شب تو یار کے کوچے میں رہنے دے ہمیں
اس قدر بھی پاسباں بے خانمانوں کو نہ چھیڑ

راگ جیوں بھرتا ہے نے میں اس طرح یہ آگ سے
بھر رہے ہیں اے ہما اِن استخوانوں کو نہ چھیڑ

دردمندوں کے تو لیتا ہے عبث خوں کا وبال
مر رہے ہیں آپ ہی ان ناتوانوں کو نہ چھیڑ

عِشق کو ایامِ پیری میں یقیںؔ موقوف کر
کیوں بچھڑتا ہے بڑھاپے میں جوانوں کو نہ چھیڑ

غزل نمبر ۴۴

خوش نہیں آتا ہے بن مجنوں ہمیں صحرا ہنوز
ان غزالوں سے ہمارا جی نہیں لگتا ہنوز

اب تلک کرتا ہے تیشہ کام میں پتھر کے دخل
مانتا ہے کوہ کن کے نقش کو خارا ہنوز

مُونکالے پر بھی مستی حُسن کی اُتری نہیں
بھر رہا ہے مے سے معشوقی کے یہ مینا ہنوز

باوجود اس کے کہ ہے زخموں کے مارے خوں میں غرق
آبِ خنجر کو ترستا ہے جگر میرا ہنوز

ہے یقیںؔ کا عشق میں ہر مو زبانِ احتیاج
تِس پہ کم ہوتی نہیں ہے دل کی استغنا ہنوز

غزل نمبر ۴۵

آگے لبوں[1] کے ہو نہ سکا خطِ یار سبز
ہوتا[2] ہے کب شراب کے آگے خمار سبز

تیری نگاہِ گرم سے بڑھتا[3] ہے دل کا داغ
ہوتا ہے جیوں کہ آگ[4] سے تخمِ شرار سبز

گویا اُڑا دیا ہے کسو[5] نے حنا کے تئیں
ایسا ہوا ہے فیضِ ہوا سے[6] غبار سبز

پروا نہیں ہے ابر کی اس مشتِ خاک کو[7]
کریں[8] گے اشکِ سرخ ہمارا مزار سبز

موسم میں خط کے حسن[9] سے ایمن نہ رہ یقیںؔ
کرتے ہیں جامہ[10] میں بوقتِ شکار سبز

غزل نمبر ۴۶

بعد مرنے کے بھی ہوں گور[1] میں غمناک ہنوز
گرد پھرتے ہیں مری[2] خاک کے افلاک ہنوز

خاک پر محتسبوں نے جو گرائی ہے شراب
سبز ہوتا ہے اسی سے[3] شجرِ تاک ہنوز

چھوڑتا مجھ کو نہیں عشق جو مانندِ[4] سحر
ہو گیا[5] پیرو گریباں ہے مرا چاک ہنوز

سبزہ اگنے کا نہیں مجھ پہ برس مت اے ابر
گرم[6] ہے آتشِ سودا سے مری خاک ہنوز

گرچہ ہوں غرق بخوں عشق میں ترکاں[7] کے یقیںؔ
لیک دامن ہے مرا گل کی طرح پاک[8] ہنوز

غزل نمبر ۴۷

آپ سے ہم نے مقرر کی ہے اپنی جا قفس
ورنہ ٹک پھڑکیں تو ہو جاوے تہ و بالا قفس

ہم صفیروں کی جدائی سے ہے خاطر بسکہ تنگ
مجھ پہ ہے اس دل کشائی سات صحرا قفس

کچھ نہ دیجو رکھ مرے صیاد کو مرنے کے بعد
قبر اور تابوت کر لیجو یہی میرا قفس

تنگ تو کرتا ہے پر جو ہم کبھو جاتے رہے
تو پڑا منہ دیکھتا رہ جائے گا تنہا قفس

اس گرفتاری کا پایا ہے مزہ جب سے یقیںؔ
تب سیتی یا دام خوش آتا ہے مجھ کو یا قفس

غزل نمبر ۴۸

آج دیکھی ہے میں اس لطف کی بیداد کہ بس
سر پہ آیا مرے اس طور سے جلاد کہ بس

جی میں آتا ہے تری چھب کو دکھا دیجے اسے
باغ میں اتنا اکڑتا ہے یہ شمشاد کہ بس

بلبلیں کیوں کہ گرفتار نہ ہوں اس سج کی
اس طرح باغ میں پھرتا ہے یہ صیاد کہ بس

کچھ پر و بال میں طاقت نہ رہی تب چھوٹے
ہم ہوئے ایسے برے وقت میں آزاد کہ بس

تو نہ تھا حیف یقیںؔ ورنہ دوانہ ہوتا
آج اس طرح کا دیکھا ہے پری زاد کہ بس

غزل نمبر ۴۹

منہ پہ کھاتا ہے[1] یہ اس طرح سے تروار کہ بس
دل مرا عشق میں ہے ایسا جگردار کہ بس

نزع میں[2] دیکھ مجھے یار جھجک کر بولا
کیا بری طرح سے مرتا ہے[3] یہ بیمار کہ بس

اس جھڑی سیتی کہوں[4] گر نہ پڑے بام فلک
اس طرح روتے ہیں تجھ بن در و دیوار کہ بس

آپ[5] کو بیچ کے یوسف نے زلیخا کو لیا
کیا خریدار نے پایا ہے خریدار کہ بس

عشق کے دارِ[6] شفا میں مجھے لے چل تو یقیں
کہ[7] طبیبوں نے دیا اس قدر آزار کہ بس

غزل نمبر ۵۰

رات دن خوباں کو[1] ہے دلہائے مفتوں کا تلاش
روز و شب لیلیٰ کو[2] تھا در پیش مجنوں کا تلاش

اشکِ رنگیں نے[3] گلی تیری کو[4] مشہد کر دیا
مر گئے ہیں دیکھ کر اس چشمِ پر خوں کا تلاش

جس طرح سے ڈھونڈتے ہیں لوگ خاطر ہائے شاد
اس طرح رہتا ہے مجھ کو[5] جانِ محزوں کا تلاش

جی نے[6] میرے لگ رہی ہے سانوروں کی جستجو
جس طرح رہتا ہے[7] افیونی کو افیوں کا تلاش

شاعری ہے لفظ و معنی[8] سے بری لیکن یقیں
کون سمجھے یہاں تو ہے ابہام[9] و مضموں کا تلاش

غزل نمبر ۵۱

مرے جنوں پہ نہ تنہا کرے ہے مجنوں رقص
کرے ہے بگولے کی صورت پکڑ کے ہاموں رقص

یہ شاخِ گل متحرک صبا سے نئیں کہ چمن
کرے ہے دیکھ کے تیری قبائے گل گوں رقص

ترے ستم سے مرا جی ٹک یہ کچھ دھڑکتا نہیں
خوشی سے قتل کی کرتی ہے جانِ محزوں رقص

یہ گرد باد نہیں دشت میں کہ کرتی ہے
مرے جنوں کے تئیں دیکھ روحِ مجنوں رقص

سخن کے سحر سے نزدیک ہے یقیںؔ کہ کرے
مری زمینِ غزل دیکھ کر یہ گردوں رقص

غزل نمبر ۵۲

کب سُنے زنجیر مجھ مجروح دیوانے کی عرض
نئیں پہونچتی کان تک اُس زلف کے شانے کی عرض

گرمیِ اہلِ بزم سے منت کر کہ میں ہوتا ہوں داغ
شمع کی خدمت میں ہے اتنی ہی پروانے کی عرض

شیشہ مجھ دل سا نہ پاوے اور تری آنکھ سا جام
لے اگر ساقی ہزاروں سال میخانے کی عرض

دل کو ویراں مت کرو ہے یہ جنوں کا پائے تخت
اے پریزادو کبھی سُنتے یہ دیوانے کی عرض

فصل جاتی ہے یقیںؔ اور باغباں سے ایک بار
کوئی کرتا نئیں ہمارے باغ میں جانے کی عرض

غزل نمبر ۵۳

مت خدا کے واسطے کر دلبراں سے اختلاط
کفر ہے حق میں مسلماں کے بتاں سے اختلاط

سرو کہتا ہے زبانِ حال سے تجھ قد کوں دیکھ
کیوں کہ کیجے ہائے اس رعنا جواں سے اختلاط

باغ ہی کا سبب خزاں سے ہو گیا خانہ خراب
کیا رہا تب بلبلوں کوں آشیاں سے اختلاط

تیرے عارض کا خیال اس دل سے یوں رکھتا ہے ربط
جیوں کہ آئینہ کوں ہے آئینہ داں سے اختلاط

مختلط ہیں نالہ و فریاد مجھ دل سے یقیںؔ
ہے سخن کوں جس طرح میری زباں سے اختلاط

غزل نمبر ۵۴

کیا قیامت تھا بتاں کی بزم میں جانے کا حظ
ہم کوں خدمت کا انھوں کو کام فرمانے کا حظ

وصل میں بھی دردمندوں کوں نہیں راحت نصیب
دیکھ لیجے شمع کو ملنے سے پروانے کا حظ

اس طرف گل لوٹتا ہے اس طرف بلبل کا دل
کیا رہا گلچیں کے ہاتھوں باغ میں جانے کا حظ

جی نکلتا ہے مرا اس پر کہ کب آوے گا ہاتھ
یار کے پاؤں پہ سر کوں رکھ کے مر جانے کا حظ

بوجھتا ہے خوب کیفیت نظارے کی یقیںؔ
اس نگاہِ مست سے لیتا ہے میخانے کا حظ

غزل نمبر ۵۵

رشک تیری دل ربائی کا زبس کھاتی ہے شمع
دیکھ تیرے حسن کے شعلہ کو جل جاتی ہے شمع

عاقبت تن پروری ہوتا ہے گردن کا وبال
کس قدر پہلوئے چرب اپنے سے دکھ پاتی ہے شمع

بے حجابی بس کہ شانِ حسن کے لائق نہیں
بزم میں فانوس سے باہر نہیں آتی ہے شمع

اہلِ سوز آہن دلوں سے بسکہ شرماتے ہیں سخت
دیکھ کر گل گیر کی صورت کو کٹ جاتی ہے شمع

باؤ سے درہم نہیں ہوتا ہے یہ شعلہ یقیں
بلکہ پروانہ کی گستاخی سے جھنجلاتی ہے شمع

غزل نمبر ۵۶

دن جنوں کے آن پہونچے ہوشیاراں الوداع
فصلِ گل نزدیک آئی اے گریباں الوداع

تھیں ہمیں رخصت کہ اب کے سال باندھیں آشیاں
باغباں کا حکم یوں ہے اے گلستاں الوداع

مے کدہ سے قصدِ مکے کا کیا ہے کیا کریں
توبہ ہم سے ہوگئی اے مے پرستاں الوداع

ہم سے تھا ویرانہ ملک آباد سو ہم بھی چلے
اب خدا حافظ تمھارا اے غزالاں الوداع

ناتوانی سے اُسے جور و جفا کی تاب تھیں
اب یقیں بوڑھا ہوا ہے اے نوجواناں الوداع

غزل نمبر ۵۷

ہم تو اب مرتے ہیں اور بجھتا ہے اُلفت کا چراغ
دیکھیے کب ہووے روشن پھر محبت کا چراغ

آگ بھی بجھتی ہے اور سورج بھی ہوتا ہے غروب
رات دن جلتا ہے ایک اس داغِ حسرت کا چراغ

بے نگاہِ گرم رہتا ہے میرا باطن سیاہ
حسن کا شعلہ ہے میرے دل کی خلوت کا چراغ

جانے کب میری تری گرمی کسو کی سعی سے
کب حسد کی باد سے بجھتا ہے دولت کا چراغ

خاندانِ درد مجھ سے کیوں نہ ہو روشن یقیں
ہے مرا ہر داغ سینے میں مصیبت کا چراغ

غزل نمبر ۵۸

بہہ نہیں ہوتا کسی مرہم سے اس سینے کا داغ
ہوگیا ناسور آخر بار دیرینے کا داغ

خاکساری محو کر ڈالے ہے سب دل کا غبار
دور خاکستر ہی سے ہوتا ہے آئینے کا داغ

موت کا مرہم خدا جانے کہ کب آوے گا ہاتھ
کیوں کہ جاوے ہائے تجھ بن جان اس جینے کا داغ

رشک کی جاتی نہیں میرے دلِ پرخوں سے چوٹ
جزوِ تن ہے مثلِ جرمِ لعل اس کینے کا داغ

گور میں جاوے گا خم خانہ کی حسرت لے یقیں
لے گیا جمشید جوں عالم سے گنجینے کا داغ

غزل نمبر ۵۹

آئینہ ہوتا ہے اُس روئے درخشاں کا حریف
ماہ بن اور کون ہو خورشید تاباں کا حریف

کون کر سکتا ہے پھر تسخیر، ویرانہ کا مُلک
جب ہو مجنوں سا کوئی تب ہو بیاباں کا حریف

عشق کے کعبہ کو جاتا ہے چلا یہ کارواں
ہو سکے کیوں کر جرس دل ہائے نالاں کا حریف

کون دے بن آہ میری شورِ بلبل کا جواب
کون ہو جز سینۂ زخمی گلستاں کا حریف

سالہا سوزِ محبت کو چھپایا میں یقیںؔ
ہات آخر ہو گیا میرا گریباں کا حریف

غزل نمبر ۶۰

دل نہیں کھچتا ہے بن مجنوں، بیاباں کی طرف
خوش نہیں آتا نظر کرنا غزالاں کی طرف

فصل گل کی ہم اسیروں کو خبر کب ہے ولیک
ان دنوں میں شور سا کچھ ہے گلستاں کی طرف

آگ سی مجھ کو لگی ہے پیاس یہ کیوں کر بجھے
کیوں کہ دیکھوں سیر اُس خورشید تاباں کی طرف

اس ہوا میں رحم کر ساقی کہ بے جامِ شراب
دیکھ کر چھاتی بھری آتی ہے باراں کی طرف

سحر کے ڈورے جو سنتے تھے سو اب دیکھے یقیںؔ
دل کھچا جاتا ہے اُس زلفِ پریشاں کی طرف

غزل نمبر ۶۱

ناصحؔ سے مجھ کو غم نے کیا شرمسار حیف
سو بار پھٹ چکا یہ گریباں ہزار حیف

رویا ہوں یہاں تلک کہ اب آنکھوں میں نم نہیں
بے آب ہو گئے گہرِ آب دار حیف

بلبل نہ ان دنوں کوئی پھنسیوں چنانچہ میں
جب تک چھٹوں کہ ہو چکی آخر بہار حیف

اس دکھ میں دیکھ مرگ بھی مجھ کو سرک گئی
کیا غم نے کر دیا مجھے زار و نزار حیف

جاتی نہیں وہ بے مزگی ہجر کی یقیںؔ
کچھ وصل کے نشہ نے نہ کھویا خمار حیف

غزل نمبر ۶۲

بہت جینے کی تدبیر اہلِ عرفاں کے نہیں لائق
کہ پینا آبِ حیواں شانِ انساں کے نہیں لائق

ملیں گر خوش نگاہاں مجھ سے دیوانے سے بابت ہے
ہر اک سے رام ہو جانا غزالاں کے نہیں لائق

چمن میں دہر کے جی اس دلِ نالاں کا نئیں لگتا
یہ خوش آواز بلبل اس گلستاں کے نہیں لائق

جفا کرنا سجن اہلِ وفا پر کیا مناسب ہے
بھلوں سے بدسلوکی خوبرویاں کے نہیں لائق

جنوں کے ہاتھ سے نئیں ایک دم محفوظ رہ سکتا
رفو کرنا یقیںؔ میرے گریباں کے نہیں لائق

غزل نمبر ۶۳

مرے خوں سے تو اندیشہ نہ کر اے بے وفا مطلق
کہ ہوتا نہیں ہے قتلِ عاشقاں میں خوں بہا مطلق

مجھے معذور رکھیو ہم صفیرو نالہ کرنے سے
رہی نہیں اب زباں میری فغاں نا آشنا مطلق

ملوں کیوں کر نہ ان شیریں لبوں سے میں کہ دوران سے
نہیں پایا مرا دل زندگانی کا مزا مطلق

مرا ڈرتا ہے جی آخر کو کیا ہوگا کہ کئی دن سے
مرے بیمار دل کو نہیں اثر کرتی دوا مطلق

نہ رہ ہو کر مقید مہربانی کی توقع کا
یقیںؔ اس قوم میں ہم نے نہیں دیکھی وفا مطلق

غزل نمبر ۶۴

زبس اس خوش کمر کے وصف میں ہے گفتگو نازک
قلم میرے سخن کو چاہیے مانندِ مو نازک

جو پیتا ہے مرے دل کا لہو پی لیکن آہستہ
خدا شاہد کہ ہے شیشہ سے زیادہ یہ سبو نازک

عرق کرتا ہے اپنے حسن کے شعلہ کی گرمی سے
پرے ہے گل سے بھی یہ دلبرِ خورشید رو نازک

لبوں پر زخم کے جی آ رہا ہے مت نکل جاوے
خدا کے واسطے کیجو نہایت ہی رفو نازک

ان آنکھوں کی نگہ کا لطف پانا ہے یقیںؔ مشکل
کسی کو کیونکہ سمجھاویں کہ ہے نرگس کی بو نازک

غزل نمبر ۶۵

رشک سے لاگی ہے پروانہ کے جیسے تن کو آگ
لگیو اے فانوس ایسے تیرے پیراہن کو آگ

جلتے بلتوں سے نہ مل ان تیلیا کپڑوں کے سات
جی دھڑکتا ہے مبادا لگ اُٹھے دامن کو آگ

دل تریے کو تازہ رکھتا ہے ہمارا خونِ گرم
لعل تر کر دے ہے شیشے جیسے، پارۂ آہن کو آگ

فصلِ گل آتی ہے بلبل آشیاں کا کر علاج
لگ اُٹھے گی اب کوئی دن بیچ اس گلشن کو آگ

چل یقیں بہتر نہیں ہے اس سے جل مرنے کی طرح
زور ہی پھولی پلاس اور لگ رہی ہے بن کو آگ

غزل نمبر ۶۶

قد ترا از بسکہ رکھتا ہے لٹک جیوں شاخِ گل
باد کے صدمے سے جاتا ہے لہک جیوں شاخِ گل

ہوں جفا سے خوش کہ کرتی ہے تری شمشیرِ تیز
نقشِ غم کو صفحۂ خاطر سے حک جیوں شاخِ گل

ہار مت لہرا کرائے پیارے کہ نازک قد ترا
بوجھ سے پھولوں کے کھاتا ہے لچک جیوں شاخِ گل

دفن کیجو مجھ کو آہستہ کہ میرے استخواں
ہو رہے ہیں مارے زخموں کے تنک جیوں شاخِ گل

مر چکا ہوں تس پہ جی میں مجھ دوانے کے یقیں
دو حنائی ہات جاتے ہیں کھٹک جیوں شاخِ گل

غزل نمبر ۶۷

چمن میں مجھ سے دیوانے کے لیجانے کا کیا حاصل
دکھا کر گل جنوں کو شورِ پر لانے کا کیا حاصل

جنھیں بالوں کی پھانسی دی ہو، وہ ہرگز نہیں جیتے
جو زلفوں میں پھنسا دل، اس کے غم کھانے کا کیا حاصل

ہمارے دردکی دارو اگر کچھ ہے تو دارو ہے
یہ سب کچھ سُن کے ساقی، بات پی جانے کا کیا حاصل

نگہ تیری سے جیسے عکس آئینہ کا چلینی میں
یہ سب باتیں سمجھ کر، جان شرمانے کا کیا حاصل

نہ وہ دل ہے نہ وہ شورِ جنوں ہے سیرِ گل مت کر
رفیقوں بن یقیںؔ گلزار میں جانے کا کیا حاصل

غزل نمبر ۶۸

اگر ہوتی نہ کافر باغباں سے آشنا بلبل
تو اتنا گل کے نظارے سے کیوں کرتی حیا بلبل

چمن آباد ہو اور باغباں کا خانہ ویراں ہو
چلی گلزار سے، آخر کو یہ کہہ کر دعا بلبل

نہ گل دیکھا نہ نالہ ہم صفیروں کا سُنا اس نے
قفس میں کیوں پھڑکتی ہے یہ بے برگ و نوا بلبل

زیارت باغ کی کرتی ہے آنسو سے وضو کر کر
جنابِ گل میں رکھتی ہے عجب صدق و صفا بلبل

جفائیں باغبانوں کی یقیںؔ کیا کیا اٹھاتی ہے
وفا یوں چاہیئے شاباش بلبل مرحبا بلبل

غزل نمبر ۶۹

تجھ کو کب چھوڑے گا ان حسرت بنا ہوں کا وبال
ہو گیا یوسف کا دامن گیر، جپا ہوں کا وبال

ہم نہ کہتے تھے کہ مت چھیڑ ان دھواں دھاروں کی کہتیں
خط کی صورت میں پڑا آخر نہ آہوں کا وبال

ناصح اس کے دیوانۂ آشفتہ مو سے مت اُلجھ
سر پہ کیوں لیتا ہے، ناحق، بے کلاہوں کا وبال

اس تغافل سات میرے سامنے سے مت گذر
بے طرح پڑتا ہے حسرت کی نگاہوں کا وبال

یہ گماں زاہد یقیںؔ سے پاک بازوں پر نہ رکھ
کیوں عبث لیتا ہے ظالم بے گناہوں کا وبال

غزل نمبر ۷۰

رات دن دل کو لگا رہتا ہے خوباں کا خیال
بلبلوں سے چھوٹتا کب ہے گلستاں کا خیال

ہات لگتا گر زنانِ مصر کو یہ آفتاب
خواب ہو جاتا انھیں اُس ماہِ کنعاں کا خیال

اور کے مُنہ دیکھنے کی کب ہے ان آنکھوں کو تاب
سامنے ہو جن کے اس خورشید تاباں کا خیال

سنبلستاں ہو رہا ہے اس سے اب ناصح دماغ
کیونکہ سر سے چھوڑ اُس زُلفِ پریشاں کا خیال

سیوتا ہے کیوں عبث ناصح یقیںؔ کا چاک جیب
ہات اس کا چھوڑتا ہے کب گریباں کا خیال

غزل نمبر ۱

مے ہوئی آخر رہی تدبیرِ غم کی ناتمام
کس سے دل خالی کریں اب ہو چکا مینا تمام

آبرو دی ہے دوانوں نے جنوں کو کس قدر
گریۂ مجنوں سے دریا ہو گیا صحرا تمام

پاؤں سے سر تک پہونچتے مست ہوتی ہے نگاہ
ہے عروجِ نشّہ گویا وہ قدِ بالا تمام

انفعال اور شرم کے مارے زمیں میں گڑ گیا
کوہکن کی نامرادی دیکھ کر خارا تمام

جب گیا ہے باغ میں خونیں کفن ہو کر یقیں
دیکھ اس کو مل گیا ہے خاک میں لالا تمام

غزل نمبر ۲

پڑ گئی دل میں ترے تشریف فرمانے میں دھوم
باغ میں مچتی ہے گل کی فصل کے آنے میں دھوم

تیری آنکھوں میں نشہ نے اس طرح مارا ہے جوش
ڈالتے ہیں جس طرح بدمست میخانے میں دھوم

ابر جیسے مست کو شورش میں لادے دل کے بیچ
مچ گئی یک بار ان بالوں کے کھل جانے میں دھوم

چاند کے پرتو سے جیوں پانی میں ہو جلوے کا حشر
منہ ترے کے عکس نے ڈالی ہے پیمانے میں دھوم

بوئے مے آتی ہے مونہہ سے جیوں کلی سے بوئے گل
کیوں یقیں سے جان کرتے ہو مکر جانے میں دھوم

غزل نمبر۳،

کیونکہ ہو شاداب روئے بن محبت کا چمن — سبز اشکِ سرخ سے ہوتا ہے اُلفت کا چمن
گلشنِ حسنِ سپاہی کی جفا ہے آبیار — رنگ خونخواری سے پکڑے ہے شجاعت کا چمن
ہے عمارت کس قدر بے رنگ بے جود و سخا — بن ترشح کیونکہ ہو سرسبز دولت کا چمن
ڈھب نہیں ہے خلق کی آنکھوں میں نظارے کا ہے — بھر رہا ہے رنگ سے جلوے کے قدرت کا چمن

سیر میں کی ہے بہت باغِ تمنّا کی یقیںؔ
گل نہیں رکھتا ہے غیر از داغِ حسرت کا چمن

غزل نمبر۴،

کروں میں کیونکہ قیدِ زلف سے چھٹنے کی تدبیریں — پڑی ہیں میری ہر انگشت میں جیوں شانہ زنجیریں
تماشا کر تصوّر کو کہ ایک ایک اشک میں میرے — تری صورت نظر آتی ہے جیوں شیشہ میں تصویریں
ہمیں بھی بات کہہ آتی ہے لیکن دل نہیں حاضر — حیا سے دور ہے ناصح خموشوں سات تقریریں
دلوں پہ برق سی گرتی تھی جب ہم نالہ کرتے تھے — گئیں کیدھر نہیں معلوم وے آہوں کی تاثیریں

یقیںؔ اقبال ہاتھ آتا نہیں کچھ جی کے جانے سے
نہیں — ہونے کے ہم فرہاد گر سو بار سر چیریں

غزل نمبر ۵

فیض میرے داغ سے ہے خورد سالوں کے تئیں
جس طرح خورشید ہے نافع نہالوں کے تئیں

ادموؤں پر ظلم کرنا رحم کا کرتا ہے کام
زندگانی مرگ ہے جی دینے والوں کے تئیں

مت بھڑا ان اشکِ خوں کو آنسوؤں سے غیر کے
مت لڑا لڑکوں کی طرح اے شوخ لالوں کے تئیں

ہر نہیں جی کے ملاتے ہائے یہ مطرب پسر
بھول جائیا چاہیے ان کے خیالوں کے تئیں

جب سے اس جنگل سے لیلیٰ کر گئی وحشت یقیں
پھر نہ جمعیت سے دیکھا ہم غزالوں کے تئیں

غزل نمبر ۶

جب دیکھتا ہوں تنہا تجکو سجن چمن میں
کس کس طرح کی باتیں آتی ہیں میرے من میں

مجنوں کی خوش نصیبی کرتی ہے داغ مجکو
کیا عشق کر گیا ہے ظالم دِوانِ پن میں

لڑکے کھڑے ہیں غمگیں پتھر پڑے ہیں بیکس
دیوانہ ہائے جب سے جاتا رہا ہے بن میں

اس داغدار دل کو گاڑو نہ سات میرے
ڈرتا ہوں لگ اٹھے مت آتش مرے کفن میں

خوباں یقیں کو معذور اب تو رکھو کہ اس کے
لوہو نہیں جگر میں آنسو نہیں نین میں

غزل نمبر ۷

درد بن مجکو کچھ اس لاگ سے مقصود نہیں
عشق پھیکا ہے اگر داغ نمک سود نہیں

ہے اسی تیغ کے زنگار کا مرہم درکار
اور کسو طرح مرے زخم کی بہبود نہیں

ہم سے گر سر نہ ہوا اہلِ تکبر کا تو کیا
فخرِ آدم ہے جو ابلیس کا مسجود نہیں

بت پرستی میں موحد نہ سنا ہوگا کہوں
کوئی تجھ بن مشرا واللہ کہ معبود نہیں

دیکھ کر مجکو کسو آنکھ سے آنسو نہ گرا
ظاہرا آتشِ سودا میں یقیں دود نہیں

غزل نمبر ۸

کم نہیں ہم بو جھتے کعبہ سے میخانے کے تئیں
سجدہ ہم کرتے ہیں جیوں محراب پیمانے کے تئیں

ہے یہ دل ناصح بتوں کا جلوہ گہ اس سے نہ بول
توڑ مت سنگِ جفا سے اس پریخانے کے تئیں

ہجر میں جینے سے بہتر ہے ہلاکِ روزِ وصل
یہ طرح کیا خوب راس آئی ہے پروانے کے تئیں

لاے مے کرتی ہے کیا تعمیرِ دلہائے خراب
تا ابد رکھیو خدا معمورِ میخانے کے تئیں

اٹھ گیا کہتی ہے دیوانہ یقیں عالم سے ہاے
ان نے کیا آباد کر رکھا تھا ویرانے کے تئیں

غزل نمبر ۹

بھول جاتا باغ کی زیب، اور گلستاں کی پھبن — دیکھتا گر باغباں، زخمِ نمایاں کی پھبن
صدقے جاتا ہے مرا جی بال بال اوپر ترے — دیکھتا ہوں جب تری زلفِ پریشاں کی پھبن
ناصح اس چاکِ گریباں پر تو کیجو اعتراض — دیکھ کر پہلے ٹک اک اِن جامہ زیباں کی پھبن
ہاے میرا ہات مت پکڑو کہ جیب گل کی طرح — چاک ہی کرنے میں ہے میرے گریباں کی پھبن

ہے مسلّم سرو کی بھی جامہ زیبی پر یقیں
کچھ کہا جاتا نہیں اس دور داماں کی پھبن

غزل نمبر ۸

کرتا ہے کوئی یارو اس وقت میں تدبیریں — مرتا ہے یہ دیوانہ، اب کھول دو زنجیریں
مارے ہیں بتاں ٹھوکر گر پانوں پر سر رکھیئے — ہیں بندگیاں اُن کے، آئین میں تقصیریں
اس عشق کے کشور میں یکساں ہے حق و باطل — پرویز کو دیں افسر فرہاد کا سر چیریں
ناداں ہے جو معنی چھوڑ صورت کی طرف جاوے — لڑکوں کو کتابوں سے، منظور ہیں تصویریں

چہرے سے نکل کر مو بہتے ہیں یقیں مونہہ پر
اوراق طلائی پر جیوں کھینچیے تحریریں

غزل نمبر ۸۱

یہ ناخوشی سے بتوں کا مجھے خیال نہیں
مزاج دل کا مرے ان دنوں بحال نہیں

اصولِ عشق پہ تولیں تو زمزمہ اس کا
نہیں درست جو بلبل شکستہ بال نہیں

ہمیشہ مجھ سے نئی جان چاہتا ہے سخن
یہ کون ڈھب ہے تو اتنا تو فرد سال نہیں

خدا کرے نہ گروں عشق کی بیش نظروں سے
کسو کی چشمِ حقارت سے کچھ ملال نہیں

یقیں چمن میں کچھ اس کا سبب نہیں معلوم
کہ بلبلوں کا وہ ہنگامہ اب کے سال نہیں

غزل نمبر ۸۲

عمر آخر ہے جنوں کر لیو بہاراں پھر کہاں
ہات مت پکڑو مرا یارو گریباں پھر کہاں

چشم تر پر گر نہیں کرتا ہوا پر رحم کر
دے لے ساقی ہم کو مے یہ ابر و باراں پھر کہاں

یار جب پھیرے جواہر کر چکے اے دل جی نثار
جل چکے اے پروانہ یہ رنگیں چراغاں پھر کہاں

اس طرح صیاد کب آزاد چھوڑے گا تمھیں
بلبلو دھومیں مچالو یہ گلستاں پھر کہاں

ہے بہشتوں میں یقیں سب کچھ ولیکن ذرد نئیں
بھر کے دل رو لیجیے یہ چشمِ گریاں پھر کہاں

غزل نمبر ٨٣

تیغِ بن آج بتوں کا کوئی دمساز نہیں — یہ خدا کا ہے غضب دلبری وناز نہیں
ہم گئے کام سے مرغانِ چمن سے کہیو — فرض کیجے کہ چھٹے طاقتِ پرواز نہیں
تیری تصویر کوئی کیونکہ رکھے تیری جگہ — کارِ استاد ہے پر حسنِ خدا ساز نہیں
کب ہو خوش نالۂ عشاق سے خوباں کا دماغ — رگِ بسمل کی صدا تاز کی آواز نہیں

یار کے قد کو نہ دے سرو سے تشبیہ یقیںؔ
سرکشی میں تو مسلّم ہے یہ طنّاز نہیں

غزل نمبر ٨٤

دوبارا زندگی کرنا مصیبت اس کو کہتے ہیں — پھر اٹھنا بیدماغوں کا قیامت اس کو کہتے ہیں
ہوئی جا یار شیریں کوہکن کے بعد خسرو کی — وہ کیا تھا زخم تیشے کا جراحت اس کو کہتے ہیں
بمقدارِ جفائے یار برتر ہے جفا میری — کوئی چاہے تو آ دیکھے محبت اس کو کہتے ہیں
مرے گر بال و پر ٹوٹے قفس میں کیا ہوا لیکن — گیا وہ ذوقِ سیرِ گل خسارت اس کو کہتے ہیں

یقیںؔ مارا گیا جرمِ محبت پر زہے طالع
شہادت اس کو کہتے ہیں سعادت اس کو کہتے ہیں

غزل نمبر ۸۵

کیا فرہاد نے جو کچھ محبت اس کو کہتے ہیں — دیا جی بات کے کہنے میں ہمت اس کو کہتے ہیں
مے گلرنگ جیوں شیشہ سے جھلکی معنی شوخی — نمایاں ہے تری صورت سی صورت اس کو کہتے ہیں
چمن میں شاخ ہل جاتی ہے جیسے گل کے کھلنے سے — لہک جاتا ہے دم لیتے نزاکت اس کو کہتے ہیں
نہ کی تو نے نظر اس کی محبت پر نہ محنت پر — ارے فرہاد کے قاتل عدالت اس کو کہتے ہیں

یقیںؔ اس تیری بدخوابی کا یہ نظارا باعث ہے
سبھوں سے موند لے تو آنکھ راحت اس کو کہتے ہیں

غزل نمبر ۸۶

کوئی دن اور کرنے دو جنوں مجکو بہاراں میں — عبث سیتے ہو اس کو کیا رہا ہے اس گریباں میں
ہمیں رخصت کر اب اے باغباں گو بے وفائی ہے — خزاں میں جی نہیں لگتا ہمارا اِس گلستاں میں
چمن کے بیچ اکلاتی ہے جیسے شاخ سنبل کی — ہوئے ہیں کس قدر دل جمع اس زلفِ پریشاں میں
جنوں کی گرمی سے کب تک سر نہ میرا گرم ہو ناصح — لگی ہے آگ رنگِ لالہ سے کوہ و بیاباں میں

قیامت تک الٰہی زندہ رکھیو نام مجنوں کا
یقیںؔ کو دیکھ کر کیا جی سا آتا ہے غزالاں میں

غزل نمبر ۸۷

نہ گذرا ہوگا رنگیں مجھ سا کوئی باولے پن میں
گریباں آپڑا ہے پھٹ کے گل کی طرح دامن میں

پڑی کہتی تھی بلبل تو بہار آوے بہار آوے
پڑا جین اب لگی جب رنگِ گل سے آگ گلشن میں

کوئی گل چہرہ خوش آہنگ اس گلشن سے گزرا ہے
کہ اور ہی دھن ہے مرغانِ چمن کی آج شیون میں

اگر رستم ہو عاشق دم نہ مارے یار کے آگے
کہ اس کا جی نکل جاتا ہے اس کی ایک چھٹن کن میں

یقیںؔ سے جلتے بلتے کی خبر کیا پوچھ کر تو گے
پڑا ہوگا دوانا سوختہ سا کنجِ گلخن میں

●

غزل نمبر ۸۸

بہار آئی ہے ہم کو کیا کہے گا باغباں دیکھیں
چمن میں باندھنے پاویں گے اب کے آشیاں دیکھیں

اُٹھا اِس مونہہ سے اے بادِ صبا گھونگٹ گُلے آنچل کو
توجہ سے تری ہم بھی ٹک ایک یہ گلستاں دیکھیں

ہر اک نے راہ میں اس کی کیا ہے چشم کو گریاں
کرے کس آب جو پر رحم وہ سروِ رواں دیکھیں

پکاریں ان کو آؤ باغ کی اپنے خبر پوچھیں
اسی گلشن سے آتے ہوش کبھی یہ بلبلاں دیکھیں

یقیںؔ کے سر کو ٹھکرا کر بتاں آپس میں کہتے ہیں
جئے گا کب تک ان طرحوں میں ایسا ناتواں دیکھیں

●

غزل نمبر ۸۹

یہ سینہ عشق سے محروم درد و داغ نہیں
ہزار شکر کہ یہ مُلک بے چراغ نہیں

مت اختلاط کرائے نوبہار اب ہم سے
چمن کے ہونے کا اس خاک کو دماغ نہیں

یہ بلبلوں کا صبا مشہدِ مقدس ہے
قدم سنبھال کے رکھیو نرا یہ باغ نہیں

خدا کرے کہ یہ روشن رہے قیامت تک
چراغِ گور ہے مشتوق کا یہ ایاغ نہیں

گلی میں عشق کی دل بھول جو پڑا تھا یقیںؔ
پھر اُن دنوں سے دِوانے کا کچھ سراغ نہیں

غزل نمبر ۹۰

تو نے ہم پر جو جفا کی ہے سو مذکور نہیں
بس پہ جو ہم نے وفا کی ہے سو منظور نہیں

تجھ سے میں ہات اُٹھاؤں گا ترے ہاتھوں جان
جان سے عاشق اگر گذرے تو کچھ دور نہیں

تاب داں ہو نہ اگر گھر میں تو اندھیارا ہے
ہے وہ ظلمت کدہ جس سینہ میں ناسور نہیں

سینے میں مرے ترے عشق سے جیوں شانِ عسل
کون ناسور ہے جو نیشش سے معمور نہیں

دین و دنیا کے مجھے کام سے کھوتا ہے یقیںؔ
چھوڑ دوں عشق نہ باللہ کہ مقدور نہیں

غزل نمبر ۹۱

کوئی دن چلنے پھرنے دیں عبث زنجیر کرتے ہیں
دوانا مجھ سا کب جیتا ہے کیوں تدبیر کرتے ہیں

ہوائے گرم کے لگنے سے کب پتھر پگھلتے ہیں
یہ نالے ان بتوں کے دل میں کب تاثیر کرتے ہیں

خدائی بندگی کہیے اسے یا عشق و معشوق
وو نسبت ایک ہے سو سو طرح تعبیر کرتے ہیں

دوانے ہیں یہ سیانے چھوڑ دیں نفس کو اپنے
پرائے گھر کی پریوں کے تئیں تسخیر کرتے ہیں

نگہ کرنے میں ان کے کام ہوتا ہے تمام اس کا
یقیںؔ کے حق میں یہ خوباں بہت تقصیر کرتے ہیں

غزل نمبر ۹۲

بے چاک سینہ بیچ محبت کی جا نہیں
جس گھر کا در کھلا نہیں اس میں ہوا نہیں

کعبہ بھی ہم گئے نہ گیا پر بتاں کا عشق
اس درد کی خدا کے بھی گھر میں دوا نہیں

ہیں سو سو التفات تغافل میں یار کے
بیگانگی سے اس کی کوئی آشنا نہیں

الفت میں کس امید پہ کیجے دماغ صرف
ان گل رخوں کی خاک میں بوئے وفا نہیں

شیریں دہن بھی تلخ لگے بولنے یقیںؔ
اب چھوڑ دے نظارہ، کچھ اس میں مزا نہیں

غزل نمبر ۹۳

ہم تو حاضر ہیں عشقِ یار کہاں　　خار و خس جمع ہیں شرار کہاں
باغباں در نہ بند کر کہ دگر　　ہم کہاں تو کہاں بہار کہاں
ہم ہیں مختار یوں سنی مانع　　جبر میں بھر کے اختیار کہاں
سایۂ تاک میں مزہ ہے زور　　لیک وہ شور پائدار کہاں

موج میں آبِ زندگی کی یقیں
مژۂ تیغِ آب دار کہاں

غزل نمبر ۹۴

بلائے عشق سے کچھ چھوٹنے کی راہ نہیں　　بغیرِ میکدہ یارو کہوں پناہ نہیں
بتاں خدا کی خدائی کے سب مظاہر ہیں　　جو ان کا بندہ کہاوے تو کچھ گناہ نہیں
نہ کر مضائقہ گر تجھ کو ہے ستم کی ہوس　　کوئی دیارِ محبت میں داد خواہ نہیں
نہ کر خجل مجھے مہماں مرا نہوا اے عشق　　کہ میری آنکھ میں آنسو جگر میں آہ نہیں

جہاں کے بیچ کہوں آبرو نہیں اس کو
یقیں جو حضرتِ خوباں کا خاک راہ نہیں

غزل نمبر ۹۵

مصر میں حسن کے وہ گرمئ بازار کہاں
جنس تو ہے پہ زلیخا سا خریدار کہاں

فیض ہوتا ہے مکیں پر نہ مکاں پر نازل
ہے وہی طور و لے شعلۂ دیدار کہاں

عیش و راحت کے تلاشی ہیں یہ سارے بے درد
ایک مجھ کو ہے یہی فکر کہ آزار کہاں

عشق اگر کیجیے دل کیجیے کس سے خالی
درد و غم کم نہیں اس دور میں غمخوار کہاں

قیدی اس سلسلۂ عشق کے اب کم ہیں یقیں
دلِ آزاد بہت جانِ گرفتار کہاں

غزل نمبر ۹۶

وہ کون دل ہے جہاں جلوہ گر وہ نور نہیں
اُس آفتاب کا کس ذرہ میں ظہور نہیں

کوئی شتاب خبر لو کہ بے نمک ہے بہار
چمن کے بیچ دوانوں کا اب کے شور نہیں

تجلیوں سے پہونچتا ہے کب اُسے آسیب
صنم کدہ ہے نہ آخر یہ کوہِ طور نہیں

ترے سفر کی خبر سُن کے جان دھڑکوں سے
جو پہونچوں مرگ کے نزدیک میں تو دور نہیں

کوئی بھی دیتا ہے لڑکوں کے ہاتھ شیشۂ دل
یقیں میں غور سے دیکھا تو کچھ شعور نہیں

غزل نمبر ۹۷

مجھ کو اب سیر و تماشا سے شناسائی نہیں
تجھ بن اے نورِ بصر کچھ مجھ کو بینائی نہیں

شوق کہتا ہے پکڑ لوں دوڑ کر دامانِ ابر
کیا کروں مستی سے کچھ ہاتھوں میں گیرائی نہیں

جس محبت میں نہیں ہے شور ہے وہ بے نمک
کیا مزا ہے عشق کرنے میں جو رسوائی نہیں

منفعل ہوں سخت جانی سے میں اپنی مجھ میں حیف
جس قدر تو سنگ دل ہے اتنی مینائی نہیں

بن یقیں کے باغ میں جا کر بتاں کہتے ہیں سب
سیرِ گل سے جی نہیں لگتا وہ سودائی نہیں

غزل نمبر ۹۸

گالی بھی پی گئے ہیں ماریں بھی کھائیاں ہیں
ہم نے تری جفائیں کیا کیا اٹھائیاں ہیں

خسرو کے منھ پہ چڑھنا اور بے ستوں سے اڑنا
یہ عاشقی نہیں ہے زور آزمائیاں ہیں

ہم تو چلے ہیں یارب آباد رکھیو اُن کو
ان باغیچوں میں کیا کیا دھومیں مچائیاں ہیں

ایسا دراز دامن کھینچ ہاتھ ان کے لاتا
بختوں میں عاشقوں کے کیا نارسائیاں ہیں

حق کو یقیں کے یارو برباد مت دو آخر
تم نے سخن کی طرح اُس سے اُڑائیاں ہیں

غزل نمبر ۹۹

شکوہ جفا کا یار سے کرنا وفا نہیں
بندوں کو اعتراض خدا پر روا نہیں

کیوں چاہتے ہو میری تپِ عشق کا زوال
یہ درد خود دوا ہے اسے پھر دوا نہیں

ہیں نور کے حجاب یہ اسبابِ دنیوی
ہے فرشِ آفتاب جہاں بوریا نہیں

ہر فصلِ گل زمینِ محبت پہ ہے بہار
اس شہر سا جہاں میں کوئی خوش ہوا نہیں

جور و جفا کا ان سے تعجب نہ کر یقیں
یہ سنگ دل بتاں ہیں بنا آخر خدا نہیں

غزل نمبر ۱۰۰

قامتِ رعنا سے تیرے بسکہ شرماتا ہے سرو
دیکھ کر تجھ کو زمیں کے بیچ گڑ جاتا ہے سرو

تم ہمیں کرتے ہو یوں پامال اے خوش قامتو
دیکھتے ہو قمریوں کو سر پہ بٹھلاتا ہے سرو

قمریوں میں ذکر تیرے قد کا جب ہوتا ہے گرم
دیکھ کر جیوں نخل آتش رقص میں آتا ہے سرو

باؤ سے ہلتا نہیں یہ بلکہ تیری چال دیکھ
بس کہ چل سکتا نہیں خفت سے اکلاتا ہے سرو

باغ میں جب یار جاتا ہے یقیں سایہ کی طرح
اُس قدِ سرکش کے آگے فرش ہو جاتا ہے سرو

غزل نمبر ۱۰۱

نہیں ہوں منکرِ مے اہلِ میخانہ سے کہہ دیجو
نہیں کی جی سے میں نے توبہ پیمانے سے کہہ دیجو

جو کرنی ہے سو اپنی فکر کر لے تو، بہار آئی
خدا کے واسطے یہ بات دیوانے سے کہہ دیجو

کوئی یہ چاند سا منہ چھوڑ کر عاشق ہو شعلہ کا
گذر آتش پرستی سے، یہ پروانے سے کہہ دیجو

رکھا ہے گھیر ان شہری غزالوں نے مرے دل کو
پھنسا ہوں اب تو اس بستی میں ویرانے سے کہہ دیجو

کیا سجدہ یقیںؔ نے دیکھ اس محرابِ ابرو کو
برہمن تو رہا مسجد میں، بت خانے سے کہہ دیجو

غزل نمبر ۱۰۲

اسیرانِ قفس کی ناامیدی پر نظر کیجو
بہار آوے تو اے صیّاد مت ہم کو خبر کیجو

کیا ہے عشق میں نے تجھ سے ہمدم کے بھروسے پر
خدا کے واسطے اے آہ اس بت میں اثر کیجو

کہا جاتا نہیں کچھ مجھ سے تو جو کہہ سکے کہیو
مری اس بے زبانی پر نظر اے نامہ بر کیجو

نہ کر شوخی، مبادا تاب کھا جاوے کمر تری
ٹک اس قد کی نزاکت پر نظر اے مو کمر کیجو

یقیںؔ سے جلتے بلتے کا سر اتنا بھی نہ ٹھکراؤ
اس آتش سے ارے دامن دراز و ٹک حذر کیجو

غزل نمبر ۱۰۳

گرہ کھولو نہ زلفِ یار کی شانے کو مت چھیڑو
چھوڑو مت دل کی زنجیر ایسے دیوانے کو مت چھیڑو

کوئی ترکِ ادب کرتا ہے معبودوں کی خدمت میں
مسلمانو خدا سے ڈر کے بت خانے کو مت چھیڑو

ابھی جاتا ہے مل اک دم تو جینے دو بچارے کو
تک اک روشن کرو مت شمع پروانے کو مت چھیڑو

یہ محرابِ نمازِ بے خودی ہے زاہدو سمجھو
خدا کے واسطے مستوں کے پیمانے کو مت چھیڑو

ستاؤ مت یقیں کا دل کہ یہ خوباں کا مسکن ہے
خدا جانے کہ کیا ہو اس پری خانے کو مت چھیڑو

غزل نمبر ۱۰۴

قفس کے بیچ پھنسنے کا نہیں دیوانہ پن مجھ کو
نہ دو تکلیفِ شور اے عندلیبانِ چمن مجھ کو

محبت کا مزا بگڑا نہیں گر اس زمانے میں
جوابِ تلخ کیوں دیتے ہیں یہ شیریں دہن مجھ کو

نہیں کھلتا ہے تجھ بن غنچۂ دل سیرِ گلشن میں
خس و خاشاک سے لگتے ہیں یہ سرو و سمن مجھ کو

کوئی مجھ سے نہ بولو مستعد مرنے کا بیٹھا ہوں
خلافت خودکشی کی دے گیا ہے کوہکن مجھ کو

یقیں کے ساتھ اتنی بدگمانی کیا قیامت ہے
اجازت عرض کی تو کیوں نہیں دیتا سجن مجھ کو

غزل نمبر ۱۰۵

کھڑا ہے سرو نپٹ بن بنا کے رعنا ہو
جو یار پردے سے نکلے تو کیا تماشا ہو

نہ لانا تھا مرے گریہ کو شور پر اے عشق
بری بلا تو نے چھیڑی ہے، دیکھیے کیا ہو

یہ آرزو ہے مجھے دورِ چرخ سے پسِ مرگ
کہ میری خاک خُمِ مے ہو جامِ صہبا ہو

وہ ناخن ابروئے خوباں سے خوشنما تر ہے
کسو کے کام کی جس سے کوئی گرہ وا ہو

لہو یقیںؔ کا جو پیتا ہے تو میں ڈرتا ہوں
خدا کرے کہ تجھے یہ غذا گوارا ہو

غزل نمبر ۱۰۶

جفا کے عذر میں اے ظالمو نہ دیر کرو
میری زباں کو شکایت پہ مت دلیر کرو

حنا کی طرح میں اپنا بہل کیا ہے خوں
بتاں شہید کرو خواہ دست گیر کرو

چھپا نہیں مرا اسلام اور تمھارا کفر
فرنگِ چشم کا خوباں مجھے اسیر کرو

کہاں تلک کوئی تنہا کیا کرے فریاد
اے بلبلو مجھے اپنا ہی ہمصفیر کرو

خدا کرے کہ کہوں حق شتاب ثابت ہو
مت امتحانِ وفا میں یقیںؔ کے دیر کرو

غزل نمبر ۱۰۷

جو تو شراب پیئے کیوں کہ دل کباب نہ ہو ۔۔۔ لگے جب آگ کہاں تک یہ زہرہ آب نہ ہو
خنک گذرتے ہیں اَیّامِ عشق داغ بغیر ۔۔۔ کہ سرد ہوے ہَوا جس دن آفتاب نہ ہو
دوانے شہر سے یہاں آکے چین پاتے ہیں ۔۔۔ خدا کرے یہ خرابہ کبھو خراب نہ ہو
بتاں کی مدح نہیں حسنِ خلق و دامنِ پاک ۔۔۔ وہ کیا مزا ہے جو معشوق بد شراب نہ ہو

یقیںؔ بتاں کا ہوا بندہ جب سے، تب سے ہے داغ
جو ہوئے کافر اُسے کس طرح عذاب نہ ہو

غزل نمبر ۱۰۸

شہر میں تھا نہ ترے حسن کا سا شور کبھو ۔۔۔ مصر اس جنس تلے اتنا نہ تھا معمور کبھو
عشق میں داد نہ چاہو کہ سُنا ہم نے نہیں ۔۔۔ عدل و انصاف کا اس ملک میں دستور کبھو
فکرِ مرہم کی مرے واسطے مت کر ناصح ۔۔۔ خوب ہوتا نہیں اس عشق میں ناسور کبھو
گو نہ کر وعدہ وفا دے مجھے اس کا تو جواب ۔۔۔ مجھ سے ملنا بھی سجن ہے تجھے منظور کبھو

اپنی بے دردی کی سوگند ہے تجھ کو اے مرگ
تو نے دیکھا ہے یقیںؔ سا کوئی رنجور کبھو

غزل نمبر ۱۰۹

خونِ انصاف سے اتنی بھی زباں تر نہ کرو
لعل کو یار کے ہونٹوں کے برابر نہ کرو

اس رخِ صاف کے آگے نہ رکھو آئینہ
میں مکدر ہوں مجھے اور مکدر نہ کرو

جی نکل جائے گا عشاق کا بلبل کی طرح
گل رخاں جامۂ رنگیں کو معطر نہ کرو

باندھ کر مجھ پہ کمر لطف نہیں غیر کا قتل
اپنے بے داد کے مضموں کو مکرر نہ کرو

سایہ بے شخص ٹھہرتا نہیں کہتا ہے یقیں
آپ سے مجھ کو جدا حضرتِ مظہر نہ کرو

غزل نمبر ۱۱۰

لے کے دل کرتے ہو ثابت دکھ کے ماروں کا گناہ
جان و دل دینے میں کیا ہے ان بچاروں کا گناہ

اب تو ٹھہری ہے محبت جرم پر آخر کے تئیں
سخت یاد آوے گا پیارے جاں نثاروں کا گناہ

جو نہ جی سکتے ہوں بے تابی میں پھر وہ کیا کریں
جی نکل جانے میں کیا ہے بے قراروں کا گناہ

جو نہ گذروں خوں کے دعوے سے میں اپنے کیا کروں
کون کر سکتا ہے ثابت ان بیماروں کا گناہ

عاشقوں پر جبر کرتے ہیں یقیں یہ خوب رو
کچھ نہیں باللہ ان بے اختیاروں کا گناہ

غزل نمبر ۱۱۱

خواب میں کس طرح دیکھوں تجھ کو بے خوابی کے ساتھ
جمع آسائش کہاں ہوتی ہے بے تابی کے ساتھ

کر دیا آنکھوں نے رونے سے مرے دل کو خنک
کب تلک گرمی کروں اُس مردمِ آبی کے ساتھ

غنچہ رنگینی کو اپنی چاہیئے تہ کر رکھے
اس کو کیا نسبت ہے اُن لب ہائے عنّابی کے ساتھ

پونچھتے اُس منہ کے ہو جاتا ہے سب رنگیں رُمال
گُل کہاں ہوتا ہے ایسے رنگ و شادابی کے ساتھ

مُفت نھیں لیتے وفا کو شہرِ خوباں میں یقیںؔ
کس قدر بے قدر ہے یہ جنس، نایابی کے ساتھ

غزل نمبر ۱۱۲

بہار آئی ہمیں کیا حکم ہے اے باغباں سچ کہہ
چمن میں باندھنے پاویں گے اب کے آشیاں سچ کہہ

یہ آدھی رات ہے اور شیشۂ مے ساتھ ہے تیرے
خدا حافظ ہے تیرا جان جاتا ہے کہاں سچ کہہ

ہزاروں آبجو آنسو کے تیرے ساتھ پھرتے ہیں
تو کس گلزار کا ہے سروِ اے رعنا جواں سچ کہہ

نمک ڈالا ہے مجھ میں اے ہما شورِ محبت نے
کبھو کھائے ہیں تو نے اس مزہ کے استخواں سچ کہہ

یقیںؔ راتوں کو کر کر شور نیندیں سب کی کھوتا ہے
یہ کس بے درد سے سیکھا ہے فریاد و فغاں سچ کہہ

غزل نمبر ۱۱۳

موںہہ اپنا نہ دیکھا کر ہو جائے گا دیوانہ / آئینہ کو کہتے ہیں اے شوخ پریخانہ
کچھ عمر نہیں باقی ساقی تو شباب آیا / ڈرتا ہوں چھلک جاوے لبریز ہے پیمانہ
دل داغِ محبت بن کچھ کام نہیں آتا / ہے گا ورقِ باطل بے مہر یہ پروانہ
کیا دھوم مچائی ہے صحرا میں دیوانوں نے / اس فصلِ مبارک میں آباد ہے ویرانہ

منھ پھیر نہ نالہ سے آنسو سے نہ پونچھ آنکھیں
اتنا بھی یقیں مت ہو اپنوں ستی بیگانہ

غزل نمبر ۱۱۴

زاہد جو نہ ہوتے ہم یہ دہر تھا ویرانہ / ہے شور سے مستوں کے آباد یہ میخانہ
موںہہ اپنے کے گلشن میں رہنے نہ دیا کر تو / یہ سبزہ ترے خط کا ہے سبزہ بیگانہ
مجنوں نے جو یہ دھومیں دوری سے مچائی ہیں / ہے نت تو آجاوے یہ دشت یہ دیوانہ
ہے دور یہ جی میرا راتوں کو ترے گھر پر / پھرتا ہے پڑا جیسے فانوس یہ پروانہ

روداد محبت کی مت پوچھ یقیں مجھ سے
کچھ خوب نہیں سننا افسوس ہے یہ افسانہ

غـــزل نمبر ۱۱۵

بُت کرے سجدہ ترے حُسنِ خداداد کو دیکھ
سروِ بندہ ہو ترے قامتِ آزاد کو دیکھ

آن گنہ گاروں میں ہوں میں کہ مزے کے مارے
جی نکلتا ہے مرا دُور سے جلاّد کو دیکھ

عمر میں دیکھے تو ہیں تو نے بہت غم خانے
آ تو آ اے چرخ تک اک اس دلِ ناشاد کو دیکھ

حُسنِ گُل کا تو مسلّم ہے ولیکن بُلبل
عشق اگر تجھ کو ہے منظور تو صیاد کو دیکھ

عشق کے جور و ستم میں تجھے گر شک ہے یقیں
عیشِ پرویز کو [اور] محنتِ فرہاد کو دیکھ

غـــزل نمبر ۱۱۶

ضبط بہتر ہے میسّر گر نہ ہو تاثیرِ آہ
یوں تو کرتا ہے جرس کا دل بھی نالۂ سرِ براہ

اس رُخِ تاباں کے ایدھر خط اُدھر موئے سیاہ
جیسوں سنہری آیتوں کے گِرد تحریرِ سیاہ

ہو رہا ہے دل میرا اپنے رتبہ منصوبوں میں بند
جس طرح شطرنج کے پیادوں میں گھر جاتا ہے شاہ

عشق کے بھی کارخانہ کی عدالت دیکھ لی
بوالہوس جیویں، مریں ہم، اے محبت واہ واہ

کیونکہ نکلے بزمِ خوباں سے کوئی جیتا یقیں
بے محابا کھنچ رہی ہے ہر طرف تیغِ نگاہ

غزل نمبر ۱۱۷

کہاں تاثیر ہے نالوں میں اے مرغِ قفس چپ رہ
عبث صیاد کو ناخوش تو کیوں کرتا ہے بس چپ رہ

کوئی آوارگی کو چھوڑ کر کیوں راہ پر آوے
عبث تو شور و شر کرتا ہے اتنا اے جرس چپ رہ

گیا ہوگا نہ تو کیا یار کی گلیوں میں راتوں کو
نئی تقصیر میں نے ہی نہیں کی اے عسس چپ رہ

کسو کا دستِ کوتہ اس کے دامن تک کہاں پہونچے
تمنا کی زباں مت کر دراز اے بوالہوس چپ رہ

یقیں یہ نالہ تیرا کیا بلا لاوے گا ڈرتا ہوں
لگا مت آگ اپنے گھر کو اے آتش نفس چپ رہ

غزل نمبر ۱۱۸

جب ہوا معشوق عاشق دل ربائی کیا کرے
بندگی سے جس نے خو کی وہ خدائی کیا کرے

مارے ہی جاتے ہیں آخر کوہکن سے سر پھرے
خسرو بے چارہ اور شیریں بچاری کیا کرے

چاہنے والے کے مرنے کو کوئی چاہے ہے کب
عشق ہی دشمن ہو مجنوں کا تو لیلی کیا کرے

ایک پل بھی ٹھہرتا نہیں ہائے آنسو کی طرح
اس دلِ بیتاب کی کوئی تسلی کیا کرے

وصل کی گرمی سے مجھ کو ضعف آتا ہے یقیں
دیکھئے مجھ ساتھ خوباں کی جدائی کیا کرے

غزل نمبر ۱۱۹

اُس لبنتی پوش نے آغوشِ رنگیں کیجیے
جی میں ہے اس مصرعِ موزوں کو تضمیں کیجیے

عشق میں ملتی نہیں راحت مگر جیوں کوہ کن
جانِ شیریں دیجیے تب خوابِ شیریں کیجیے

ایک دم میں ٹوٹ بڑا سا پھوٹ جاتا ہے یہ دل
کچھ تو لازم ہے کہ اس شیشہ کو سنگیں کیجیے

دل بروں کو شاد رکھنا اس کا حبب منظور نہیں
دل کو ان کے واسطے کیوں مفت غمگیں کیجیے

یوں دیا خوباں کی خاطر خانماں اپنا بہلے
ایسی آنکھوں کو یقیں کیوں کر نہ تحسیں کیجیے

غزل نمبر ۱۲۰

ارے صیاد بس بے داد پر بے داد کیا کیجیے
شکارِ ناتواں مجھ سے کے تئیں آزاد کیا کیجیے

اٹھانے کا نہیں ہے ہات جیوں گل اس گریباں سے
اگر بو کی طرح جاوے گا جی برباد کیا کیجیے

بہار آئی ہے اور ہم گلستاں میں جا نہیں سکتے
خدا کے واسطے تو ہی کہہ اے صیاد کیا کیجیے

ٹلا گر بیستوں تو کیا ہوا خسرو نہیں ٹلتا
بڑا پتھر ہے چھاتی پر تری فرہاد کیا کیجیے

جفائے دلبراں پر صبر کرنا ہی مناسب ہے
یقیں دعوا وفا کا کر کے اب فریاد کیا کیجیے

غزل نمبر ۱۲۱

کیا دل ہے اگر جلوہ گہہِ یار نہ ہووے — ہے طور سے کیا کام جو دیدار نہ ہووے
دل جل گیا، یہ خوب ہوا سوختہ بہتر — وہ جنس، کوئی جس کا خریدار نہ ہووے
شمشاد کو دلوے تئیں قضا وار کے تجھ پر — جو جامہ ترے قد پہ سزاوار نہ ہووے
کچھ رنگ نہیں نغمہ و آہنگ میں اس کے — بلبل جو بہاراں میں گرفتار نہ ہووے

تب بوجھے یقیں طبع کی صحت تری ناصح
اُن آنکھوں کے تئیں دیکھ جو بیمار نہ ہووے

غزل نمبر ۱۲۲

اگر پاوے گلی تیری تو بلبل گلستاں بھولے — ترا نقشِ قدم دیکھے تو اپنا آشیاں بھولے
جو کچھ دیکھا ہے اچھی صورتوں میں نقشِ خاطر ہے — وہ انکھیلی سے ہنسنا لاڑ سے رونا کہاں بھولے
کیا ہے داغ ایسا یار نے مجھ کو کہ یہ قصہ — سُنے گر شمع، اپنے سوزِ دل کی داستاں بھولے
تو ایسا آدمی ہے گا کہ گر تجھ کو پری دیکھے — سمجھ کر صورت و معنی کو اپنا جسم و جاں بھولے

تو لڑکا تھا سجن، تب سے یقیں کو تیری آنکھوں کی
سیاہی اور سفیدی دیکھ کر پیر و جواں بھولے

غزل نمبر ۱۲۳

چھٹے ہم زندگی کی قید سے اور داد کو پہونچے
وصیت ہے ہمارا خوں بہا جلاد کو پہونچے

نہ نکلا کام کچھ اس صبر سے اب نالہ کرتا ہوں
مری فریاد ہی شاید مری فریاد کو پہونچے

بہار آنے سے جب سے شب رگ میں تھم نہیں سکتا
دعا اس مشتِ خوں کی نشترِ فصاد کو پہونچے

ہمیں اس غم کے ہاتھوں زندگانی خوش نہیں آتی
کوئی بے دادگر یارب، ہماری داد کو پہونچے

یقیں تقلید سے سرمت پٹک، پتھر سے آ بس کر
یہ ممکن ہے کہیں یہ سر پھرا فرہاد کو پہونچے

غزل نمبر ۱۲۴

بہار آئی بجا و عندلیب، ساز عشرت کے
گئیں حسرت کی وے راتیں، گئے وہ دن مصیبت کے

مزے سے عشق کے دوزخ بھی اس فرقہ پہ جنت ہے
خدا ہم کو کرے محشور امت ہیں محبت کے

بجا ہے آسماں آگے ہمارے گر زمیں ناپے
کہ ہیں پامال، سایہ کی طرح خوباں کی قامت کے

تری آنکھیں سبھوں سے آشنا ہیں اور کسو [سے] نہیں
ہوئے جاتے ہیں دیوانے ہم اس مانوس وحشت کے

بتاں اپنی جفا سیتی نہ گزریں، ہم وفا سیتی
یقیں ہم جان و دل سے معتقد ہیں اپنی ہمت کے

غزل نمبر ۱۲۵

شروعِ عمر سے ہم معتقد ہیں دشت و ہاموں کے
بگولے کی طرح جاروب کش ہیں قبرِ مجنوں کے

جنیں ہے ہوش بے ہوشی کے طالب ہیں اگر سمجھو
چڑی ہے مے پرستی نام میں خمِ فلاطوں کے

پریشاں خاک سے اُگتا ہے سنبل اس سے ظاہر ہے
کھلے ہیں موئے لیلیٰ اب تلک ماتم میں مجنوں کے

ہمیں مارِ سیاہِ زلف کے کاٹے سے کیا ہووے
کہ ہم اک عمر سے عادی ہیں خالِ لب کی افیوں کے

نہیں ہے باغ سے کچھ کام جز شمشاد و سرو اُن کو
دوانے ہیں یقیں ہم قمریوں کی طبعِ موزوں کے

غزل نمبر ۱۲۶

کہاں سکتے ہیں چڑھ مونہہ پر بتاں کے ناز و تمکیں کے
کہ ہیں ہم صبر کے بے خرچ و مفلس ہیں دل و دیں کے

بتاں کی پادشاہی کے سپہ سالار عاشق ہیں
بٹھائے کوہ کن نے بے ستوں میں نقش شیریں کے

ہمارا دل ہوا ہے خوں تہِ دامن کی ٹھوکر سے
گریباں گیر ہم ہوویں گے اس دامانِ رنگیں کے

ملایا ہے دلوں کو خاک میں غفلت کے صدمہ سے
یہ شیشے قیمتی پھوڑے ہوئے ہیں خوابِ سنگیں کے

کیا تھا تکیہ سنگِ آستاں یار مجنوں نے
ہمارا سر نہیں لائق یقیں اس نازِ بالیں کے

غزل نمبر ۱۲۷

ہوا میں سرو کی آشیانہ کر شور و شر اے قمری
نہ دے برباد تو اپنی کفِ خاکستر اے قمری

نہ بجھنے دیجو اس کو گرم رکھیو آہ و نالہ سے
یہ دل ہے مُشتِ خاکستر کا تیری اخگر اے قمری

کسو دن دار پر کھینچے گی تجھ کو سرو کی اُلفت
مناسب نہیں، نہ جایا کر چمن میں اکثر اے قمری

نہیں تو تھامتی آتش شعلۂ آواز کو اپنے
کبھو جل جائیں گے ناحق ترے بال و پر اے قمری

یقیں کیجو کہ شوخی خوب نہیں خوباں کی خدمت میں
تو بے جا سرو کے چڑھ بیٹھتی ہے سر پر اے قمری

غزل نمبر ۱۲۸

عبث پالی تھی سینے بیچ آہِ بے اثر ہم نے
یہ کیوں اس خاک میں بویا تھا نخلِ بے ثمر ہم نے

محبت میں، بن آہ و اشک ناصح کیوں کہ جی سکیے
نہیں دیکھی ہے کوئی آگ بے دود و شرر ہم نے

نہ آیا کام شامِ غم ہماری کے اثر تیرا
تری تقصیر کہہ کیا کی تھی اے آہِ سحر ہم نے

نہ روئے ہجر میں پر وصل کے دن بہہ چلے آنسو
اسی دن واسطے رکھے تھے گویا یہ گہر ہم نے

گلی میں دلبروں کے چل یقیں ڈھونڈیں دل اپنے کو
کہ مدت سے نہیں لی اُس دِوانے کی خبر ہم نے

غزل نمبر ۱۲۹

دوانے کس طرح ناصح اُٹھا دیں ہات طفلاں سے
کہ ہے کشتِ جنوں سیراب اُن کے سنگِ باراں سے

رکھا تھا ایک دم وہ پلے رنگیں میری چھاتی پر
سو اَب تک بُوئے گل آتی ہے اس چاکِ گریباں سے

بتوں کی سج نے دیوانا کیا ہے ہم کو محشر میں
گریباں کا ہم اپنے خون لیں گے اُن کے داماں سے

یہ پوچھو تو کہ کیا یہ سرزمیں مجنوں کا مدفن ہے
چلی آتی ہیں شور انگیز بادیں اس بیاباں سے

ہمیں رخصت نہ ہو گھنگرو بتاں کے پاوں کو چو میں
یقیں یہ لوگ کیا ڈرتے نہیں دل ہائے نالاں سے

غزل نمبر ۱۳۰

یار کب دل کی جراحت پہ نظر کرتا ہے
کون اس کوچہ میں بجز تیر گذر کرتا ہے

اب تو کیجے نگۂ لطف کہ ہو توشۂ راہ
کہ کوئی دم میں یہ بیمار سفر کرتا ہے

اپنی حیرانی کی، ہم عرض کریں کس منہ سے
کب وہ آئینہ پہ مغرور نظر کرتا ہے

عمر فریاد میں برباد ہوئی کچھ نہ ہوا
نالہ مشہور غلط ہے کہ اثر کرتا ہے

یار کی بات ہمیں کون سُناتا ہے یقیں
کب کوئی گل کی دو آنے کو خبر کرتا ہے

غزل نمبر ۱۳۱

مجھے ہجرِ چمن ہے موت، پر صیاد کیا جانے
جو گزرے سر پہ مقتولوں کے سو جلاد کیا جانے

دوانا ہوں میں جی دینے میں مجنوں کے سلیقہ کا
مزہ رے رے کے مرنے کی طرح فرہاد کیا جانے

گلا تو پھٹ گیا نے کی طرح فریاد سے میرا
قیامت دور ہے کس دن ملے گی داد کیا جانے

ہمیں کانٹا قفس کا شاخِ گل سا جی میں چبھتا ہے
اسیروں کے مزہ کو بلبلِ آزاد کیا جانے

درختوں سے نہ دے تشبیہہ اس قد کو یقیں ہرگز
یہ اٹکھیلی سے چلنے کی طرح شمشاد کیا جانے

غزل نمبر ۱۳۲

نپٹ سونی ہیں گلیاں خاطرِ طفلاں پریشاں ہے
کہو مجنوں کو تجھ بن خانۂ زنجیر ویراں ہے

نگاہِ یار کی کوئی زباں اب تک نہیں سمجھا
یہ وہ باتیں ہیں نازک جس میں آئینہ بھی حیراں ہے

نکل بھاگا ہے کوئی صید کیا اس دام سے سچ کہہ
کئی دن ہیں کہ تیری زلف کی خاطر پریشاں ہے

اگر زنجیر میرے پاؤں میں ڈالی تو کیا ہوگا
بہار آنے دو میرا ہاتھ ہے اور یہ گریباں ہے

یقیں دیکھ اس تجلئِ جلالی اور جمالی کو
گلی ان گل رخوں کی خونِ ناحق سے گلستاں ہے

غزل نمبر ۱۳۳

دلِ پر کیوں کہ ہو میرا بغیر اک من ہرن خالی
تہی ہے شہر طفلاں سے غزالوں سے ہے بن خالی

رہا کب ہوگا اب تک بے ستوں میں نقش شیریں کا
دل اپنا کس سے کرتا ہوگا یارو کوہکن خالی

گئی یہ کہہ کے آنے سے خزاں کے پیشتر بلبل
پھر ان آنکھوں سے کیوں کر دیکھ سکیے گا چمن خالی

مُوا آگے ہی جل کر شمع نے کیا خوب سمجھا تھا
نہ سکتا دیکھ پروانہ، سجن سے انجمن خالی

خسارت ہے یقیں سرکار کی اتنا سخن مت کہہ
نہ کر ان موتیوں سے جیوں صدف اپنا دہن خالی

غزل نمبر ۱۳۴

یہ وہ آنسو ہیں جن سے دہر آتش ناک ہو جاوے
اگر ہیوے کوئی یہ آب جل کر خاک ہو جاوے

گنہ گاروں کو ہے اُمید یہ اشکِ ندامت سے
کہ دامن شاید اس آبِ رواں سے پاک ہو جاوے

نہ جا گلشن میں بلبل کو خجل مت کر کہ ڈرتا ہوں
یہ دامن دیکھ کر گل کا گریباں چاک ہو جاوے

عجب کیا ہے تری خشکی کی شامت سے جو لو زاہد
نہالِ تاک بٹھلاوے تو وہ مسواک ہو جاوے

دعا مستوں کی کہتے ہیں یقیں تاثیر رکھتی ہے
الٰہی سبزہ جتنا ہے جہاں میں تاک ہو جاوے

غزل نمبر ۱۳۵

مجھ کو تجھ بن دل سے کیا مطلب ہے جیوے یا مرے
اختیار اس کا ہے اس کے جی میں آوے سو کرے
یار اگر منظور ہے، دنیا و عقبیٰ سے گزر
منزلِ مقصود ہے دونوں جہانوں کے پرے
مجھ سے ہو جاتا ہے دشمن دیکھتے ہی دوست کو
اس طرح کے بے مروت دل کا کوئی کیا کرے
میرے رونے نے ترا خط کر دیا جلدی سے سبز
کھیت ہو جاتے ہیں جیسے مینھ برسے سے ہرے

اس طرح رونے میں آنکھوں کا خدا حافظ یقیںؔ
دیکھئے یہ خانماں اس رَو میں ڈوبے یا ترے

غزل نمبر ۱۳۶

اگرچہ عشق میں آفت ہے اور بلا بھی ہے
نرا بُرا نہیں یہ شغل کچھ بھلا بھی ہے
اس اشک و آہ سے سودا نہ کر تو جا کے کہیں
یہ دل کچھ آب رسیدہ ہے کچھ جلا بھی ہے
یہ کون ڈھب ہے، سجن خاک میں ملانے کا
کسو کا دل کبھی پاؤں تلے ملا بھی ہے
یہ آرزو ہے کہ اس بے وفا سے یہ پوچھوں
کہ میرے، بے مزا رکھنے میں کچھ مزا بھی ہے

یقیںؔ کا شورِ جنوں سن کے یار نے پوچھا
کوئی قبیلے میں مجنوں کے کیا رہا بھی ہے

غزل نمبر ۱۳۷

خوش آئی ہے مجھے یہ بات اک مجنونِ عریاں کی
کیا کیجے کہاں تک چاک گزرے ہم گریباں سے

نہ ڈالو مجھ پہ اے مرغانِ آزاد اپنے سایہ کو
گرفتارِ وفا کو کام اب کیا ہے گلستاں سے

اگر برباد جاوے خاک میری کیا تعجب ہے
فلک جب چرخ میں آتا ہے تیرے دورِ داماں سے

خبر میں ہائے لے سکتا نہیں اپنے بیاباں کی
نہیں ہے مجھ کو چھوٹ ایک آن اِن شہری غزالاں سے

گل و بلبل کی کیا صحبت نہیں دیکھی یقیںؔ تو نے
جو اُمیدِ وفا رکھتا ہے تو ان خوب رویاں سے

●

غزل نمبر ۱۳۸

کوئی میداں نہ جیتا عشق کا فرہاد کے آگے
کسو نے دم نہ مارا تیشۂ فولاد کے آگے

گئے دوڑے نہ آخر حضرتِ یعقوب کنعاں سے
زمیں ماپے بدر بھی حُسنِ مادرزاد کے آگے

اکیلا کیوں پر جیتا ہے ستوں میں جی بچارے کا
نہ ہوتا نقش شیریں کا اگر فرہاد کے آگے

اگر دھڑکا ہو جنت میں تو بدتر ہے جہنم سے
ہمیں گُل خار سا لگتا ہے اس صیاد کے آگے

یقیںؔ اُس قد کے آگے اس طرح سے سرو رسوا ہے
درختانِ بیابانی ہیں جیوں شمشاد کے آگے

●

غزل نمبر ۱۳۹

گئے سب بھول شکوے دیکھ رُوئے یار کیا کہئے
زباں حیرت سے میری ہو گئی بے کار کیا کہئے

تبسّم میں جو اس کا منھ کھلا جی بند گیا وہیں
میرا دل لے گیا، ہنستے ہی ہنستے یار کیا کہئے

اگر اس کی جگہ پہلو میں ہوتا خار بہتر تھا
بہت دیتا ہے میرا دل مجھے آزار کیا کہئے

جلا کر آشیاں اس فصل میں اے باغباں میرا
جہنّم تو نے مجھ پر کر دیا گل زار کیا کہئے

یقیںؔ کے واقعے کی سُن خبر وہ بدگماں بولا
یہ دیوانہ کچھ ایسا تو نہ تھا بیمار کیا کہئے

غزل نمبر ۱۴۰

نہیں ہے جامِ مے بن کچھ ہمارا خوں بہا ساقی
اس آبِ زندگی سے اپنے ماروں کو جلا ساقی

ٹک اِک تو رحم کر اب مر گئے مے کی تمنّا میں
ہماری جان کو روتے ہیں یہ ابر و ہوا ساقی

ارے زاہد نہیں بے دین و ایماں اہلِ مے خانہ
کہ ہے یہاں بادہ وحی و جام، پیغمبر خدا ساقی

بہار آئی ہے پر افسوس یہ دن کیا بھلے کٹتے
جو ہوتا باغباں مخلص ہمارا آشنا ساقی

بڑھاپے میں یقیںؔ کی جامِ مے سے دست گیری کر
شرابِ کہنہ ہے اس دردِ پیری کی دوا ساقی

غزل نمبر ۱۴۱

جو سر پاؤں پہ رکھ دیجے تو خوش ہوویں بتاں ہم سے
ولیکن ہائے ہو سکتی ہے یہ جرأت کہاں ہم سے

تمھارے بال و پر سے باغ کی آتی ہے بُو ہم کو
کبھو تو ملتے جایا کیجیے اے بلبلاں تم سے

کوئی ان بلبلانِ باغ سے یہ پوچھ دے ہم کو
کہ خوب آباد ہے گلزار و خوش ہے باغباں ہم سے

جو چپکے دیکھتے گل کو تو کب صیّاد واقف تھا
ہمارے آہ و نالے نے چھڑایا آشیاں ہم سے

یقیںؔ کچھ دام میں پڑنے کا اندیشہ نہیں مجھ کو
پر اتنا ہے کہ ٹک آباد تھا یہ گلستاں ہم سے

غزل نمبر ۱۴۲

وفا کا کیا قیامت ہے کوئی بدلا جفا دیوے
ترحم ان بتوں کو اپنے بندوں پر خدا دیوے

نہ تھی پرواز قسمت میں مری صیّاد پر اتنا
صبا سے کہیو میری خاک گلشن میں اُڑا دیوے

خفا ہو زندگی سے مر گیا ہوں، لیک ڈرتا ہوں
مبادا حشر مجھ کو خوابِ راحت سے جگا دیوے

محبت کا جو ناتا ہے عجب آداب ہیں اُس کے
کہ جیوں جیوں یار دیوے گالیاں عاشق دعا دیوے

یقیںؔ زنجیر میں ہے تب تو عالم میں نہیں جھیلیں
جو ٹک چھوٹے یہ دیوانہ ابھی دھومیں مچا دیوے

غزل نمبر ۱۴۳

نہ دے برباد خارِ آشیاں کو عندلیباں کے
صبا یہ بھی ہوا خواہوں میں ہیں آخر گلستاں کے

نہ دی فرصت کہ ان ہاتھوں سے کچھ کام اور بھی نکلے
ہم آخر ہو گئے دامن گیر اس چاکِ گریباں کے

اٹھیں گی قمریاں محشر میں خاکستر ہماری سے
جلے ہیں ہم بہت ہاتھوں سے اُس سروِ خراماں کے

رگڑتا ہے سر اپنا پشتِ پا پر متصل تیرے
گریباں پھاڑیئے اس پر کہ کیا طالع ہیں داماں کے

جو مجنوں آہوانِ دشت سے خوش تھا تو وہ جانے
یقیں ہم تو دوانے ہیں انھیں شہری غزالاں کے

غزل نمبر ۱۴۴

ضرر ان سے مقرر کیا کیا اے باغباں تو نے
جلا ناحق دیا اُن بلبلوں کا آشیاں تو نے

اگر دعویٰ نہ کرتا عشق کا بدنام کیوں ہوتا
زبانوں میں مجھے عالم کی ڈالا اے زباں تو نے

مرے آنسو بھی مارے ضعف کے اب چل نہیں سکتے
کیا اے عشق مجھ کو ہائے ایسا ناتواں تو نے

بگولا بھی ہماری خاک سے [اب] اُٹھ نہیں سکتا
ہمیں یوں کر دیا پامال اے سروِ رواں تو نے

یقیں بلبل کہاں ہوتا ہے پیدا اس سلیقے کا
کیا ہے منتخب خوبوں کے منہ کا گلستاں تو نے

غزل نمبر ۱۴۵

ٹک اک انصاف کر اتنا بھی کرتا ہے جفا کوئی
کرے گا بعد میرے کس توقع پر وفا کوئی

نظر آتا نہیں ثابت گریباں ایک غنچے کا
چمن پر یہ ستم کرتا ہے اے بادِ صبا کوئی

گل و لالہ سے شور انگیز تر ہے [گی]؟ حنا تیری
نہ ہو کیوں کر دوانہ دیکھ تیرے دست و پا کوئی

عجب سج سے کیا ہے قتل مجھ کو اس کو مت چھیڑو
طلب کرتا ہے ایسے قاتلوں سے خوں بہا کوئی

گزر جا وصل سے گر ہجر میں ہے گی رضا اس کی
محبت میں یقیں لیتا ہے نامِ مدعا کوئی

غزل نمبر ۱۴۶

شبِ ہجراں کی وحشت کو تو اے بے درد کیا جانے
جو دن پڑتے ہیں راتوں کو مجھے تیری بلا جانے

جدا ہم سے ہوا تھا ایک دل نام اپنے یاروں سے
خبر اُس کی نہ پائی کیا ہوا واقع خدا جانے

نہ رکھ اے ابرِ تر سر پہ ہمارے بارِ منت کا
وہ بادل اور ہیں جو آتشِ دل کو بجھا جانے

نہ رکھ اے دل تو اُمیدِ وفا ان بے وفاؤں سے
خدا سے ہے وہ بیگانہ جو بُت کو آشنا جانے

جنوں نے اُس کے گل سے بلبلوں تک شور ڈالا ہے
یقیں سا ہو کوئی تب اس طرح دھومیں مچا جانے

غزل نمبر ۱۴۷

کوئی لطف اِن بتاں کا کیونکہ بن دیوانہ پن جانے
معانی نسخۂ گل کے غزل خوانِ چمن جانے

گریباں چاک کرنے سے کسو کے تجھ کو کیا ناصح
ہمارا ہاتھ جانے اور ہمارا پیرہن جانے

خطا ہے منت مرکر یار کو دینا رقیبوں کو
ہماری ہم سے پوچھو کوہکن کی کوہکن جانے

مزہ پاتے ہیں ہکلانے سے اس کے اور مت پوچھو
چپکنے کی لبوں کے وجہ وہ شیریں دہن جانے

طبیعت شعر کی اصلاح بن فاسد ہی رہتی ہے
وہی سمجھے یقیں یہ بات جو نبضِ سخن جانے

غزل نمبر ۱۴۸

اگر دیتے ہو دل کی داد جتنا اس کا جی چاہے
تو کرنے دو اسے فریاد جتنا اس کا جی چاہے

ملی ہیں یار کی گلیاں ہمیں مجنوں سے یہ کہیو
کرے ویرانے کو آباد جتنا اس کا جی چاہے

نہیں ممکن کہ ہم کعبے کو جاویں چھوڑ بت خانہ
کرے واعظ ہمیں ارشاد جتنا اس کا جی چاہے

وفا کا طوق ہے قمری صفت جزوِ بدن میرا
کرے جور و ستم صیاد جتنا اس کا جی چاہے

یقیں مجھ بن نہیں ہے قدرداں کوئی مصیبت کا
فلک مجھ پر کرے بے داد جتنا اس کا جی چاہے

غزل نمبر ۱۴۹

نہیں کوئی کہ اخبار اس کے ہم تک یاد علاوے — گیا ہے دل اسی کو دیکھیے کب تک خدا لاوے
پڑیں پتھر الٰہی اس محبت پر کہ وہ بے کس — مرے اس طرح اور پرویز شیریں کو اٹھا لاوے
دیارِ حسن ہے تو خوش ہوا پر یہ آ پڑی مشکل — کہ لٹ جاتا ہے یہاں جو کارواں جنسِ وفا لاوے
جو کچھ آباد ویرانے کو ہم نے کر دیا کب تھا — اگر شبہ کسی کو ہو تو مجنوں کو بلا لاوے

مناسب تھیں ہے شکوہ جور کا ان خوبرویوں سے
یقیں کوئی بری باتوں کو اچھے منھ پہ کیا لاوے

غزل نمبر ۱۵۰

شکنِ مشتاق، دل میرا ہوا ہے سخت سودائی — جہاں یہ دیکھتا ہے سنگ وہاں کرتا ہے مینائی
سکوتِ اہلِ سخن کا بھی نہیں ہے خالی افادہ سے — قلم کی طرح خاموشی میں کیا رکھی ہے گویائی
زمیں پر جس طرح پڑتا ہے سایہ سروِ رعنا کا — ترے قامت کے آگے فرش ہو جاتی ہے رعنائی
نہیں ہوتی کبھو احباب کی خاطر، ملول اس سے — خدا شاہد عجب بے ڈھب مصاحب ہے یہ تنہائی

یقیں بے جا بھی شی کرتا ہوں بے صبری، کہ ڈرتا ہوں
محبت بیچ لگ جاوے کبھو ننگِ شکیبائی

غزل نمبر ۱۵۱

بہار آئی ہے کیا کیا چاک جیبِ پیرہن کرتے
جواب ہم جیوتے ہوتے تو کیا دیوانہ پن کرتے

تصور اس دہانِ تنگ کا رخصت نہیں دیتا
جو ٹک دم مار بھی سکتے تو کچھ فکرِ سخن کرتے

نہیں جیوں غنچۂ گل کچھ بھی آن ہاتھوں میں گیرائی
وگرنہ یہ گریباں نذرِ خوبانِ چمن کرتے

مسافر ہو کے آئے ہیں جہاں میں تس پہ وحشت ہے
قیامت تھی اگر ہم اس خرابے میں وطن کرتے

کوئی فرہاد جیسے بے زباں کو قتل کرتا ہے
یقیں ہم واں اگر ہوتے تو ایک دو دو بچن کرتے

غزل نمبر ۱۵۲

مقابلہ میں وفا کے جو یہ جفا ہووے
کہو کسو سے کوئی کیونکہ آشنا ہووے

دیت کا نام نہ لیجے خدا کرے کہ کبھو
دئیے سے جی کے بھی قاتل کا حق ادا ہووے

اگر بخیر ہمیں یاد کر نہیں سکتا
کبھی برا ہی ہمیں کہہ ترا بھلا ہووے

یہ سب تو کرتے ہیں دعوائے عشق یار کبھو
جو آزمانے پر آوے تو کیا مزا ہووے

یقیں ہوا مجھے قطرے سے اشک کے کہ کبھو
نہ اٹھ سکے جو کوئی آنکھ سے گرا ہووے

غزل نمبر ۱۵۳

خبر تو چاہیئے مرغِ چمن سے آشیانے کی
اسیروں کی توقع کب ہے پھر گلشن میں جانے کی

گئے پکڑے شروعِ گل میں اور پروازِ اوّل میں
نہ دی فرصت زمانے نے ہمیں دھومیں مچانے کی

موا جاتا ہوں مت اتنا بھی کس کر گوندھ بالوں کو
ٹک ایک ڈھیلی تو کر دے جان زنجیر اس دوانے کی

یہ لذّت جن نے اپنے یار سے پائی ہو سو جانے
نشے میں گالیاں کھانے کی اور پیالہ پلانے کی

جھمکتا ہے اس آب و تاب سے مستی میں یادوں اس کا
ڈھلک جس طرح ہوتی ہے یقیں موتی کے دانے کی

غزل نمبر ۱۵۴

زنجیر میں زلفوں کے پھنس جانے کو کیا کہیئے
کیا کام کیا دل نے دیوانے کو کیا کہیئے

عاشق جو رہتے جیتا معشوق کے کام آوے
کیا لطف ہے جل جانا پروانے کو کیا کہیئے

دل چھوڑ گیا ہم کو بے دل سے توقع کیا
اپنے نے کیا یہ کچھ، بیگانے کو کیا کہیئے

تحقیق کو ظالم نے کچھ کام نہ فرمایا
فرہاد کے اس ناحق مر جانے کو کیا کہیئے

صحرا میں یقیں آہو کیا شور سے پھرتے ہیں
فردوس نہ کہیئے تو ویرانے کو کیا کہیئے

غزل نمبر ۱۵۵

زلیخا یار کو پہلے مژے سے آشنا کرتی
تب اُس سے سو طرح سے اپنی حاجت کو روا کرتی

ملے حس کو پیمبر سا رقیب اس کا خدا حافظ
زلیخا قید اگر کرتی نہ یوسف کو تو کیا کرتی

دل آزاری جلائے حسن ہے یہ بات اگر سنتی
غبارِ خاطرِ مجنوں کو لیلیٰ توتیا کرتی

موئے ہم فصلِ گل آنے سے آگے ہی خدا جانے
کہ کیا کیا شوخیاں ہم ساتھ یہ ظالم ہوا کرتی

یقیں فرہاد کو دُکھ سے چھڑایا اُن نے لازم تھا
زبانِ تیشہ، خسرو کو قیامت تک دُعا کرتی

غزل نمبر ۱۵۶

نہ بیٹھا کوہ کن کا نقش کچھ اس رنج و محنت سے
اٹھا سکتا نہیں تیشہ سر اپنا اس خجالت سے

دلِ روشن کے تئیں لگتی ہے کب ظلمت نظارے کی
صفائی میں آئینہ کی کب خلل آتا ہے صورت سے

رفیقانِ موافق ساتھ زنداں بھی گلستاں ہے
ہوا ہے دام ہم کو آشیاں آپس کی اُلفت سے

شرابِ تلخ کی لذت کو پوچھو مے پرستاں سے
کوئی نعمت گوارا تر نہیں ہم کو مصیبت سے

زمانے میں جو عاشق ہیں تمنائی ہیں جینے کے
ہمارا جی نکلتا ہے یقیں مرنے کی حسرت سے

غزل نمبر ۱۵۷

مفت کب آزاد کرتی ہے گرفتاری مجھے
جی ہی آخر لے کے چھوڑے گی یہ بیماری مجھے

کب ہوس ہے مجھ کو رسوائی کی لیکن کیا کروں
کھینچ کر لاتی ہے اس کوچے میں ناچاری مجھے

میں جو بن غمخوار ہرگز جی نہ سکتا تھا کبھو
ان دنوں کرنی پڑی ہے دل کی غمخواری مجھے

عشق کے فن سے ابھی مجھ کو کہاں ہے اطلاع
کچھ نہیں آتا بغیر از نالہ و زاری مجھے

کیا لگا لیتا ہے خوباں کو یقیں کرتی ہے داغ
آئینہ کی سادہ لوحی ساتھ پرکاری مجھے

غزل نمبر ۱۵۸

ان پری زاد جوانوں نے کیا پیر مجھے
کر دیا ضعف سے جیوں سایۂ زمیں گیر مجھے

تیری تدبیر سے میں کیوں کہ مروں گا اے مرگ
کی نہ ہو ہجر کے جب زہر نے تاثیر مجھے

جس کو منظور ہو مرنا اسے جینا ہے عذاب
ہے دمِ پاکِ مسیحا دمِ شمشیر مجھے

مجھ کو پیری میں کیا تازہ جوانوں کا مرید
خوار کرتا ہے یہ نظارۂ بے پیر مجھے

کم نہیں جوہرِ فولادِ جواہر سے یقیں
ہے بہ از سلکِ گہر عشق میں زنجیر مجھے

غزل نمبر ۱۵۹

اپنا عاشق کوئی خوباں کے مقابل کیا کرے — آپ حیراں ہے کسو کی حلِ مشکل کیا کرے

جس کو مرنے کی ہوس ہو اس کو جینا ہے وبال — زخم جب کاری نہ ہو تڑپے نہ بسمل کیا کرے

ناصح اُس کی سوزنِ مژگاں سے کھینچو کیونکہ ہات — زخم کو ٹانکے نہ دے اپنے تو گھایل کیا کرے

بے قراری کب ٹھہرنے دیتی ہے مجھ کو زیرِ تیغ — مارنا سیماب کا مشکل ہے قاتل کیا کرے

شعر خاطر خواہ مجھ سے ہو نہیں سکتا یقیںؔ
ہو جب استعداد ناقص پیرِ کامل کیا کرے

غزل نمبر ۱۶۰

محبت کے مزوں کو کب ہر اک پیر و جواں سمجھے — جو ابراہیم ہو آتش کدہ کو گلستاں سمجھے

ستم ہے قید کرنا اس طرح کے مرغِ ناداں کو — کہ جو مارے بھولاپے کے قفس کو آشیاں سمجھے

نہیں آنکھوں سے تیری حال میرا کچھ چھپا ہرگز — جو کوئی بیمار ہو سو قدرِ جانِ ناتواں سمجھے

انھیں سروِ چمن کی طرح اپنے سر پہ بٹھلاوے — جو اپنی قمریوں کی قدر وہ سروِ رواں سمجھے

یقیںؔ کی گفتگو کے لطف کو باللہ کب کوئی
بغیر از حضرتِ استاد مرزا جانِ جاں سمجھے

غزل نمبر ۱۶۱

کرتے ہیں اپنے بال دکھا مبتلا مجھے / اس پیچ سے بتاں کے نکالے خدا مجھے
دل نے مرے جو دی ہے بڑھا ٹوٹنے کی قدر / کرتی ہے بال بال سے چینی دعا مجھے
جور و جفا میں یار بہت ہو گیا دلیر / کرتے تو کی یہ راست نہ آئی وفا مجھے
میں خاک تو ہوا پہ میری آبرو نہیں / کرتے ہیں خوار دیدہ جدا دل جدا مجھے

میں گر رہا ہوں یار کے پائوں اوپر یقیںؔ
آئی ہے راست شاید گل کی ہوا مجھے

غزل نمبر ۱۶۲

خدا مجھے ترے داغوں سے لالہ زار کرے / یہ خارِ خشک مگر آگ سے بہار کرے
قیامت آپ پر اُس قد سے لا چکے ہم تو / کہاں تلک کوئی محشر کا انتظار کرے
جو تجھ کو درد ہو ناصح تو میری خواری سے / نہ ننگ و عار کرے بلکہ افتخار کرے
ہمیشہ تشنہ تری آبِ تیغ کا ہوں ولیک / کہاں وہ سیل مری خاک پر گذار کرے

اجل نہ چھوڑے گی آخر یقیںؔ کو لازم ہے
کہ اپنے سر کو ترے پاؤں پر نثار کرے

غزل نمبر ۱۶۳

یہ دل مملوک ہے خوباں کا کون اس کو چھپا رکھے — بغل میں کیوں کہ مالِ بادشاہی کو دبا رکھے
بتاں کی گرم جوشی صبر کے خرمن کی آتش ہے — خدا اس قوم کو بیگانگی کا آشنا رکھے
حرم کو چھوڑ دل بے طرح بت خانے پہ چلتا ہے — توقع باز رہنے کی نہیں اس کو خدا رکھے
ہمیں دوزخ سے اتنا مت ڈرا زاہد کہ ظاہر ہے — خدا ایسا ستم کب اپنے بندوں پر روا رکھے

یقیں جاتا رہا گر بلبلوں کے سات جلنے دے
کوئی اس بے مروت دل کو اپنے پاس کیا رکھے

غزل نمبر ۱۶۴

حیا و شرم سے کیوں کر کوئی حذر نہ کرے — ادب سے تجھ پہ کوئی کب تلک نظر نہ کرے
جو یار غیر کے سات اس طرف سے ہو گزرے — خدا کے واسطے کوئی مجھے خبر نہ کرے
یقیں ہے آگ سے پتھر کا کچھ نہیں جلتا — کہاں تلک ترے دل میں فغاں اثر نہ کرے
نگاہِ گرم سے کھاوے ہے تاب مو کی طرح — خدا کسو کے تئیں اتنا خوش کمر نہ کرے

رقیب غالب و دیوانہ دل غیور یقیں
گلی سے یار کی کیوں کر کوئی سفر نہ کرے

غزل نمبر ١٦٥

حق مجھے باطل آشنا نہ کرے — میں بتوں[1] سے پھروں خدا نہ کرے
دوستی بد بلا ہے اس میں خدا — کسو دشمن کو مبتلا[2] نہ کرے
رو میرے کو خدا قیامت[3] تک — پشتِ پائے[4] تری جدا نہ کرے
ہے وہ[5] مقتول کافرِ نعمت — اپنے قاتل کو جو دعا نہ کرے

ناصحو[6] یہ بھی کچھ نصیحت ہے
کہ یقیں یار سے[7] وفا نہ کرے

غزل نمبر ١٦٦

عشق تیرے میں لگاوے نہ خدا عار[1] مجھے — نہ کرے[2] دامِ رہائی میں گرفتار مجھے
حسن اور عشق میں اک طور کی نسبت ہے ضرور[3] — چشمِ بیمار تجھے دی ہے دلِ زار[4] مجھے
یار آیا پہ مجھے ہوش نہ تھا کیا[5] کہیئے — نہ کیا اس دلِ دشمن نے خبردار مجھے
سنگ طفلاں ہی کی امید پہ ہوں[6] دیوانہ — لت پہ دیتے ہیں تغافل سے[7] یہ آزار مجھے

جب سے نظارہ کیا ترک، ہوا[8] ہوں دل سرد
گرم رکھتا تھا یقیں شعلۂ دیدار[9] مجھے

غزل نمبر ۱۶۷

ترا خورشید سا[1] منھ دیکھ کر پھولوں کی جاں لرزے
ترا قد چھو نسیم آوے تو سروِ بوستاں لرزے

بڑے خیمے بھی[2] بادِ تند کے چلنے سے ہلتے ہیں
مرا نالہ اگر شوخی نگہ پہ آوے آسماں لرزے

نگہ چبھتی ہے دِگنی بھوں پھڑکنے سے کرامت ہے
وگرنہ تیر لگتا ہے پریشاں گر کماں لرزے

وہ بلبل کیوں کہ ہووے خار و خس سے مختلط جس کا
نسیمِ گل سے مارے نازکی کے آشیاں لرزے

نہیں کہہ بات سکتی شمع پروانے کے ماتم میں
یقیں برجا ہے رونے میں کسو کی گر زباں لرزے

یقین کی لفظیات

یقینؔ کی لفظیات

یقینؔ کی زبان آج کی زبان سے مختلف ہے اور اسے مختلف ہونا بھی چاہیے۔ زبان کی یہ تبدیلی اس کے ارتقا اور زندگی کی نشانی ہے۔ اس لیے یقینؔ کی زبان کو اس کے عہد کے معیاروں سے جانچنا چاہیے۔ ان کا صرف ایک دیوان غزلیات ہے۔ دیگر اصنافِ سخن موجود نہیں۔ اس میں قدیم اور متروک الفاظ ملتے ہیں۔ لیکن ان کا استعمال بار بار نہیں ہوا۔ ان کی لفظیات اور زبان کے قواعد اُس دَور کے آئینہ دار ہیں، جب زبان تبدیلیوں سے دوچار تھی اور بہت سے لفظوں کی تذکیر و تانیث بھی طے نہیں ہو سکی تھی۔

(۱) یقینؔ نے "تلاش" کو مذکر لکھا ہے ؎

رات دن خوباں کو ہے دل ہائے مفتوں کا تلاش

(۲) ظہور کا قافیہ شور باندھا ہے۔ ملاحظہ ہو غزل "ظہور نہیں۔ شور نہیں" اسی طرح شَجَر کو شَجْر باندھا ہے۔

ذرا نہیں ہے مری آہ میں اثر افسوس
کسی چمن میں خدا شجر بے ثمر نہ کرے

زیادہ کو زادہ باندھا ہے ؎

خدا شاہد کہ شیشے سے ہے زادہ یہ سبو نازک

(۳) تعقید کی مثالیں بھی ملتی ہیں جو اس زمانے میں عیب نہیں تھی ؎

اب جوں سرِ شک خاک سے سکتا نہیں ہوں اُٹھ

یا ع کہاں سکتے ہیں چڑھ منھ پر بتانِ نازو تمکیں کے

یا ع گرچہ شیریں شیخ کے ہے وجد میں آنے کا شور

(۴) اس قسم کی فارسی اضافت بھی ہے۔ ع

نگہ کی گردشوں کو دورِ پیمانے سے کیا نسبت

جو آج قابلِ اعتراض ہے۔

(۵) یقینؔ نے

انہوں کو	بجائے	اُن کو
امید سے	بجائے	امید پر
اتی	بجائے	اتنی
نئیں	بجائے	نہیں
تجھ حسن	بجائے	تیرے حسن
راکھا	بجائے	رکھا
امتحاں کرتا	بجائے	امتحاں لیتا
ایدھر	بجائے	ادھر
بسرتی	بجائے	بھول جاتی
آشیاں کرتا	بجائے	آشیاں بناتا
سجن	بجائے	یار، محبوب
جاگھہ	بجائے	جگہ
جفا اٹھایا ہوں	بجائے	جفا اٹھا چکا ہوں
خموشی ساتھ	بجائے	خموشی کے ساتھ
ہموں	بجائے	ہمیں
ستی	بجائے	سے

استعمال کیا ہے۔

ذیل میں ہم یقینؔ کے کلام میں جو قدیم مشکل یا نامانوس الفاظ ہیں ان کی فرہنگ

پیش کر رہے ہیں۔

اس فرہنگ کے تیار کرنے میں ہم نے

(۱) فرہنگ آصفیہ : مولوی سید احمد دہلوی چار جلدوں میں نسخہ قدیمہ۔

(2) JOHN T. PLATTS:

A DICTIONARY OF URDU, CLASSICAL HINDI AND ENGLISH, OXFORD, 1960

(۳) نوراللغات مولفہ نورالحسن نیر چار جلدوں میں مطبوعہ ۱۹۲۴ء

(4) DUNCAN FORBES
DICTIONARY: HINDUSTANI AND ENGLISH
SECOND EDITION LONDON.

(۵) دکنی اُردو کی لغت : مرتبہ مسعود حسین خاں و غلام عمر خاں حیدرآباد دکن ۱۹۶۹ء
سے مدد لی ہے۔

فرهنگ

فرہنگ

الف

آوازِ چینی : شیشوں کے کھنکنے کی جھنکار
آبِ تیشہ : تیشے کی دھار۔ تیزی
آسماں کرنا : بلند کرنا۔ زمین غزل کو شاعرانہ بلندی کی انتہا تک پہنچانا۔
امتحاں کرنا : آزمانا۔ پرکھنا۔ فارسی محاورے امتحاں کردن کا لفظی ترجمہ ہے۔
ایمن نہ رہ : مطمئن نہ رہ
اُکلانا، اُکلانا : فعل لازم اکتانا۔ بیقرار ہونا۔ گھبرانا۔ بے چین ہونا۔ تھک جانا۔
آبیار : کھیتی سینچنے والا۔ پودوں کو پانی دینے والا۔

ب

بچن : اسم مذکر۔ وچن۔ قول۔ بات۔ گفتگو۔ کلام۔ بول۔ عہد پیمان۔ شرط۔ شگون
برجا : مناسب۔ موزوں۔ موقع اور محل کے مطابق
بوجھے : سمجھے
بسر جانا : فعل لازم۔ بھول جانا۔ چوک جانا۔ یاد نہ رہنا

پ

پگل : پگھل

پچھڑنا : فعل لازم ۔ چت ہونا ۔ گرنا ۔ بیمار پڑ جانا ۔ مات ہونا ۔ ہارنا ۔ پیچھے رہنا ۔ پیچھے رہ جانا ۔

پلاس : ڈھاک کا درخت ۔

ت

ترکان : ترک کی جمع ۔ مجازاً معشوق حسین ۔

تیغ کوہ : پہاڑ کی چوٹی ۔

تابدان : اسم مذکر ۔ روشندان ۔ وہ موکھا جو روشنی کے واسطے عمارت میں چھوڑ دیتے ہیں ۔ روزنِ دیوار ۔

تنک : صفت ۔ ذرا ۔ ذرا سا ۔ تھوڑا ۔ کچھ ۔ قدرے ۔

تسخیر : تابع کرنا ۔ لبھانا ۔ عملِ روحانیت ۔ حاضرات ۔

ٹ

ٹک : ذرا

ٹھن کن : ٹھن کار (دکنی) بہ معنی ناز ۔ ادا ۔

ج

جِرم : جسم ۔ تن ۔ بدن ۔ جثہ ۔ اصطلاح میں علویات ۔ معدنیات اور جمادات پر اس کا زیادہ اطلاق ہوتا ہے اور نیز نگینہ کے جسمانی عیب پر ۔

جلتے بلتے : جلتے ہوئے ۔ رنجیدہ خاطر ۔ مغموم ۔ تند مزاج ۔

جگر دار : بہادر ۔ ہمت والا ۔

جَس : ذاتی جوہر ۔ وصف ۔ گن ۔ اثر ۔ طاقت ۔

جیوتا : اب متروک ہو چکا ہے۔ اس کی جگہ اب جیتا بولتے ہیں بمعنی زندہ۔

چ

چینیٔ مودار : وہ شیشہ یا چینی کا برتن جس میں بال پڑ گیا ہو۔

ح

حک : اسم مذکر۔ کھرچنا۔ چھیلنا۔ دور کرنا۔

خ

خسارت : گمراہی۔ ٹوٹا۔ نقصان۔ زیاں۔
خواب ہو جانا : خیال سے جاتا رہنا۔

د

دیت : خوں بہا۔
دَم : اسم مذکر۔ سانس۔ پھونک۔ افسون۔ منتر۔ جادو کے اکثر جو پڑھ کر پھونکتے ہیں۔
دھڑکا : خوف۔ اندیشہ۔ دل کی دھڑکن۔ ہولِ دل۔ اختلاجِ قلب۔

ڈ

ڈھلک : ڈھلکنا۔ کسی گول چیز کا غلطاں ہونا۔ لڑکنا۔ غلطاں ہونا۔ جھک جانا۔

ر

روپا : چاندی۔

ز

زمین : غزل کی زمین مراد ہے یعنی بحر، قافیہ، ردیف۔
زنجیر کرنا : فارسی محاورے زنجیر کردن کا ترجمہ ہے۔ قید کرنا۔ گرفتار کرنا۔
زنگار : اسم مذکر۔ تانبے کا کساؤ۔ نیلا تھوتھا۔ طوطیائے سبز۔

س

سر فرو نہ آیا : سر نہ جھکا۔
سیانے : اسم مذکر۔ عامل۔ پری خواں۔ بھوت پریت اتارنے اور گنڈہ تعویذ کرنے والے۔
ستی : سے۔ اب متروک ہوچکا ہے۔

ش

شہری غزال : کنایہ ہے حسینوں کے لیے۔
شبّیر و شبّر : نیک خوبصورت حسین۔ چوں کہ شبیرّ و شبرّ اور مشبر اصل میں یہ تینوں ہارون علیہ السلام کے فرزندوں کے نام تھے مگر حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم انھیں ناموں سے حضرت حسن و حسین کو بلایا کرتے تھے۔ اس وجہ سے یہ حضرت امام حسن اور حسین کا لقب پڑ گیا تھا۔

ط

طنّاز : آن بان والا۔ ناز سے چلنے والا۔ شوخ۔ بیباک۔ طرار (معشوق کی صفت میں آتا ہے۔)
طوطیا : اسم مذکر۔ نیلا تھوتھا۔ بہتان۔ الزام۔ تہمت۔

ظ

ظلِّ ہُما : ہُما کا سایہ۔ ہُما ایک فرضی پرندہ ہے جس کی نسبت یہ مشہور ہے کہ اُس کا سایہ جس پر پڑ جائے وہ شخص صاحبِ سلطنت ہو جاتا ہے۔

ع

عسس : اسم مذکر۔ کوتوال۔ شہر کے گرد گشت کرنے والا عہدہ دار۔

غ

غرق بخوں : خون میں ڈوبا ہوا۔

ف

فغفور : چین کے بادشاہ کا لقب ہے۔

فندق : اسم مونث۔ ولایت کے ایک مشہور میوے کا نام جو نہایت سُرخ اور جھاڑی کے بیر کے برابر ہوتا ہے چوں کہ وہ سرانگشتِ حنابستہ سے بہت مشابہت رکھتا ہے اس وجہ سے کبھی لبِ معشوق اور اکثر سرانگشتِ حنابستہ یا انگلیوں کے سرخ سروں سے مراد لیتے ہیں۔

فصاد : فصد کھولنے والا۔ رگ زن۔ نشتر زن۔ جرّاح۔

ک

کلیاتی ہے : کلیانا سے۔ فعل لازم۔ درختوں میں شگوفہ کا آنا۔ پرندوں کا نئے پَروں پر آنا۔ نئے پَر نکالنا۔

کام فرمانا : عمل میں لانا۔

کم نگہی : کم نگاہی کا مخفف ہے۔ اسم مونث۔ بے التفاتی۔ بے پروائی۔ کم نظری۔

کالے کی لہر : کہاوت ہے ۔ دیوانگی کا اُبھرنا۔ یعنی کبھی کبھی جنون اُبھرتا ہے، گاہے گاہے ہُڑک اٹھتی ہے۔

گ

گلگیر : اسم مذکر۔ وہ مقراض جس سے چراغ یا شمع کا گُل کترتے ہیں۔

گھر بسی : سہاگن۔ مجازاً بیوہ۔ اور گھر اُجاڑنے والی عورت۔

گرد باد : اسم مذکر۔ بگولہ۔ ہوا کا چکر۔

گلگوں : گلاب کے رنگ کا۔ سُرخ۔ فرہاد کی محبوبہ شیریں کے گھوڑے کا نام۔

ل

لہک : اسم مونث۔ شعلہ۔ لہر۔ لپٹ۔ جوش۔ سرسبزی۔ لہلہاہٹ۔ بہار۔ جوبن۔

لٹک : اسم مونث۔ آویزش۔ لٹکاؤ۔ نازوادا۔ چٹک مٹک۔ آن بان۔ ترنگ۔ موج۔

لوہو : اسم مذکر۔ لہو۔ خون۔ اردو میں اب اسے واو کے ساتھ لکھنا متروک ہے۔

م

مردمِ آبی : آدمِ آبی۔ جل مانس۔ دریائی آدمی۔ ایک قسم کے آدمی کی صورت کے حیوانات جو سمندر میں ہوتے ہیں۔

مُوا : مرگیا۔ نگوڑا۔ فوت ہوگیا۔ نامراد۔ صفت مذکر۔ عورتیں جب کسی شخص یا چیز سے آزردہ ہوتی ہیں تو یہ کلمہ کمبخت، بدنصیب کی

جگہ کہتی ہیں۔

مَن ہرَن : دل کو جیتنے والا۔ دل رُبا۔ معشوق۔

مرہم زنگار وہ مرہم جس میں نیلا تھوتھا جزوِ اعظم ہو ایسے مرہم سے زخم کی آلائش کٹ کر نکل جاتی ہے۔

میر سامانی : میر ساماں : اسم مذکر۔ خانساماں۔ امیروں یا بادشاہوں کے کھانے کا انتظام کرنے والا۔ انتظام کرنے کا اختیار۔

منصور : فتحمند۔ ایک فقیر کامل کا نام جو باپ کے نام سے مشہور ہو گیا تھا۔ کیوں کہ اس کا اصل نام حسین بن منصور تھا جس کا لقب حلاج پڑ گیا تھا۔ اس درویش نے حالتِ جذب میں انا الحق یعنی" میں خدا ہوں" کہہ دیا تھا جس کی پاداش میں بحکم شرع وہ سولی پر چڑھا یا گیا مگر اس نے اپنے قول سے انکار نہیں کیا۔

ماہ کنعانی : کنعان کا چاند۔ کنایہ ہے حضرت یوسف علیہ السلام سے۔ جو بہت حسین تھے۔

ن

نپٹ : صفت۔ نرا۔ تمام۔ سراسر۔ سرتاپا۔ بہت۔ نہایت۔

ہ

ہامون : اسم مذکر۔ میدان۔ جنگل۔ بیابان۔ صحرا۔

حواشی

غزل نمبر ۱

۱؎ اوس = سالار ۱ ۔ سالار ۲ ۔ انڈیا آفس ۔ ایشیا ۔ آصفیہ ۱ ۔ آصفیہ ۲ ۔

۲؎ جس کے = فرحت ۔ بنگلور

۳؎ سربرآ = سالار ۱ ۔ فرحت ۔ بنگلور ۴؎ اس مونہہ سیں = انجمن

۵؎ ابابکر = سالار ۱ ۔ سالار ۲ ۔ انجمن ۔ آصفیہ ۲ ۔ بنگلور

۶؎ کب ہے = ایشیا ۔ حمد و مدح = بیاض

۷؎ جو بھیجے = انجمن ۸؎ شپیر و شپیر = ایشیا ۔ برٹش

۹؎ درکار نہیں = سالار ۱ سالار ۲ ۔ انڈیا آفس ۔ آصفیہ ۱ انصاف نئیں = انجمن ۔ سالار ۱ بنگلور آصفیہ ۲
یہ شعر انتخاب دیوانِ حسرت میں دوسرے نمبر پر ہے اور اس طرح ہے = نام حمد اور مدح کے لینے سے
ہے میری نجات ۔

۱۰؎ جوں = ایشیا ۔ فرحت

۱۱؎ شام و صبح = ایشیا ۔ انڈیا آفس ۔ آصفیہ ۱ ۔ آصفیہ ۲
انتخاب دیوانِ حسرت میں یہ شعر اس طرح ہے = جان پر اپنے یہ لازم رکھ یقیں ہر صبح و شام

غزل نمبر ۲

۱؎ کبھو وہ تھا = بنگلور ۔ کبھو وہ تھا کہ ہم پردو = سالار ۱ ۔ انجمن ۔ کبھو یوں تھا = ایشیا

۲؎ مراحب دیکھتا تھا = بنگلور ۔ سالار ۱ ۔ سالار ۲ ۔ انڈیا آفس ۔ انجمن ۔ آصفیہ ۲ ۔ میراحب دیکھتا یہ
حال = بیاض

۳ہ دل شیون میں ایسا ہے = فرحت ۔ بنگلور ۔ رہتا ہے گر سنتا = انجمن ۔ اگر سنتا = انڈیا آفس

۴ہ صدا اوس = سالار ۲

۵ہ اشک خونی دار مژگاں پر = آصفیہ ۲ ۔ اشک خوں کوں = انڈیا آفس ۔ سالار ۱

۶ہ اگر رونے کو میرے = ایشیا ۔ بنگلور ۔ سالار ۲ ۔ انجمن ۔ اگر رونے کو میرے کوں = سالار ۱ ۔

۷ہ مری جا گہ = انجمن ۔ سالار ۲ ۔ تری جا پر = ایشیا

۸ہ پھٹی چھاتی کو میری دیکھ = ایشیا ۔ فرحت ۔ انجمن ۔ انڈیا آفس ۔ آصفیہ ۲ ۔ بنگلور
پھٹی چھاتی کوں میری دیکھتا = سالار ۱ ۔ پھٹی چھاتی کو میری دیکھ کر ۔ سالار ۲

۹ہ روتا ہے شبنم جوں یقیں میرا = بنگلور ۔ روئے ہے جیوں شبنم یقیں میرا ۔ انجمن ۔ سحر چاک پر
روتا ہے = فرحت ۔ سالار ۱ ۔ سحر اس چاک پر روتے جوں = بیاض

غزل نمبر ۲

۱ہ یوں کہنے = بنگلور ۔ سالار ۲ ۔ آصفیہ ۱ ۔ فرحت ۔ انڈیا آفس ۔ مل کے سب آپس میں کہتے ہیں =
حسرت ۔ سب مل لگے آپس میں یوں کہنے = سالار ۱

۲ہ تو میخانے کے کام آتا = آصفیہ ۲

۳ہ ان ہولنے = انڈیا آفس

۴ہ غبار اون کا اگر ہوتا = سالار ۱

۵ہ سارا بھی = بنگلور ۔ سارا ہی کیا کیجے = آصفیہ ۲

۶ہ کوئی پتھر بھی رہ جاتا = سالار ۲ ۔ کوئی پتھر بھی بچ جاتا = فرحت ۔ کوئی پتھر ہی بچ رہتا = انجمن کوئی
پتھر بھی بچ رہتا = حسرت ۔ سالار ۱ ۔ بنگلور

۷ہ لیا گھیر اس یقیں کو عشق میں آتش کدہ سارا = بنگلور ۔ لیا اس یقیں نے = سالار ۲

۸ہ کوئی شعلہ بھی بچ رہتا تو = بنگلور ۔ سالار ۱ ۔ فرحت
کوئی شعلہ اگر رہتا = سالار ۲ ۔ کوئی شعلہ جو بچ رہتا = ایشیا
کوئی شعلہ ہی بچ رہتا = انجمن

غزل نمبر ۴

۱ھ پرسینۂ سوزاں میرا = سالار۲۔ داغ سیں = سنٹرل۔ انجمن

۲ھ رکھتا ہے نمایاں میرا = بنگلور۔ آگ سے لیتا ہے = سنٹرل

۳ھ شیئں = سالار۱۔ انڈیا آفس

۴ھ کوئی کیوں کر لکھے = بنگلور۔ سالار۱۔ کیوں کہ کوئی لکھ سکے = انجمن۔ سالار۲۔ کیوں کہ لکھے کوئی = بیاض

لکھ سکے کیوں کہ کوئی = آصفیہ۱۔ کوئی کیوں کر کہے = فرحت۔ گر کوئی لکھ سکے = سنٹرل

۵ھ اس کو تو ذرا عیب نہیں = بنگلور۔ سالار۱۔ سالار۲۔ اس کوں تو ذرا عیب نہیں = سنٹرل

۶ھ جفا کوں = سالار۱۔ سنٹرل

غزل نمبر ۵

۱ھ بتوں کوں = سالار۱۔ سنٹرل

۲ھ خدا گر مجھ کوں دیتا = سنٹرل

۳ھ ان بلبلوں کوں = سالار۱۔ سنٹرل۔ گلستاں کا باغباں کرتا = بیاض

۴ھ رہا ہے بے خبر افسوس = آصفیہ۱۔ سالار۲۔ لذت سے اسیروں کی = سنٹرل

۵ھ نہ دیتا عیش گر خسرو کو لذت = بنگلور۔ خسرو کوں = سالار۱۔ سنٹرل

نہ دیتا عیش کی خسرو کو لذت قصرِ شیریں کی = سالار۲

۶ھ بجائے شیر جوئے خوں رواں کرتا = فرحت

۷ھ کیا مجھ کو یقیں = انڈیا آفس۔ بنگلور۔ انجمن۔ سالار۱۔ حسرت۔ سالار۲۔ آصفیہ۔ آصفیہ۲ فرحت۔

۸ھ گلی کوں یار کی = سالار۱۔ گلی کوں یار کی لہو سے (کذا) = انڈیا آفس۔ اپنے لہو سے گلستاں کرتا = حسرت

غزل نمبر ۶

۱ھ اوس = سالار۱۔ آصفیہ۲

۲ھ نہ ہوتا اس کی بدخوابی کا ڈر مجھ کوں = سالار۱۔ آصفیہ۲۔ نہ ہوتا اس کی بے خوابی کا ڈر مجھ کو = بنگلور

سنٹرل۔ ایشیا۔ نہ ہوتا اس کی بدخواہی کا ڈر مجھ کو = انجمن

؎۳ تو پھر بھر کر = فرحت۔ انجمن۔ سنٹرل۔ تو جی بھر کر = آصفیہ ۲۔ انڈیا آفس۔ ایشیا۔ بنگلور

؎۴ راتوں کوں = سالار ۱

؎۵ ضعف و پیری کی سجن تب تو = سالار ۲۔ آصفیہ ۱۔ انڈیا آفس۔ ایشیا۔ ضعفِ پیری کی سجن گر توں = سالار ۱۔ ضعفِ پیری کی سجن جب توں = انجمن۔ سنٹرل۔ آصفیہ ۱۔ ضعفِ پیری کی سجن جب تو = انڈیا آفس۔ فرحت۔ بنگلور۔

؎۶ جو تجھ سا کوئی تیرے تیر سے قدکوں کماں کرتا = سالار ۱۔ جو تجھ سا کوئی تیرے تیر سیں قدکو = انجمن۔ جو مجھ سا کوئی تیرے تیر سے قدکو کماں کرتا = انڈیا آفس۔ تو اپنے سرو عالی قدکوں خم کر کر کماں کرتا = سنٹرل

؎۷ زباں فولاد کی ہوئے تب جوابِ کوہ کن دیوے = سالار ۲۔ سنٹرل۔ انجمن۔ زباں فولاد کی ہو تب جوابِ کوہ کن دیجئے = آصفیہ ۲۔

؎۸ پرویز کوں = سالار ۱۔ سنٹرل۔

؎۹ نہ آیا سرفرو ادھر یقیںؔ کے فکرِ عالی کا = سالار ۱۔ نہ آیا سرفرو ہرگز یقیںؔ کے فکرِ عالی کا = سنٹرل نہ آیا سرفرو ادھر یقیںؔ کی طبعِ عالی کا = آصفیہ ۲۔

؎۱۰ زمینوں کوں = سالار ۱۔ سنٹرل۔ ریختوں کا = انجمن۔ بنگلور۔ سالار ۱۔ سالار ۲۔ ریختوں کی = سنٹرل۔ آصفیہ ۱۔ ریختے کا = بیاض

غزل نمبر ۷

؎۱ اب کی سال میخانے = فرحت۔ انتخاب حسرت۔ اب کے سال پیمانے = آصفیہ ۲۔ انڈیا آفس۔ ایشیا۔ بیاض

؎۲ توبہ کے کرنے سے = بنگلور۔ ایشیا۔ سالار ۱۔ سالار ۲۔ آصفیہ ۲۔ ہمارے توبہ کر لینے سے = فرحت۔ انجمن۔ ہمارے توبہ کرنے سیتی میخانے پہ کیا گذرا = ایشیا۔ آصفیہ ۲۔ انڈیا آفس۔ بیاض

؎۳ برہمن سرکوں اپنے = سالار ۱۔ برہمن پیٹتا تھا سر کو اپنے = آصفیہ ۲۔ انتخاب حسرت

؎۴ خدا جانے تیری صورت کہ = ایشیا۔

؎۵ ہوئے ہیں چور میرے استخواں پتھروں سے لڑکوں کے۔ بنگلور۔ فرحت۔ سالار ۱۔ سالار ۲

حیا لڑکوں کی برجا = آصفیہ ۲۔ انجمن ۔ ہر جا = بیاض

۶ھ نہ پوچھا یہ کبھی تونے = سالار ۱۔ سالار ۲۔ فرحت۔ کبھی تونے نہ پوچھا یہ = انجمن

۷ھ مجھے زنجیر کر رکھا ہے = انجمن ۔ سالار ۱۔ سالار ۲۔ آصفیہ ۱۔ ہمیں زنجیر کر رکھا ہے = آصفیہ ۲
مجھے زنجیر کر رکھا ہے یہاں = انڈیا آفس ۔ بیاض

۸ھ یقیں کب یار مرا سوزِ دل کی داد کوں پہونچے = سالار ۱۔ یقین کب یار مرے درد دل کی داد کو
پہونچے = بنگلور یقیں کب یار مرے سوزِ دل کی داد کوں پہونچے = انجمن ۔ یقیں کب یار مرا۔ فرحت۔

۹ھ کہاں ہے شمع کوں پروا = سالار ۱۔ کہاں اس شمع کو پروا = انجمن ۔ کہاں ہے شمع کو یہ غم = بیاض

غزل نمبر ۸

۱ھ ہر شعر کی ردیف ہوئے گا ہے = سالار ۱۔ انجمن ۔ یہ زخم مرا کاری اس سینے سے کیا ہوگا = بنگلور

۲ھ کب بجھتی عطش دل کی = سالار ۱

۳ھ ساقی مجھے تو اتنی مے پینے سے کیا ہوگا = بنگلور۔

۴ھ آئینے کوں = سالار ۱

۵ھ میں نے نہیں = سالار ۲۔ آصفیہ ۲۔ انڈیا آفس ۔ انجمن۔

۶ھ اب توں بھی = سالار ۱۔ اب بھی تو = بنگلور۔

۷ھ جب دیں کے خزانے ہوئیں تب کام چلے میرا = سالار ۱
جب دیں کے خزانے ہو تو کام چلے میرا = سالار ۲
جب دل کا خزانہ ہو تب کام چلے تیرا = بنگلور۔
جب دیں کے خزانے ہوں تب کام چلے تیرا = فرحت۔
جب دیں کے خزانے ہوں تب کام چلے میرا = انجمن۔

۸ھ تجھ کوں = سالار ۱۔ انجمن۔

غزل نمبر ۹

۱ھ طلا تجھ حسن = بنگلور ۔ سالار ۱۔ آصفیہ ۱۔ سالار ۲۔ فرحت۔
طلا تجھ حسن کے مشعل کے آگے آب ہو جاتا = انجمن۔

۲ھ پگھل = سالار ۲ ۔ آصفیہ ۲ ۔ ایشیا۔

۳ھ اوسس = سالار ۱

۴ھ کہیں زخم اوراک لگتا تو = سالار ۱ ۔ کوئی زخم اور اگر لگتے = سالار ۲ ۔ کبھی زخم اوراگر لگتا تو = بنگلور

۵ھ گلیوں میں یوں دیکھا = ایشیا۔ انگلیوں میں یہ دیکھا = انجمن۔

۶ھ کہ جو گرتا تھا اشکِ خوں وہاں عناب ہو جاتا = سالار ۱ ۔ سالار ۲ ۔ فرحت ۔ انجمن ۔ بنگلور

کہ اشکِ خوں جو گرتا تھا سو واں عناب ہو جاتا = آصفیہ ۱ سو وہ عناب = بیاض ۔

کہ جو گرتا تھا اشکِ خوں واں عناب ہو جاتا = آصفیہ ۲ ۔

۷ھ اگر تجھ کوں = سالار ۱ ۔ انجمن ۔

۸ھ تماشا ماہِ کنعاں کا تو اوس کو خواب ہو جاتا = بنگلور ۔ انڈیا آفس ۔

اس کوں خواب ہو جاتا = انجمن ۔ سالار ۱

۹ھ یقیں سوز گداز اپنے = آصفیہ ۲

یقیں سوز و گداز اپنے کوں = سالار ۱

غزل نمبر ۱۰

۱ھ سریرِ سلطنت سیں = انجمن ۔ سریرِ سلطنت سوں = بیاض ۔

۲ھ مجھے ظلِ ہما سے = سالار ۱ سالار ۲ ۔ ہمیں بالِ ہما = بیاض ۔

۳ھ بہاراں میں = سالار ۲ ۔ آصفیہ ۲ آصفیہ ۱ ۔ انڈیا آفس ۔ فرحت ۔ بنگلور ۔ کہ ہاتھوں میں اوپاؤں

میرے ہی خار = بیاض ۔

۴ھ مجھے دو کھ پھیر دیا تونے مونڈا کر سبزۂ خط کوں = سالار ۱ ۔ سالار ۲ ۔

مجھے دکھ پھیر دیا تونے منڈھا کر سبزۂ خط کو = بنگلور ۔

مجھے پھیر دکھ دیا تونے منڈا کر سبزۂ خط کوں = انجمن ۔

مجھے دکھ پھیر دیا تونے منڈا کر سبزۂ خط کو = فرحت ۔

۵ھ جراحت کوں = سالار ۱ ۔ انجمن ۔ جراحت کو میرے وہ = فرحت ۔ بنگلور ۔

۶ھ کچھ وصل کے دھڑکے عجب دیکھے = سالار ۱ ۔

کہ ہم نے ہجر سے یہ وصل میں = سالار ۲۔ ہوتے = آصفیہ۔

ہمیں نے ہجر سے کچھ وصل میں دھڑکے بہت دیکھے = بنگلور۔ ہمن نے = بیاض۔

۷ یہ راحت سے ہمارے حق میں وہ آزار بہتر تھا = بنگلور۔ خداشا ہد کہ اس راحت = بیاض۔

۸ جس دن کے = سالار ۲۔ بنگلور۔ فرحت۔ انجمن۔

۹ یقیں پر ہیز گر کرتا تو یہ = سالار ۲۔ یقیں پر ہیز اگر کرتا تو یہ بیمار بہتر تھا۔ بنگلور۔

غزل نمبر ۱۱

۱ نہ ہووے دور میرے سر سے = بنگلور۔ سالار ۱۔

نہ ہووے دور سر سے (کذا) سالار ۲۔

نہ ہووے دور میرے سر سے = انجمن۔

نہ ہوئے جو سر سے میرے دور = آصفیہ ۱۔ انڈیا آفس۔

نہ ہو جیو دور میرے سر سے = فرحت۔

نہ ہو جیو دور میرے سر سے = فرحت۔

۲ نہ آوے داغ پر میرے الہٰی = سالار ۱۔ نہ پڑیو داغ میرے پر الہٰی = سالار ۲۔ انجمن۔

۳ خداوندی کی چاہی ہے حلاوت حق تعالیٰ نے = فرحت۔ سالار ۱۔

خداوندوں کوں چاہی ہے = انجمن۔ سالار ۲۔

۴ کوئی مطلب نہیں سمجھا یہاں = سالار ۲۔ انجمن۔

۵ ارے واعظ ہمارے پاس آتش ہے محبت کی = بنگلور۔

۶ کہ جس کوں دیکھ = سالار ۱۔ انجمن۔

۷ سبھی مرتے ہیں خوش وقتی سے = سالار ۱۔

سبھی مرتے ہیں خوش وقتی میں = سالار ۲۔

۸ یہ نوحہ گر گشتہ ہے = سالار ۲۔ انڈیا آفس۔ یہ تو جگر کشتہ ہے = بیاض۔

۹ شکوہ حسن میں آنسو = سالار ۲۔

شکوہ حسن سے آنسو ہمارے آب ہو جاتے ہیں۔ سالار ۱۔

۱۰ یقیں سورج کا آگے کب = سالار ۱۔

یقین سورج کے آگے کب اثر رکھتا ہے شبنم کا = سالار ۲ ۔

غزل نمبر ۱۲

ا۔ جو اتنا پھوڑتا تھا = سالار ۱ ۔

جو اپنا پھوڑتا تھا دل سدا = انجمن ۔

۲۔ اگر سنتا دلوں کا ٹوٹنا فغفور کیا کرتا = آصفیہ ۱ ۔

۳۔ وہ دیوے کیوں کہ سرمہ = بنگلور۔ سالار ۱ ۔ سالار ۲ ۔

دیوے وہ کیوں کہ سرمہ جس کو دی ہے حق نے بینائی = سنٹرل ۔

وہ دیوے کیوں کہ سرمہ جس کو دی ہوئے حق نے بینائی = انجمن ۔

۴۔ تجلّی دیکھ کر اس وقت کی کیا کرتا = انڈیا آفس ۔

تجلّی دیکھ کر مستوں کی کوہ طور کیا کرتا = انجمن ۔

۵۔ لگی ہے سب خدائی نفی و اثبات پر اپنے = فرحت ۔

نفی اور اثبات اپنے پر = انجمن ۔ سالار ۱

لگی ہے سب خدا کی نفی اور اثبات اپنی پر = بنگلور۔ سنٹرل ۔

۶۔ اس وقت کا = انجمن ۔ سالار ۱ ۔ اس وقت کو = سالار ۲ ۔ ایشیا ۔ بنگلور ۔

۷۔ ہوا جل کر شبِ ہجراں کے آگے صبح ہونے سے = سالار ۱ ۔

موا جل کر شب ہجراں کے آگے صبح ہوئے سے = سالار ۲ ۔ بنگلور ۔
ہجراں میں آگے صبح لڑنے سے = آصفیہ ۱ ۔ آصفیہ ۲ ۔
گیا جل کر شب ہجراں کے آگے صبح ہونے سیں = سنٹرل ۔
صبح ہونے سے = انڈیا آفس ۔ شب ہجراں میں پیش از صبح کام اس کا ہوا آخر = ایشیا ۔

موا جل کر شب ہجراں کے آگے صبح ہونے سیں = انجمن ۔

۸۔ پروہ مرہم کافور = سالار ۱ ۔ ایشیا ۔ انجمن ۔ بنگلور ۔

غزل نمبر ۱۳

ا۔ دل کوں = سالار ۱ ۔ سنٹرل ۔ انجمن ۔

۲۔ یوسف کوں = سنٹرل ۔ سالار ۱ ۔ انجمن ۔ باغ سیں = سنٹرل ۔ انجمن ۔

۳ـ نئیں = بنگلور

۴ـ کیوں کہ نکلیں سرسیں، سالار ۱ـ۔ سرسے = انجمن۔ سالار ۲ـ۔ فرحت۔
بنگلور۔ آصفیہ ۱ـ۔ انڈیا آفس۔
کیوں کہ نکلے سرسوں = سنٹرل۔

۵ـ کیوں نہ ہوئے تردامنوں کوں = انجمن۔ سالار ۱ـ = سالار ۲ـ۔ سنٹرل۔

۶ـ میکشاں پر = سالار ۲ـ۔ بنگلور۔ انڈیا آفس۔ فرحت۔ آصفیہ ۱ـ۔ آصفیہ ۲ـ۔ سنٹرل۔
مے کشاں پر آیتِ رحمت ہے = سنٹرل۔

۷ـ صحرا نشینی پر = سنٹرل۔

۸ـ آگئی ہے راست مجنوں کوں بیاباں کی ہوا = انجمن۔
آگئی تھی راس مجنوں کو = فرحت۔
مجنوں کوں = سالار ۱ـ۔ مجنوں کو = سالار ۲ـ۔ آصفیہ ۱ـ۔

غزل نمبر ۱۴

۱ـ نہ آب یہ تیشۂ فرہاد خوں میں گر ملا سکتا = سنٹرل۔
نہ آب تیشہ کو فرہاد اپنے خوں میں گر ملا سکتا = انڈیا آفس۔

۲ـ اس آب و رنگ سیں = سنٹرل۔ انجمن۔ شیریں کوں بنا سکتا = سنٹرل۔ انجمن۔ سالار ۱ـ۔
کب نقشِ شیریں کا بنا سکتا = سالار ۲ـ۔

۳ـ صورت باند = سالار ۱ـ۔ آصفیہ ۱ـ۔ اجل نے کوہکن کی وہ جو صورت باندھ آئی ہے = بنگلور۔

۴ـ وگرنہ یہ خبر کوئی بھی عاشق کوں سنا سکتا = انجمن۔ سالار ۱ـ وگرنہ یہ خبر کوئی بھی شیریں کو سنا سکتا = سالار ۲ـ
وگرنہ یہ خبر کوئی بھی دشمن کو سنا سکتا = فرحت۔ وگرنہ یہ خبر کوئی بھی عاشق کو سنا سکتا = بنگلور

۵ـ یہ عشق سرنگن = سالار ۱ـ

۶ـ خسرو کوں = سالار ۱ـ۔ سنٹرل۔ انجمن۔

۷ـ اس کی سنگ زوری کو یہ کب اٹھا سکتا = سنٹرل۔ سنگ زور کو یہ کیا ہٹا سکتا = ایشیا سنگ زور۔

کون یہ کب اٹھا سکتا = سالار جنگ ۱

شہ اگر تیشہ نہ کرتا دست گیری = سنٹرل۔ انڈیا آفس۔ انجمن۔ بنگلور۔ سالار جنگ ۱۔ سالار جنگ ۲۔

۹ کب مونہہ پر آسکتا = بنگلور۔ آصفیہ ۲۔ سالار جنگ ۱۔

کب موتھ پہ آسکتا = سالار جنگ ۲۔ انجمن۔ فرحت۔

غزل نمبر ۱۵

۱ یہ ایسا دل خراب کوچہ و بازار کیوں ہوتا = ایشیا۔

۲ اگر آشنا نہ ملتا گل رخوں سے = سنٹرل۔ اگر ملتا نہ آشنا گل رخاں سے = آصفیہ ۱۔ انڈیا آفس۔ ایشیا۔

۳ خوشش نہیں آنا ہے مجھ ورنہ = سنٹرل۔ خوش نہیں آیا مجھے ورنہ = انڈیا آفس۔

تری الفت میں مرنا خوشش نہیں آیا = ایشیا۔

۴ یہ اتنا کام آساں اس قدر دشوار کیوں ہوتا = بنگلور = یہ اتنا کار آساں = انجمن۔ سالار جنگ ۱ سنٹرل۔

فرحت۔ سالار جنگ ۲۔

۵ برگ و گل ورنہ = آصفیہ ۲۔

۶ کسو کا بھی کبھو راکھا کرو دل، تم کوں لازم ہے = سالار جنگ ۱۔ کسو کا تو کبھی راکھا کرو = فرحت۔

سالار جنگ ۲ انجمن۔ آصفیہ ۱ کسو کا تو کبھی رکھا کرو = ایشیا۔ کسی کا تو کبھو رکھا کرو دل پن تمکوں لازم ہے = سنٹرل

شہ وگرنہ دل ربایوں = سالار جنگ ۱۔ سالار جنگ ۲۔ انجمن

شہ ان تیری آنکھوں سے = سنٹرل۔ میری ان آنکھوں سے = انجمن۔

امید جینے کی نہیں تیری ان آنکھوں سے۔ یقین پرہیز تو کرتا تو یوں بیمار کیوں ہوتا = ایشیا۔

یقین امید جینے کی نہیں تیرے، ان آنکھوں سے = بنگلور۔

۹ اگر پرہیز تو کرتا = بنگلور۔ فرحت۔ سالار جنگ ۲۔

اگر پرہیز توں کرتا تو یہ بیمار کیوں ہوتا = سنٹرل۔ انجمن۔

غزل نمبر ۱۶

۱ نور بصر سارا = سالار جنگ ۲۔ نور البصر = بیاض۔

۲ خار خس = سالار جنگ ۱ دماغ و دل دھوئیں سے خار و خس کے کردیا ناخوش = بنگلور۔

۳ جلاکر آشیاں کوں = سالار ۱ ۔

۴ بھلا سہتی = فرحت ۔ تو اپنی رسوائی بلا سہتی = انجمن ۔

۵ یہ بیمار اب نہ مرجاتا جو جیتا ان کے کام آتا = آصفیہ ۱ ۔ آصفیہ ۲ ۔ بنگلور ۔

یہ بیمار اب نہ مرجاتا جو جیتا اس کے کام آتا = سالار ۲ ۔

یہ بوڑھا آپ مرجاتا = ایشیا ۔

یہ بیمار آپ مرتا نہ جو جیتا اس کے کام آتا = انجمن ۔

۶ یقیں کوں مار کر = سالار ۲ یقیں کو مار کر زور آوراں = سالار ۱ ۔ بنگلور ۔ آصفیہ ۲ ۔ انڈیا آفس ۔

فرحت ۔ یقیں کو مار کر اس نوجواں کے ہات کیا آیا = ایشیا ۔

غزل نمبر ۱۷

۱ اس کوں = سالار ۱ ۔ اس کو جب خشم و رضا میرا = فرحت ۔ اس کے تئیں خشم و رضا میرا = انجمن ۔

۲ روٹھنے کا پھر = سالار ۱ ۔ آصفیہ ۱ ۔ فرحت ۔ بنگلور ۔

۳ جو ہر اک آنسو گرا اس میں سو گوہر ہو گیا = بنگلور ۔

۴ کیا بدن ہوئے گا = سالار ۱ انڈیا آفس ۔ انجمن ۔

کیا بدن ہو گا کہ جس کے کھولتے جامے کے بند = بنگلور ۔

۵ نوک گل کی طرح = ایشیا ۔

۶ آپ سے واقف نہ تھا جب تک کہاں تھے یہ شکوہ = ایشیا ۔ آپ سیں = انجمن ۔

۷ دیکھتے ہی آئینہ کا = آصفیہ ۱ ۔ انڈیا آفس ۔

۸ آنکھ سیں آنسو کے نکلنے کا خدا حافظ یقیں = انجمن ۔

آنکھ سے نکلے یہ آنسو کا = سالار ۱ ۔

آنکھ سے آنسو کے نکلنے پر = آصفیہ ۲ ۔ سالار ۲ ۔ آنکھ سے آنسو کا نکلنے پر = آصفیہ ۱ ۔

۹ گھر سے جو باہر ہوا = سالار ۲ ۔ گھر سے باہر جو ہوا لڑکا = آصفیہ ۔

گھر سے باہر جو گیا لڑکا = انجمن ۔

غزل نمبر ۱۸

۱ گریباں پھاڑ ڈالے = سالار ۲ ۔ ہر گل بدن اپنا = فرحت ۔ سالار ۱ ۔ سالار ۲ ۔

جب گل بدن اپنا = آصفیہ ۲ ۔

۲ نکالوں خاک سے جیوں = انجمن ۔ جیوں لالہ خونیں کفن اپنا = سالار ۱ جوں لالہ گر برخوں کفن = آصفیہ ۲ انڈیا آفس ۔ بنگلور ۔ پرخوں گرکفن = بیاض ۔

۳ لگے کیا ہاتھ پتھر = سالار ۲ ۔ سعی ناحق سوں = انجمن ۔

۴ پرائی دلربا پر سرنہ توڑا ہے کوہکن اپنا = بنگلور ۔ بیگانے دلبروں = بیاض ۔

۵ اس چاک گریباں نے = سالار ۲ ۔ آصفیہ ۱ ۔ آصفیہ ۲ ۔ انجمن ۔

۶ نہ راکھا = سالار ۱ ۔ سالار ۲ ۔ آصفیہ ۱ ۔ انجمن ۔ ہائے من اپنا = بنگلور ۔

۷ ہم کوں = سالار ۱ ۔ انجمن ۔ جب وہ نوجواں ہم سے = بیاض ۔

۸ بتاتے ہیں نگاہ ٹیڑھی دکھاکر بانکپن اپنا = بنگلور ۔ سالار ۱ ۔

بتاتے ہیں بھواں ٹیڑھی دکھاکر بانکپن اپنا = انجمن ۔

دکھاتے ہیں بھوئیں تیوری چڑھاکر بانکپن اپنا = فرحت ۔

دکھاتا ہے بھوئیں ٹیڑھی بناکر = سالار ۲ ۔

بناتے ہیں بھوئیں ٹیڑھی دکھاکر بانکپن اپنا = آصفیہ ۲ ۔ بھویں ٹھہری بناکر = بیاض ۔

۹ درونداں کی باتاں جو کیا چاہیے = سالار ۱ ۔

درِ دنداں میں باتیں جو کیا چاہیے = آصفیہ ۱ ۔

درِ دنداں کی باتیں گر کیا چاہیے = آصفیہ ۲ ۔

درِ دنداں کی باتیں گر کہا چاہیے = بنگلور ۔

غزل نمبر ۱۹

۱ بہار نہ تھا گلستاں نہ تھا = بنگلور ۔

۲ ہیں قمریاں جو سرو کی عاشق ہوئی مگر = ایشیا ۔

۳ دنیا میں کوئی اور = ایشیا ۔

۴ دام و قفس سیں = انڈیا آفس ۔ دام قفس = ایشیا ۔ انجمن ۔

دامِ قفس سے چھوٹ کے پہونچے جو باغ میں = بنگلور ۔

۵ دیکھا تو اس چمن میں چمن کا نشاں نہ تھا = سالار ۲۔ زمیں پہ چمن کا = حسرت۔
۶ لاچار لے دل اپنا = سالار ۲۔ فرحت۔ انجمن۔
لاچار لے کے دل کوں گیا گور میں یقیں = سالار ۱۔
لاچار لے کے دل کو گیا گور میں یقیں = بنگلور۔
غزل نمبر ۲۰
۱ جب حنا کوں ترے پاؤں سے = سالار ۲۔
جب حنا سے تیرے پاؤں کوں = سالار ۱۔
جب حنا سے ترے پاؤں کو = بنگلور۔ جب حنا کو ترے ہاتھوں سے = بیاض۔
۲ ورنہ یہ پاک گہر = سالار ۱۔ فرحت۔ انجمن۔ بنگلور۔
۳ جگر خوار نہ تھا = سالار ۲ ✲ جو جنت کی ہوئی ہے گی ہوس = بیاض۔
۴ آپ سے کیوں کہ موا اس نے یقیں کو مارا = انڈیا آفس۔ آصفیہ ۱۔ سالار ۲۔
آپ سیں کیوں نہ موا کہہ کے یقیں کوں مارا = سالار ۱۔
آپ سے کیوں نہ موا کہہ کے یقیں کو مارا = فرحت۔ انجمن۔
۵ کوئی ایسا گنہگار نہ تھا = سالار ۲۔ آصفیہ ۱۔ انڈیا آفس۔
غزل نمبر ۲۱
۱ دل سا مرا جہاں میں کوئی = انجمن۔ بنگلور۔ آشنا کوئی جہاں میں کبھی = سالار ۱۔ آشنا کوئی جہاں میں کبھو = فرحت۔
۲ ملنے میں ترے مجھ سے گویا = انجمن۔ سالار ۱۔ ملنے میں ترے مجھ سیں = سالار ۲۔
ملتے ہی ... = فرحت۔ ملنے میں ترے مجھ سے کوئی = بنگلور۔
۳ خاک سے سکتا نہیں ہے اوٹھ = سالار ۱۔ آصفیہ ۲۔ اُٹھ نہیں سکتا ہوں خاک سے = آصفیہ ۱
اٹھ نہیں سکتا ہوں خاک سیں = انڈیا آفس۔
۴ آگے میں دل کے ہاتھ سے = سالار ۲۔ آگے میں دل کی آنکھ سے ایسا = بنگلور۔
۵ نہیں سنی = سالار ۲۔ ناصح جو میں نصیحت بے جا نہ یہ سنی = آصفیہ ۱۔

نہیں سنی = آصفیہ ۲ ۔ فرحت ۔ نہیں سُنا = انجمن ۔ ناصح جو یہ نصیحتیں سے خانے میں سنیں = بنگلور۔

٦ معذور رکھو مجھ کو = انجمن ۔ معذور رکھ تو مجھکوں = سالار ۱ ۔ سالار ۲ ۔
معذور رکھ تو مجھ کو = فرحت ۔ معذور مجھ کو رکھ تو = بنگلور۔

٧ مرنے کی طرح میں نے جو یہ اختیار کی = سالار ۱ ۔ بنگلور ۔ فرحت ۔ انجمن ۔
مرنے کی طرح میں نے یہ پھر اختیار کی = سالار ۲ ۔ مرنے کی طرح میں نے یہ جبر اختیار کی = آصفیہ ۱ انڈیا آفس ۔
مرنے کی طرف میں نے یہ جبر اختیار کی = آصفیہ ۲ ۔

٨ مزا کچھ بھلا نہ تھا = سالار ۲ ۔

٩ جو کچھ کہیں یہ تجھکوں = سالار ۱ ۔ جو کچھ کہیں یہ تجھ کو سزا ہے تری یقیں = سالار ۲ ۔

١٠ بندہ جو توں بتوں کا ہوا = سالار ۱ ۔ آصفیہ ۱ ۔ انڈیا آفس ۔
بندہ جو توں بتاں کا ہوا = انجمن۔

غزل نمبر ٢٢

١ تجلی دراں ظہور = بنگلور ۔ فرحت ۔ سالار ۱ ۔ تجلی میں کچھ ظہور = انجمن ۔ سالار ۲ ۔
تجلی نہ تھا ظہور = انڈیا آفس ۔

٢ تجھ کوں آج = آصفیہ ۱ ۔ انڈیا آفس ۔ انجمن ۔ کہوں میں کیوں کہ یہ صبح بہار تجھ کو آج = بنگلور ۔

٣ چمن میں توں جو نہ تھا = سالار ۱ ۔ آصفیہ ۱ ۔ چمن میں تو جو نہ تھا گل کے مکھ پہ نور نہ تھا = سنٹرل ۔

٤ خفیف مجھ سیں الجھ کر = سنٹرل ۔

٥ کیا اس کوں بھی شعور نہ تھا = سالار ۱ ۔ اس کوں بھی کیا شعور نہ تھا = سنٹرل ۔
کیا اس کو بھی شعور نہ تھا = فرحت ۔ اس کوں بھی کچھ شعور نہ تھا = انجمن ۔
اس کو بھی کچھ شعور نہ تھا = بنگلور ۔

٦ کیا کیا جفا اٹھایا ہوں = بنگلور ۔ فرحت ۔ سالار ۱ ۔
کیا کیا جفا اٹھائی ہیں = ایشیا ۔ سالار ۲ ۔ آصفیہ ۱ ۔ سنٹرل ۔ انڈیا آفس ۔
کیا کیا جفا اٹھاتا ہوں = انجمن ۔ تری خدائی میں کیا کیا جفا اٹھائیں ہیں = بیاض ۔

ص۷ مرے جو پاس توں آتا = سالار ۱
مرے جو پاس تو آتا وفا سیں دور نہ تھا = انجمن ۔

ص۸ سو ہو سکھیا نہ یقیں = انجمن ۔

ص۹ اس کی جفا سے تو کچھ قصور نہ تھا، بنگلور۔

غزل نمبر ۲۳

ص۱ ہے بتوں کا کبریا اور ناز استغنا ادب = سالار ۱۔ سالار ۲۔ ہے بتاں کا کبریا اور ناز استغنا ادب = سنٹرل ۔

ہے بتوں کا کبر اور ناز استغنا ادب = انجمن ۔ ہے بتوں کا کبریا اور ناز و استغنا ادب = انڈیا آفس ۔

ہے بتوں کا کبر اور یہ ناز استغنا ادب = فرحت ۔ ہے بتوں کی کبریا اور ناز استغنا ادب = بنگلور۔

ص۲ تب سے کرتے ہیں مرا خوبانِ بے پروا ادب = بنگلور۔

ص۳ ہوتی ہے جو خم اس سے پوچھ = سالار ۲۔ سنٹرل۔ فرحت ۔ ہوتی ہیں خم اس سے پوچھ = انجمن۔
ہوتی ہے خم تو پوچھ اُسے = بنگلور ۔

ص۴ سینہ کھل جاتا ہے اور طوفاں اتر جاتا ہے دیکھ = بنگلور۔ سنٹرل۔ سالار ۱۔
مینہ کھل جاتا ہے اور ندیاں اتر جاتی ہیں دیکھ = سالار ۲ ۔
مینہ بھی کھل جاتا ہے اور ندیاں اتر جاتی ہیں دیکھ = فرحت ۔
مینہ جو کھل جاتا ہے اور ندیاں اتر جاتی ہیں ہائے = انجمن ۔

ص۵ دشت اٹھتا ہے تواضع کوں = سالار ۱۔ سنٹرل ۔ گرد باد اٹھتا ہے ہر یک دشت سے تعظیم کو = بنگلور۔
دشت اٹھتا ہے تواضع کو = فرحت۔ انجمن ۔

ص۶ دیکھ دیوانے کوں = انڈیا آفس ۔ سالار ۱۔
دیکھ دیوانوں کوں = سنٹرل ۔

دیکھ دیوانوں کا = فرحت ۔

غزل نمبر ۲۴

۱ بُلبلِ غمگیں خراب = بنگلور ۔ سالار ع۱ ۔ سالار ع۲ ۔ سنٹرل ۔ فرحت ۔ بلبل رنگیں خراب = انجمن ۔

۲ باغ کوں = سالار ع۱ ۔ سالار ع۲ ۔

۳ تیشے سے بنا فرہاد نے = آصفیہ ع۲ ۔ تیشے سیں بنا فرہاد کی = سنٹرل ۔
تیشے نے بنا فرہاد کی = انجمن = کیا سر اوپر ایک تیشہ = بیاض ۔

۴ کردیا کس گھر بسی نے = سالار ع۱ ۔ سالار ع۲ ۔ سنٹرل ۔ فرحت ۔ انجمن ۔ بنگلور ۔
کردیا کن گھر بسی نیں = آصفیہ ع۲ ۔

۵ سر پھوڑیں کہ کردیتا ہے آہ = سالار ع۱ ۔ فرحت ۔
سر پھوڑے کہ کردیتا ہے ہائے = سنٹرل ۔

۶ خاطروں کے شیشے خالی وہ دل تمکیں خراب = آصفیہ ع۲ ۔ خاطروں کے شیشہ خالی کو دلِ سنگین خراب = بیاض ۔
خاطروں کے شیشے خانے وہ دلِ سنگین خراب = فرحت ۔

۷ صبر کب تک کیجئے ناصح = سنٹرل ۔

۸ حوصلے کا شہر خالی = سالار ع۲ ۔

۹ پاؤں کوں اپنے یقیں کی = سالار ع۱ ۔ پاؤں کو اپنے یقیں کے = فرحت ۔ انجمن ۔
پاؤں کو اپنے یقیں کس چشمِ گریاں پہ نہ رکھ = سنٹرل ۔

۱۰ آب وخوں میں دامنِ رنگیں خراب = سالار ع۲ ۔

غزل نمبر ۲۵

۱ تری آنکھوں کی کیفیت کوں = سالار ع۱ ۔ مے خانے سیں کیا نسبت = انجمن ۔

۲ نگہ کی گردشوں کوں = سالار ع۱ ۔ سنٹرل ۔ دورِ پیمانے سیں = انجمن ۔

۳ جن کی سیہیاں آنکھیں ہیں عاشق کی = فرحت ۔ سالار ع۱ ۔ سالار ع۲ ۔

جس کی سیپ سی آنکھیں ہیں عاشق کی = سنٹرل ۔ جن کی سیپیاں ہیں چشم عاشق کی = ایشیا ۔
جن کی سیپیاں عاشق کی آنکھیں ہیں = بنگلور ۔

ٹ مرے آنسو کے مرواریدکوں = سالار ۱۔ مرے آنسو کے مروارید کو دانے سے کیا نسبت = بنگلور۔
مرے آنسوکو مروارید کے دانے سیں کیا نسبت = انجمن ۔

۵ وہ وصل میں بھی جی نہیں سکتے = سنٹرل ۔ جو جیوے ہجر میں وہ وصل میں بھی جی نہیں سکتے = انجمن ۔

۱ تکلف برطرف بلبل کوں = سالار ۱ ۔ سنٹرل ۔ پروانے سیں کیا نسبت = انجمن ۔

ٹ ارے دل دلبروں سے مت توقع رکھ ترحم کی = ایشیا ۔ انجمن ۔

ٹ لہو پیتے ہیں جوکوئی ان کو = سنٹرل ۔ غم کھانے سیں کیا نسبت = انجمن ۔

۹ اور سرو اس کا آہ موزوں ہے = انجمن ۔ فرحت ۔ ایشیا ۔ انڈیا آفس ۔ سنٹرل ۔ آصفیہ ۲ ۔ سالار ۱ ۔ سالار ۲ ۔ بنگلور ۔
آہ اس کی سرو موزوں ہے = آصفیہ ۱ ۔ حسرت ۔

۱۰ نوحہ گرکوں باغ میں جلنے سیں کیا نسبت = انجمن ۔

اس غزل میں شعر ۲ کے بعد بیاض میں مندرجہ ذیل غیر مطبوعہ شعر درج ہے ۔

یہ آہو رام تھے مجنوں کے سب لیلیٰ کی خاطر سے   وگرنہ ان پری زادوں کو دیوانے سے کیا نسبت

غزل نمبر ۲۶

۱ جہاں دل گم ہوا = بنگلور ۔ سالار ۱ ۔ جہاں دل گم ہوئے واں = سالار ۲ ۔ جہاں دل ہوئے گم وہاں = سنٹرل ۔
جہاں دل کھوئے وہاں = ایشیا ہوا وہاں = بیاض ۔

۲ یہ جس نے بت تراشے ہیں وہی سجھا بغیر اس کے = سالار ۱ ۔ یہ جس نے بت تراشے ہیں وہی سمجھے بغیر اس کے = انجمن ۔
یہ بت جس نے تراشے ہیں اسے پوچھا بغیر اس کے = آصفیہ ۲ ۔ سالار ۱ ۔ یہ بت جس نے تراشے ہیں

تُسے پوچھا بغیر اسکے = آصفیہ ۱ ۔
جس نے یہ بت تراشے ہیں اور تسے پوچھو بغیر اُسکے = سنٹرل ۔ یہ بت جن نے تراشے ہیں اسے
پوچھا بغیر اسکے = انڈیا آفس ۔
۳ کہاں یہ صورتیں کوئی = سالار ۲ ۔ کہوں یہ صورتیں کوئی ۔ انڈیا آفس ۔ آصفیہ ۱ ۔ یہ ایسی صورتاں
کوئی = سنٹرل = کہو یہ = بیاض ۔
۴ بتوں کی مجھ سے = بنگلور ۔ انجمن ۔ فرحت انڈیا آفس ۔ سالار ۲ ۔ آصفیہ ۱ ۔
۵ کہاں اس دام سیں = سالار ۱ ۔
۶ مجنوں نے ... طرح نالہ کی = بنگلور ۔ سالار ۱ ۔ سالار ۲ ۔ مجنوں کو بھولی طرح نالے کی ۔
انڈیا آفس ۔ آصفیہ ۱ ۔
مجنوں کو بھولی طرز نالے کی = آصفیہ ۱ ۔ فرحت ۔
۷ کوئی شیریں کے آگے نے بجا سکتا ہے کیا قدرت ۔ سالار ۲ ۔
۸ یقیں، تائیدِ حق سیں = انجمن ۔
۹ مقابل آج اسکے کون آسکتا ہے، کیا قدرت = سنٹرل ۔ بنگلور ۔ فرحت ۔ سالار ۱ ۔ انجمن ۔
مقابل کوئی اسکے آج آسکتا ہے کیا قدرت = سالار ۲ ۔
مقابل آکے اس کے کوئی ہو سکتا ہے کیا قدرت = ایشیا ۔

غزل نمبر ۲۰

۱ شورکوں ۔ سالار ۱ ۔ سالار ۲ ۔ سوزکوں = سنٹرل ۔ انجمن ۔ شور کا = حسرت ۔ سوز کو = بنگلور ۔
۲ مزا ہیں اس کے بالاں کا = بنگلور ۔
۳ وہ شیریں دہن باعث = فرحت ۔ سالار ۱ ۔ میرا چپ باعث = سالار ۲ ۔
مرے یہ چپکے رہنے کا ہے وہ شیریں دہن باعث = سنٹرل = کا دم ہے شیریں = بیاض ۔
مرے اس چپ کے رہنے کا ہے وہ شیریں دہن باعث = بنگلور ۔
۴ عدالت سیں = سنٹرل ۔ انجمن ۔
۵ توجہ سرو کی سے قمریوں کا آہ موزوں ہے = سالار ۱ ۔ توجہ سرو کی ہے قمریوں کا نالہ موزوں ہے = بنگلور

توجہ سرو کی سیں قمریوں کا نالہ موزوں ہے۔ سنٹرل۔

۶۔ سخن کی گفتگو میری کا ہے میرا سخن باعث = سالار ط۱۔ سجن کی گفتگو شیرس کا ہے میرا سخن باعث = سالار ط۲۔

سجن کی گفتگو میری کا ہے میرا سخن باعث = آصفیہ ط۱۔ سخن کی گفتگو میری کا ہے میرا سخن باعث = بنگلور۔ سنٹرل۔

سخن کی گفتگو میری کا ہے میرا سجن باعث۔ انڈیا آفس۔ انجمن۔

۷۔ مجھ کوں یقیں لیکن = سالار ط۱۔

خوش آتی کیا ہے قیدِ زندگی مجھ کوں = سنٹرل۔

خوش آئے کب ہے قیدِ زندگی مجھ کو یقیں = حسرت۔

۸۔ پھنسنے کا دہ ہے = بیاض۔

غزل نمبر ۲۸

۱۔ کرسکے کیا عقل تیری غم کے جانے کا علاج = سنٹرل۔ کرسکے کیا عقل میرے غم کے جانے کا علاج = فرحت۔

۲۔ دیوانے کوں = انجمن۔ سالار ط۱۔ دیوانے کو = بنگلور۔ سالار ط۲۔ دیوانے کے = آصفیہ ط۱۔ دیوانو کو = سنٹرل۔

دیوانوں کو۔ انڈیا آفس۔ فرحت۔

۳۔ رنگ گل کی آگ پر دامن نہ مارا بادِ صبح۔ انڈیا آفس۔

۴۔ بلبلیں تب آشیانے کا علاج = بنگلور۔

۵۔ حق کوں کب پہونچے = سنٹرل۔ سالار ط۱۔ حق کو کب پہونچے ناباندھے جب تک اُن = فرحت۔ انجمن۔ سالار ط۱

حق کو کب پہونچے ناباندھا جب تک زلفوں میں دل = بنگلور۔ حق کو پہونچے کب ناباندھے جب تک اُن = سالار ط۲۔

حق کب پہونچے ناباندھے جب تک اون = آصفیہ ط۱۔ حق کوں کب پہونچے ناباندھے جب تک ان =

سنٹرل ۔ انڈیا آفس ۔

حق کو کب پہونچے بندھے جب تک نہ اس ۔ انڈیا آفس = زلفوں میں دل = بیاض ۔

۶ھ کیوں کہ ہوئے زنجیر بن = انجمن ۔ سالار ۱ ۔ آصفیہ ۱ ۔

۷ھ تو خدا کے واسطے = سالار ۱ ۔ فرحت ۔

۸ھ کاٹ سر لو ہو سے اپنے کر نہانے کا علاج = فرحت ۔ انجمن ۔ سالار ۱ ۔ بنگلور ۔
گھاٹ پر لہو کے اور لو ہو میں نہانے کا علاج = سنٹرل ۔

۹ھ شیشۂ دل کے تئیں اپنے کوں سنبھالے رکھ یقیں = سنٹرل ۔

۱۰ھ اس کے ٹوٹ جانے کا علاج = فرحت ۔ انجمن ۔

غزل نمبر ۲۹

۱ھ آکر پھنسا = سالار ۱ ۔ سالار ۲ ۔ آصفیہ ۱ ۔ سنٹرل ۔ انجمن ۔ بنگلور ٭ ہو چکے دل سے
گریباں = بیاض ۔

۲ھ پھوڑ ڈالا کوہ کن کے لعل کوں پتھر سے آہ = سالار ۱ ۔ پھوڑ ڈالا کوہ کن سے لال کو پتھر سے آہ = بنگلور
پھوڑ ڈالا کوہ کن سا لال اس پتھر سیں ہائے = انجمن ۔

۳ھ کس سے سیکھی ہیں یہ شیریں = انجمن ۔

۴ھ عالم کے پسند کرتے ہیں سب = سالار ۱ ۔ سالار ۲ ۔ بنگلور ۔
عالم کے سند کرتے ہیں سب = انڈیا آفس ۔ انجمن ۔
عالم کی سند کرتے ہیں سب = فرحت ۔

۵ھ تجھ سے خونخواری کی طرح اور مجھ سے غم کھانے کی طرح = سالار ۲ ۔ انجمن ۔
تجھ سیں خونخواری کی طرح اور مجھ سے غم کھانے کی طرح = سنٹرل ۔

۶ھ جب کبھی آتی ہے یاد = سنٹرل ۔ فرحت ۔ سالار ۱ ۔ جب کہیں آتا ہے یاد = آصفیہ ۔
جب کبھو آتے ہیں یاد = انجمن ۔ جی نکلتا ہے مرا جب وہ کبھی آتی ہے یاد = بنگلور ۔

۷ھ پھر قسم کھا کر اسی ساعت = بنگلور ۔ سالار ۱ ۔ انجمن ۔ سالار ۲ ۔
وہ اسی ساعت قسم کھا کر = سنٹرل ۔

۸ گر یقین تو چاہتا ہے یار ہوئے شمع مزار = سالار ۱۔ گر یقین توں چاہتا ہے یار ہو شمع مزار = آصفیہ ۱۔ انڈیا آفس۔

گر یقین تو چاہتا ہے یار ہوئے شمع مزار = سنٹرل۔ انجمن۔

۹ کود جاکر آتش سوزاں میں = بنگلور۔ سالار ۱۔ گور پر چل کر آتش سوزاں = بیاض۔

گور پر جا آتش سوزاں میں = انڈیا آفس۔

کود جا گر آتش سوزاں میں = فرحت۔

غزل نمبر ۳۰

۱ خار سے مژگاں سے جی ڈرتا ہے میرا بے طرح = آصفیہ ۱۔ بنگلور۔

خار سے مژگاں کے جی ڈرتا ہے اپنا بے طرح = ایشیا۔

۲ رکھ میرے پر دیتے ہو تم = سنٹرل۔ رکھ مری آنکھوں پہ دیتے ہیں = بنگلور۔

۳ کوئی پل میں جاتا ہے خراب = فرحت۔ کوئی پل میں ہوتا ہے خراب = بنگلور۔

کوئی دن میں ہوتا ہے خراب = سالار ۲۔ کوئی دن میں ہووے گا خراب = سنٹرل۔

۴ آنسوؤں کے جوش میں آتا ہے = سالار ۱۔ سالار ۲۔ انجمن۔

آنسوؤں کا جوش میں آیا ہے = آصفیہ ۱۔ انڈیا آفس۔ فرحت۔ حسرت۔

آنسوؤں کے جوش سے آتا ہے = بنگلور۔

۵ بولنے میں تیرے اٹھتے ہیں جنھوں میں جی نہیں = سالار ۲۔

بولنے تیرے سے جی اٹھتے جن میں جی نہیں = سنٹرل۔

۶ یہ مروج ہوتا چلا = سنٹرل۔

۷ نکل جاتے ہیں آہ = بنگلور۔ سالار ۱۔ سالار ۲۔ فرحت۔

۸ کیا ہوئے یقین = سالار ۱۔ سالار ۲۔ انجمن۔ سنٹرل۔

دیکھتے کیا ہو یقین = فرحت۔ ایشیا۔

۹ دل ہمارا بے طرح = سنٹرل۔ فرحت۔

اب کے جلتا ہے جیو جان ہمارا بے طرح = ایشیا = اب کے جلتا ہے = بیاض۔

غزل نمبر ۳۱

۱ خوباں کے آویں کس طرح = سالار ۲۔ خوباں کے جاوے کس طرح = فرحت۔
روٹھ کر اب دل سامنے خوباں کے آوے کس طرح = سنٹرل۔

۲ آنکھیں ملاویں کس طرح = سالار ۲۔ ہٹ گیا جی اس کا پھر آنکھیں ملاوے کس طرح = انجمن۔
پھٹ گیا جی اس کا پھر ان کی ملاوے کس طرح = بنگلور۔

۳ باغباں پرخشم۔ آصفیہ ۱۔ سنٹرل۔
باغباں بے رحم اور در و بند اور دیوار بند = بنگلور۔

۴ گلشن میں جاویں کس طرح = سالار ۲۔

۵ ہات سیں جی جا چکا جب یار تب آئی بہار۔ سنٹرل۔

۶ دھومیں مچاویں کس طرح = سالار ۲۔

۷ رنگ سیں مہندی کے ہو جاتا ہے آنسو لعل تر = سنٹرل۔

۸ رکھ کر اُن پاؤں پہ سر کوئی اٹھاوے کس طرح۔ انڈیا آفس۔ آصفیہ ۱۔ رکھ اُن پاؤں پر سر کوئی بٹھاوے کس طرح = ایشیا۔
رکھ کے اُن پاؤں پہ کوئی سر اٹھاوے کس طرح = فرحت۔ ان پاؤں پہ سر اب کوئی اٹھاوے کس طرح = حسرت۔
رکھ کے اُن پاؤں پہ سر کوں کوئی اٹھاوے کس طرح = سنٹرل۔

۹ ناصح توں ہی کہہ = سالار ۱۔ ناصح تو بھی کہہ = بنگلور۔
اختیاری نہیں مگر یہ کام ناصح تو ہی کر = سنٹرل۔

۱۰ یقیں کوں باز لاوے کس طرح = سالار ۱۔ یقیں کو باز لاویں کس طرح = سالار ۲۔
یقیں سے باز لاوے کس طرح = بنگلور۔
خشوع میں کوئی یقیں کوں باز لاوے کس طرح = سنٹرل۔

غزل نمبر ۳۲

۱ دکھ توں = سالار ۲ (سنٹرل۔ ایشیا۔ فرحت میں ردیف سہی ہے)۔ یہ غزل ی کی ردیف میں

سہی کے ساتھ بھی۔ سالار ۱ ۔ میں ملتی ہے اور ح کے ساتھ بھی ملتا ہے۔

کروں تجکوں بھی = حسرت ۔ سنٹرل ۔ ایشیا ۔ انجمن ۔

۳ اجاڑوں گلستاں کو توضیح = سالار ۲ ۔ اجاڑے توں = آصفیہ ۲ ۔ اجاڑے تو = فرحت = اُجاڑے یہ = سنٹرل ۔

۳ سینے وے تیرا = آصفیہ ۱ ۔ سینے دو میرا = فرحت ۔ کیا ہوا ناصح تو گر سیتا ہے = انجمن ۔

۴ ضد سے کردوں میں = فرحت ۔ ضد میں کرڈالوں = سالار ۱ چاک چاک اس ضد سے کرڈالوں بنگلور۔

۵ توں مجھ کو = سالار ۱ ۔ ابر میں ساقی نہیں دیتا ہے مجھ کوں تو شراب = سنٹرل ۔ توں مجھ کوں = سالار ۱ ۔ بنگلور ۔ فرحت ۔

ابر میں ساقی نہیں دیتا ہے تو مجھ کو شراب = ایشیا ۔ حسرت ۔

ابر میں ساقی نہیں دیتا مجھے جام شراب = انجمن ۔

۶ جو کروں شیشے کوں = سنٹرل ۔ جوں کروں شیشوں یہ = انجمن ۔ ایشیا ۔ جو کروں شیشوں کو = حسرت ۔

۷ لاتے ہیں گے ہائے = بنگلور ۔ لوگ نظروں میں نہیں لاتے ہیں اس بلبل کے تئیں = سنٹرل ۔

لوگ نظروں میں نہیں لاتے ہیں دیرانے کے تئیں = ایشیا ۔

لوگ نظروں میں نہیں لاتے ہیں اس وحشی کے تئیں ۔ انجمن ۔

لوگ کب خاطر میں لاتے ہیں میرے ویرانے کو = فرحت ۔

۸ اشک خوں سیں = آصفیہ ۱ ۔ اشک خوں سے اپنے گلستاں توضیح = آصفیہ ۲ ۔

۹ جلا کر خاک = سالار ۲ ۔ آصفیہ ۱ ۔ آصفیہ ۲ ۔

۱۰ ان بتوں کے خار ورسے ہو جاؤں = سنٹرل ۔

ان بتاں کی ضد سے ہو جاؤں = ایشیا ۔

ان بتاں کے دکھ سے ہو جاؤں = حسرت ۔

غزل نمبر ۲۳

۱ نہ میرے چاک گریباں = بنگلور ۔ انجمن ۔ فرحت ۔ سالار ۱ ۔ میرے یہ چاک گریباں = حسرت ۔

سالار ع۲۔

میرے نہ چاک گریباں سیں = سنٹرل۔

۲ہ ہمارے زخم سے مرہم کی آرزو گستاخ = ایشیا۔ نہ میرے زخم کے مرہم سے آرزو گستاخ = انجمن

۳ہ اگر ہے آئینہ بے طرح نکتۂ چینیٔ حسن = بنگلور۔

۴ہ نہ کرتوں اس کوں اب = انجمن۔ سنٹرل۔ سالار ع۱۔ نہ کرتو اتنا بھی اب اس کو روبرو گستاخ = آصفیہ ع۱۔

۵ہ تیرے ادب سے جنوں کوں گیا ہوں ایسا بھول = سالار ع۱۔ تیرے ادب سِں جیو کوں گیا ہوں ایسا بھول = سنٹرل۔

ترے ادب سے جنوں کو گیا ہوں ایسا بھول = حسرت۔ انجمن۔ تیرے ادب سے جنوں کو گیا ہوں اتنا بھول = فرحت۔ بنگلور۔

۶ہ نہ کر تو دست و گریباں سے کبھو گستاخ = بنگلور۔

۷ہ میں دلبری سے یہ پیتا ہوں خونِ دل اپنا = سالار ع۱۔ میں اس دلبری سیں پیتا ہوں خونِ دل اپنا = سنٹرل۔

میں دلبری ستی پیتا ہوں خونِ دل اپنا = انجمن۔ میں دلبروں سے پیا ہوں خون دل اپنا = بنگلور۔

۸ہ کہ جوں شراب کے پینے میں ہے سبو گستاخ = فرحت۔ کہ جیوں شراب سے پیے سے ہے سبو گستاخ = سالار ع۱۔

کہ جیسے شراب کے پانی میں ہے سبو گستاخ = آصفیہ ع۱۔ جیسے شراب کے پینے میں ہے سبو گستاخ = آصفیہ ع۲۔ انڈیا آفس۔

کہ جوں شراب کی مستی سے ہیں سبو گستاخ = انجمن۔ جیسے شراب کی مستی میں ہے سبو گستاخ = سنٹرل۔

۹ہ ہیں اگرچہ ہوں معذور = بنگلور۔ سالار ع۱۔ سنٹرل۔ انجمن۔

غزل نمبر ۳۴

۱ہ غیر ساغر = سالار ع۱۔ بنگلور۔

۲ہ غم ہووے = سالار ع۱۔ غم ہوئے میرے نصیب = انجمن۔

جانتا تھا میں کہ سارا غم بھی ہو میرے نصیب = بنگلور۔ سالار ط۲۔
چاہتا ہوں میں کہ سارا غم ہوئے میرے نصیب = سنٹرل۔
جانتا تھا میں۔ آصفیہ ط۱۔

۳ آہ غم نے = سالار ط۱۔ سالار ط۲۔ فرحت۔
آہ غم نے ہی نہ دی = انجمن۔
آہ تم نے پھر نہ دی = بنگلور۔

۴ دیوانے کوں = سالار ط۱۔
دیوانوں کو اپنے = سالار ط۲۔
ڈھونڈتی پھرتیں ہیں دیوانے کوں = سنٹرل۔
ڈھونڈتی پھرتیاں ہیں دیوانوں کوں = انجمن۔

۵ دلبری وہ ہے = انجمن۔

۶ پھر کسی نے = سالار ط۱۔ سالار ط۲۔ سنٹرل۔ انجمن۔ فرحت۔

۷ قدر عنا پر ترے غیر از یقیں = سنٹرل۔
سنٹرل۔ انجمن۔ آصفیہ میں ردیف الغیاث ہے۔

غزل نمبر ۳۵

۱ کیا خرابی کر دیا ویراں = بنگلور۔

۲ بلبلاں پھرتی ہیں نالاں الغیاث = سنٹرل۔ کس طرح سیں = سالار ط۱ انجمن۔
کس طرح یہ انڈیا آفس۔ آصفیہ ط۱۔ بلبلیں ہوتی ہیں = سالار ط۲۔

۳ کون اس وادی میں آ کرتا ہے = سالار ط۱۔ لوگ اوس = آصفیہ ط۱۔ کون اس وادی میں اب کرتا ہے = انجمن۔
لوگ اس وادی میں کرتے ہینگے = آصفیہ ط۲۔ سنٹرل۔ لوگ اسی وادی میں = فرحت۔

۴ بعد مجنوں یوں ہوئیں = سالار ط۲۔ بعد مجنوں کے ہوئے = سنٹرل۔ انجمن۔ بنگلور۔

۵ زہر ہو جاتا ہے آب = سالار ط۲۔ آصفیہ ط۲۔ سنٹرل۔ گرتے تھے آنسو = انجمن۔

٦ یوں ہوویں پریشاں الغیاث = آصفیہ ع١۔ ہائے یہ عقدہ گہر = سالار ع١۔ آہ یہ عقد گہر
یوں ہو = فرحت۔
ہائے یہ عقد گہر یوں ہو = انڈیا آفس۔ آصفیہ ع٢۔ ہائے یو عقد گہر یوں ہے پریشاں الغیاث =
سنٹرل۔
ہائے یہ نقد گہر یوں ہیں پریشاں الغیاث = انجمن۔ ہائے یہ عقدہ گہر ہووے پریشاں
العیاذ = بیاض۔

٧ پھوڑ کر شیشے سا دل۔ انڈیا آفس۔

٨ کس قدر یہ سنگ دل = فرحت۔ سالار ع١۔ بنگلور۔ سالار ع٢۔ آصفیہ ع٢۔
کس قدر یہ سنگ دل ہوتے ہیں طفلاں الغیاث = سنٹرل۔

٩ تو نے اپنا سینہ اے یقیں = بنگلور۔ سنٹرل۔ سالار ع١۔ اپنا تو نے سینہ اے یقیں =
آصفیہ ع١۔ سالار ع٢۔
توں نے اپنا سینہ ہی یقیں = انجمن۔ تو نے اپنا سینہ بھی یقیں = آصفیہ ع٢۔ فرحت۔

١٠ پھاڑتا ہے اس قدر کوئی گریباں الغیاث = سنٹرل۔ انجمن۔
پھاڑتا نئیں اس قدر = بنگلور۔ فرحت۔ سالار ع١۔

غزل نمبر ٣٦

١ جس کوں ہوئے = انجمن۔ سالار ع١۔ جس کو ہوئے = آصفیہ ع١۔ سنٹرل۔ انڈیا آفس۔

٢ اب جو اوڑتے ہم = سالار ع١۔ اب جو اُڑتے ہیں = سالار ع٢۔ انڈیا آفس۔ انجمن۔
اب تو اڑنے کا قفس سے بام پر مقدور نئیں = سنٹرل۔ اب جو ردتے ہم قفس کے نام پر
معذور ہیں = بنگلور۔

٣ حیف ہے آگے نہ پوچھی = سالار ع١۔ حیف ہم آگے نہ جانیں = سنٹرل۔
حیف ہے = انجمن۔ حیف ہے آگے یہ پوچھے = بنگلور۔

٤ تیری نگہ کا = انڈیا آفس۔ انجمن۔ بوجھتا ہوں اے سجن = فرحت۔
جانتا ہوں میں سجن تیری نگہ کا پیچ و تاب = بنگلور۔

۵ مجھ سے پتھروں = سالار ۱۔ سالار ۲۔ انجمن ۔ مجھ سیں پتھروں کیا ہے جیونگیں حرف آشنا = سنٹرل ۔

۶ کون جانے ہے = آصفیہ ۲۔

غزل نمبر ۳۷

۱ شاخ گل کو = سالار ۲۔ آصفیہ ۱۔ آصفیہ ۲۔ انڈیا آفس ۔ فرحت ۔ حسرت ۔

۲ عاشق کے = انجمن ۔

۳ کربلا کے واقعے = آصفیہ ۱۔ آصفیہ ۲۔ انڈیا آفس ۔

۴ گوشے سے = سالار ۲۔ باغ کے کوچہ سیں دیوانے نکل سکتے نہیں = سنٹرل ۔

۵ کررکھا ہے ہر پتہ = فرحت ۔ کررکھتی ہے ہر سبزے = بنگلور ۔
کررکھتی ہے = انجمن ۔ سالار ۱۔ کررکھتے ہیں = سالار ۲۔
کررکھا ہے = حسرت انڈیا آفس ۔ کرراکھا ہے ہر غنچہ = سنٹرل ۔

۶ اپنے دیوانے کی = آصفیہ ۱۔ سنٹرل ۔ انجمن ۔
واہ دیوانوں کی = حسرت ۔

۷ سرزمیں میں = سالار ۱۔ سالار ۲۔ گل زمیں پر = آصفیہ ۔ سنٹرل ۔

۸ خارکوں گلبن کا = انڈیا آفس ۔ انجمن ۔ سالار ۱۔
خارکو گلبن کے = سالار ۲۔
خارکوں گلچیں کا = سنٹرل ۔

غزل نمبر ۳۸

۱ سجن سے کہے = سالار ۲۔ شیخ ہے گا = آصفیہ ۲۔ شیخ کا ہے = انجمن ۔

۲ بن قیامت تک نمک رکھتا ہے = سالار ۱۔ پر قیامت تک نمک رکھتا ہے مستانے کا شور = سالار ۲۔
تا قیامت بے نکم ہوتا ہے = سنٹرل ۔ پر قیامت تک نمک رکھتا ہے = انجمن ۔

۳ خموشی ساتھ = آصفیہ ۱۔ فرحت ۔

۴ہ مستی کا ہے شور۔ انڈیا آفس۔

۵ہ اس طرح عالم میں = سنٹرل۔

۶ہ سیلاب میں = سنٹرل۔

۷ہ پھٹے ہے = فرحت۔

۸ہ کیا جنوں کوں = سالار ۱۔ انجمن۔ شورش میں = آصفیہ ۱۔ سالار ۲۔ شورش
یہ لاتا = آصفیہ ۲۔

کیا جنوں کو جس طرح = حسرت ۔ شورش میں لاتا = فرحت ۔ بنگلور۔
کیوں جنوں کوں بے طرح شورش میں لاتا ہے یقیں = سنٹرل ۔

۹ہ جلنے کا شور = سالار ۱ ۔ بنگلور ۔ انجمن ۔ فرحت ۔ سنٹرل ۔
بلبلوں کو باغ میں = آصفیہ ۲۔

غزل نمبر ۳۹

۱ہ دل ہمیں کہہ کے = حسرت۔

۲ہ ہم کوں کسی نے = سنٹرل ۔ اس کے آنے کی خبر = سالار ۱۔
ہم کو کسو نے = بنگلور۔ سالار ۲ ۔ انڈیا آفس ۔ فرحت ۔ حسرت ۔ آصفیہ ۱ ۔ آصفیہ ۲ ۔

۳ہ اے بلبلوں کس باغ میں = سنٹرل ۔ اے بلبلوں = فرحت ۔

۴ہ بلبلیں بن ٹھن چلی جاتی ہیں = فرحت ۔ بلبلاں پیہم چلے جاتے ہیں = بنگلور۔

۵ہ سنی ہے = سالار ۱۔ سالار ۲ ۔ آصفیہ ۱ ۔ آصفیہ ۲ ۔ سنٹرل ۔ انڈیا آفس ۔ فرحت ۔

۶ہ نئیں پہونچتا = بنگلور ۔ فرحت ۔ انڈیا آفس ۔ سالار ۱۔ سالار ۲۔ آصفیہ ۱ ۔ آصفیہ ۲۔
پہونچتا نئیں ضعف میں ۔ سنٹرل۔

۷ہ باغباں کوں = سالار ۱۔ سنٹرل ۔ باغباں تو = سالار ۲ ۔ بنگلور۔

۸ہ گل کوں = سالار ۱ ورنہ کب ہے = سالار ۲ ۔ بلبل کو سنانے کی خبر = بنگلور۔

غزل نمبر ۴۰

۱ہ توقع دیکھ = سالار ۱۔ سالار ۲ ۔ سنٹرل۔

۲ھ مجھ کوں = سالار ۱۔ جواب تیغ دے مجھ کوں تو = سنٹرل = شیریں بچن = سالار ۲۔ شیریں سخن ۔ انڈیا آفس ۔

۳ھ جی نکل جائے گا = سالار ۲۔

۴ھ کھلے بندوں = سالار ۲۔ گریباں کوں = سالار ۱۔ سنٹرل ۔ گریباں کو نہ کر = بنگلور ۔

۵ھ جلا قمری کوں = سنٹرل ۔ سالار ۱۔ پھر جلا قمری کو = سالار ۲ ۔ جلا قمری کو = بنگلور ۔ انجمن ۔ فرحت ۔ حسرت ۔

۶ھ جو لو ہو حس نہ دے اسکوں = سنٹرل ۔ جو لوہا حس نہ دے اسکوں = انجمن ۔

۷ھ بہت توں نے کی = سالار ۱ ۔ بہت تو نے کیا = بنگلور ۔

۸ھ گریباں کوں = سالار ۱ ۔ سنٹرل ۔

۹ھ دیوانہ پن = سالار ۱ ۔ سالار ۲ ۔ آصفیہ ۱ ۔ آصفیہ ۲ ۔ سنٹرل ۔ انڈیا آفس ۔ انجمن ۔ فرحت ۔ حسرت ۔ یقیں کرتا کوئی بھی اس قدر = بنگلور ۔

غزل نمبر ۱۴۱

۱ھ کیا تیری مژگانِ تر کے = سالار ۱ ۔ آصفیہ ۲ ۔ کیا مری مژگانِ تر نے ابر پر = سنٹرل ۔ کیا تیری مژگانِ تر نے ابر میں = انجمن ۔ کیا ترے مژگانِ تر کے ابر نے = حسرت ۔

۲ھ کیا برسیں گے زور = سالار ۱ ۔ سالار ۲ ۔ انجمن ۔ بنگلور ۔ اڈے ہے منہ برسے ہے زور = بیاض ۔

۳ھ عشق کے آنے میں صورت کیونکہ پکڑے ان کا دیں = انجمن ۔ سالار ۱ ۔
عشق کے آئین میں صورت کیوں کہ پکڑے ان کا دیں = سالار ۲ ۔ بنگلور ۔ فرحت ۔ سنٹرل ۔

۴ھ بت خانے کوں چھوڑ = سالار ۔ سنٹرل ۔ کعبہ سے بُت خانے کوں چھوڑ = انجمن ۔ کعبہ کی بت خانے کو چھوڑ = فرحت ۔
بت خانے کو توڑ = بنگلور ۔

۵ھ خدمتوں میں بھی تجارت سے بھی = سالار ۱ ۔ تجارت سے = سالار ۲ ۔ انڈیا آفس ۔ ہے تجارت سے زیادہ = آصفیہ ۱ ۔ خدمتوں میں بھی تجارت سے ہے = فرحت ۔
تجارت سیں زیادہ منفعت = سنٹرل ۔ خدمتوں میں تھی تجارت سے = بنگلور ۔

ےؔ ایک توں میں ہیں تو لاکھوں دیکھتے ہیں کروڑ = سنٹرل۔

شہ خال گورے مکھ کا میرے دل کو لیتا ہے چُرا = فرحت۔ خال گورے منھ پہ لیتا ہے = حسرت۔
خال گورے مکھ کا میرے دل کوں لیتا ہے چُرا = سالار ۱۔ سنٹرل۔
خال گورے منھ کا تیرے دل کو لیتا ہے چُرا = بنگلور۔ سالار ۲۔ خال گورے مکھ کا لیتا ہے۔ انجمن۔

شہ راتوں کوں کیا پڑتے = سالار ۱۔ ان دنوں میں چاند کی راتوں کو بھی پھرتے ہیں چور = سنٹرل۔
اس نگر کی چاندنی میں رات کوں = سالار ۲۔
اس نگر میں چاندنی راتوں کو بھی پھرتے ہیں چور = انجمن۔ اس نگر میں چاندنی راتوں کو بھی = بنگلور۔
آصفیہ ۱۔ انڈیا آفس۔ فرحت۔ حسرت۔

۹ جو اس قدر روتا ہے ابر = سالار ۲۔ سالار ۱۔ سنٹرل۔ جو اسقدر روتے ہیں ابر = انجمن۔

۱۰ کوکتی ہیں کوئیلاں اور شور بھی کرتے ہیں مور = بنگلور۔ سالار ۱۔ کوکتی ہے بن میں کوئل اور شور
بھی کرتے ہیں مور = سنٹرل۔
کوکتی ہیں بلبلاں اور شور بھی کرتے ہیں مور = سالار ۲۔ موریوں کرتے ہیں شور = آصفیہ ۱، آصفیہ ۲۔
کوکتی ہیں کوئیلاں اور شور بھی کرتے ہیں مور = انجمن۔ کوکتی ہیں کوئیلیں اور شور یوں کرتے ہیں مور = فرحت۔
کوکتی ہیں کوئلیں بھی مور بھی کرتے ہیں شور = حسرت۔

غزل نمبر ۴۲

۱ نہ کیجے اس ہوا میں چاک ناصح = آصفیہ ۲۔

۲ لذت اٹھائیے = سنٹرل۔

۳ کہوا اپنے کو ضائع بھی نہ کرتا = بنگلور۔

۴ نہ دیوا اے گل رخاں = سالار ۱۔ مجھ کوں = سنٹرل۔ سالار ۱۔
نہ دو اے گل رخاں = فرحت۔

۵ دیوانہ پن = سالار ۱۔ سالار ۲۔ آصفیہ ۱۔ آصفیہ ۲۔ سنٹرل۔ انڈیا آفس۔ انجمن۔ فرحت۔ بنگلور۔

۶ موا جاتا ہوں جب پڑتی ہے سایہ نظر میری = سالار ۲۔
موا جاتا ہوں مت اتنا کس کر گوندھ بالوں کوں = انجمن۔

۷ جیتے ہیں احباب سجن = سالار ۱۔

۸ تعجب سخت آتا ہے یقین اس بات پر مجھ کوں = سالار ۱۔ سنٹرل۔ بنگلور۔
یقین اس بات کا دل میں = سالار ۲۔

غزل نمبر ۴۳

۱ دیوانے کو = آصفیہ ۲۔ سنٹرل۔ دیوانوں کوں = انجمن۔

۲ آشیانے کو = سنٹرل۔

۳ یار کی گلیوں میں جانے دے ہمیں = فرحت۔ سالار ۱۔ سالار ۲۔ جانے دے ہمیں = سنٹرل۔
ایک شب توں = انجمن۔ ایک دم بھی یار کے کوچے میں رہنے دے مجھے = بنگلور۔

۴ اس قدر اے پاسباں = سنٹرل۔ انجمن۔

۵ اس طرح کی آگ سی = فرحت۔ اس طرح کی آگ سے = آصفیہ ۱۔ انجمن۔ انڈیا آفس بنگلور
سالار ۱۔ سالار ۲۔
آگ سیں = سنٹرل۔

۶ توں لیتا ہے عبث دل کا وبال = بنگلور۔ سالار ۱۔ سالار ۲۔
عبث دل کا وبال = سنٹرل۔ عبث جی کا وبال = حسرت۔ توکیوں لیتا ہے یہ دل کا وبال = انجمن۔

۷ آپ یہ ان ناتوانوں کو = حسرت۔ فرحت۔ انجمن۔ انڈیا آفس۔ سنٹرل۔ سالار ۱۔ آصفیہ ۱۔
آپ سے ان ناتوانوں کو = بنگلور۔ سالار ۲۔

۸ عشق کوں = فرحت۔ انجمن۔ سالار ۱۔ سنٹرل۔ موقوف رکھ = فرحت۔ انجمن۔ سالار ۱۔

۹ جوانوں کوں = سنٹرل۔ سالار ۱۔ کیوں بچھڑتا ہے بڑھاپے سے۔ آصفیہ ۲۔
کیوں بچھڑتا ہے بڑھاپے میں = فرحت۔
اس غزل میں "انجمن" میں پوری ردیف سے پہلے "کوں" ہے۔

غزل نمبر ۴۴

۱ مجنوں بن ہمیں = بنگلور۔ فرحت۔ آصفیہ ۲۔ سالار ۱۔ بن مجنوں کے یہ صحرا ہنوز = سالار ۲

۲ ہمارا دل نہیں لگتا ہنوز = بنگلور۔ انڈیا آفس۔ سالار ۱۔ ان غزالوں میں ہمارا = سنٹرل۔

ش۳ نقش کوں = سالار ۱۔ سنٹرل۔

ش۴ موں رکھانے پر بھی = سالار ۲۔ مونکالے میں بھی = سالار ۱۔ مونکالے پر بھی مستی حسن
کی نکلی نہیں = فرحت۔
مونکالے پر بھی مستی حسن کی جاتی نہیں = سنٹرل۔

ش۵ مے ستی مستوں کی = سالار ۲۔ مے سول = آصفیہ ۱۔
مے سے اس معشوق کے مینا ہنوز = سالار ۲۔

ش۶ کہ ہیں زخموں کے مارے لہو میں غرق = سالار ۱۔ باوجود اس کے کہ ہیں = سنٹرل۔
باوجود اس کے بھی ہے زخموں کے = آصفیہ ۲۔
کہ ہے زخموں کے مارے لہو میں غرق = بنگلور۔

ش۷ آب خنجر کوں = سالار ۱۔ اب تو خنجر کو ترستا ہے = بنگلور۔

ش۸ عشق سیں = سالار ۱ ہے لیقین کے عشق میں = آصفیہ ۲۔ ہے یقین کا عشق سے = فرحت۔

ش۹ اس پہ کم ہوتی نہیں اس کی وہ استغنا ہنوز = فرحت۔ سالار ۱۔ سالار ۲۔
اس پہ کم ہوتی نہیں ہے اس کی استغنا ہنوز = آصفیہ ۱۔

غزل نمبر ۴۵

ش۱ ان کے لبوں کے منھ کا جو ہے = سالار ۲۔ کردے لبوں کے ہو نہ سکا = سنٹرل۔

ش۲ ہوتا ہے کب شرار کے آگے چنار سبز = بنگلور۔

ش۳ دہکا ہے دل کا داغ = فرحت۔ سالار ۱۔ تیری نگاہِ گرم سیں پنہاں ہے رازِ دل = سالار ۲۔
پڑتا ہے دل کا داغ = سنٹرل۔

ش۴ آگ میں = سالار ۲۔ بنگلور۔ ہوتا ہے جیسے آگ سے = فرحت۔

ش۵ کسی نے = سالار ۱۔ فرحت۔

ش۶ ہوا سیں = سالار ۱۔ ہوا سے = سنٹرل۔

ش۷ خاک کوں = سنٹرل۔ سالار ۱۔ زندگی اس مشتِ خاک کی = سالار ۲۔ اس مشت خاک
سے = انڈیا آفس۔

۸ھ کرتے ہیں اشکِ خوں = سنٹرل۔ ہماری مزار سبز = بنگلور۔

۹ھ حسن سیں ایمن نہ ہو یقین = سالار ۲۔ حسن سیں = سنٹرل۔

۱۰ھ کرتے ہیں بر میں جامہ = آصفیہ ۱۔ سنٹرل = کرتے ہیں جامہ سبز بوقت شکار سبز = آصفیہ ۱
سنٹرل۔

غزل نمبر ۴۶

۱ھ خاک میں = انڈیا آفس۔ آصفیہ ۱۔ قبر میں = سنٹرل۔

۲ھ گرچہ پھرتے ہیں مری خاک پر = سالار ۱۔ سنٹرل۔ گرچہ پھرتے ہیں مری خاک کے = سالار ۲۔
گرچہ پھرتے ہیں مری خاک پہ = بنگلور۔

۳ھ جو گرائی ہیں شراب = انڈیا آفس۔ (کذا)۔
پی کے مستوں نے زمیں پر جو گرائی تھی شراب = فرحت۔ پی کے مجنوں نے زمیں پر = سالار ۱
پی کے مجنوں نے زمیں پر جو گرائی یہ شراب = سالار ۲۔ پی کے مجنوں نے زمیں پر گرایا ہے شراب =
بنگلور (کذا)۔
مجنوں نے پی کر = آصفیہ ۱۔ مجنوں نے = آصفیہ ۲۔ مجنوں نے پی کر جو گرائی تھی شراب = حسرت۔

۴ھ یہ شجر تاک ہنوز = سنٹرل۔

۵ھ چھوڑتا عشق نہیں مجھ کوں = سالار ۱۔ چھوڑتا عشق نہیں مجکو = بنگلور۔
چھوڑتا عشق ہیں مجھ کو بھی مانند سحر = سالار ۲۔ بنگلور۔ چھوڑتا مجھ کوں نہیں ہے عشق مانند سحر = سنٹرل
جوں مانند سحر = آصفیہ ۱۔ چھوڑتا عشق نہیں مجھ کو تو مانند سحر = فرحت۔

۶ھ کیا ہوا اگرچہ = سالار ۱۔ ہوئے گا پھر کے گریباں = سالار ۲۔ ہو گیا پیر گریباں ہے = فرحت
ہو گیا سینہ گریباں = سنٹرل۔ ہو گیا سینہ گریباں ہی = حسرت۔

۷ھ گرم ہے آتشِ سوزاں سے = بنگلور۔

۸ھ عشق میں خوباں کے یقیں = حسرت۔ فرحت۔ سنٹرل۔ سالار ۱۔ سالار ۲۔
گرچہ ہے غرق بخوں عشق میں خوباں کے یقیں = بنگلور۔

۹ھ لیک دامن میرا ہے = سالار ۱۔ چاک ہنوز = آصفیہ ۱۔ انڈیا آفس۔ حسرت۔ بنگلور۔

غزل نمبر ۴۷

۱ آپ سیں ہم نے = سنٹرل۔ ۲ ہو جاویں = حسرت۔

۳ بس تنگ = فرحت۔ سالار ۱۔ صدا سیتی ہے = بنگلور۔ جدائی سیں ہیا خاطر بسکہ تنگ = انجمن

۴ مجھ کوں ہے = سنٹرل۔ سالار ۱۔ مجھ کو ہے = سالار ۲۔ انجمن۔ فرحت۔ بنگلور۔

۵ صیاد کوں = سالار ۱۔ سالار ۲۔ سنٹرل۔ کچھ نہ دیجیے دکھ = بنگلور۔

۶ قبر اور تابوت ہی کر بیجیو میرا قفس = بنگلور۔ فرحت۔ سالار ۱ سالار ۲۔

قبر اور تابوت یہ کر بیجیو میرا قفس = سنٹرل۔

قبر اور تابوت میں کر بیجیو میرا قفس = انجمن۔

۷ تنگ تو یوں کرتا ہے پر ہم جو کہیں جاتے رہیں = سالار ۱۔ جاتے رہیں = آصفیہ ۲۔ سنٹرل

پر یہ تو کہوں جاتے رہیں = سالار ۲۔

جو ہم کبھو جاتے رہیں = آصفیہ ۱۔ پر ہم جو کبھی جاتے رہے = فرحت۔

تنگ یوں کرتا ہے پر ہم جو کبھو جاتے رہیں = بنگلور۔ بر ہم ہو کبھو جاتے رہیں = انجمن۔

۸ تو تیرا منہ دیکھتا = سالار ۱۔ رہ جاوے گا۔ سنٹرل۔ بنگلور۔

۹ جب سیں = سنٹرل۔ انجمن۔

۱۰ تب سیتی آتا ہے خوش یا دام ہم کوں یا قفس = سنٹرل۔

ہم کو یا قفس = بنگلور۔

غزل نمبر ۴۸

۱ آج دیکھا ہوں میں اس طرح کا = انجمن۔ سنٹرل۔ سالار ۱۔

آج دیکھا ہوں ہیں = فرحت۔ انڈیا آفس۔ آصفیہ ۱۔ سالار ۲۔

آج دیکھا ہے میں اس طور کا = آصفیہ ۲۔ آج دیکھا ہوں میں اس طرح کی = بنگلور۔

آج دیکھا ہے میں اس لطف کا = حسرت۔

۲ سر پر آیا = فرحت۔ اس چور کا جلاد کر بس = سنٹرل۔ اس طرح سے جلاد کر بس = بنگلور۔

۳ تری چھب کوں = سالار ۱۔ دل میں آتا ہے تری چھب کو = سنٹرل۔

جی میں آتا ہے ترے قد کو = فرحت۔ تیری چھب کے دکھا دیجیے اُسے = بنگلور۔

۴ نہ ہوئیں اس سیج کی = انجمن ۔ سالار ع۱۔ سالار ع۲ ۔ بلبلاں کیونکہ گرفتار نہ ہوئیں اس سیج کی = سنٹرل
۵ جب چھوٹے = سالار ع۱ ۔ سالار ع۲ ۔ انجمن ۔ حسرت ۔
۶ توں نہ تھا = سالار ع۱ ۔ انڈیا آفس ۔ انجمن ۔ حسرت ۔
۷ دیکھا ہوں = سالار ع۱ ۔ سالار ع۲ ۔ سنٹرل ۔ بنگلور ۔

غزل نمبر ۴۹

۱ مونہہ پہ کھایا تھا یہ اس طرح کی تلوار کہ بس = سالار ع۱ ۔ منہ پہ رکھتا ہے = سالار ع۲۔
اس طرح سے تلوار = فرحت ۔ مونہہ پہ کھایا ہے اس طرح کی = آصفیہ ۔
مونہہ پہ کھایا ہے یہ اس طرح کی = انجمن ۔ بنگلور ۔
۲ نزع میں یار مجھے دیکھ = بنگلور ۔ سالار ع۱ ۔ سالار ع۲ ۔
۳ رہتا ہے یہ = بنگلور ۔
۴ کہیں گر = سالار ع۱ ۔ بنگلور ۔ فرحت ۔
اس جھڑی سے نہ کہیں گر پڑے یہ بام فلک = سالار ع۲ ۔
۵ آپ کوں بیچ کے یوسف نے زلیخا کوں لیا ۔ سالار ع۱ ۔ انجمن
۶ توں یقیں = سالار ع۲ ۔ لے جا تو یقیں = آصفیہ ع۲ ۔
۷ کیا طبیبوں نے = سالار ع۲ ۔

غزل نمبر ۵۰

۱ کوں ہے = سالار ع۱ ۔ انجمن ۔ مفتوں کی تلاش = بنگلور ۔
۲ کوں تھا = سالار ع۱ ۔ کوتھی درپیش مجنوں کی تلاش = بنگلور ۔
۳ تیری کوں = سالار ع۱ ۔ انجمن ۔
۴ جس طرح سیں = سالار ع۱ ۔ انجمن ۔
۵ مجھ کو = آصفیہ ع۱ ۔ آصفیہ ع۲ ۔ انجمن ۔ فرحت ۔
اس طرح رہتی ہے مجھ کو جانِ محزوں کی تلاش = بنگلور ۔
۶ سانوری کی لگ رہی ہے جستجو = بنگلور ۔ سالار ع۱ ۔

سانورے کی لگ رہی ہے جستجو = فرحت۔ انجمن۔

۷ جس طرح ہوتا ہے افیوں کوں = سالار ط۱۔ آصفیہ ط۱۔ آصفیہ ط۲۔ انڈیا آفس۔ فرحت۔
جس طرح ہوتی ہے افیونی کوں = انجمن۔ جس طرح ہوتی ہے افیونی کو = بنگلور۔

۸ لفظ معنی سے تری لیکن یقین = سالار ط۱۔ فرحت۔ لفظ و معنی سے پرے لیکن یقین = بنگلور۔
لفظ معنی = سالار ط۲۔ شاعری ہے لفظ معنی سیں تری = انجمن۔

۹ ایہام مضموں کا تلاش = سالار ط۱۔ سالار ط۲۔ فرحت۔
یاں تو ہے ابہام مضموں کی تلاش = بنگلور۔

غزل نمبر ۱۵۱

۱ کرے یہ مجنوں رقص = سالار ط۱۔

۲ پکڑا بگولے کی صورت کرے ہے ہاموں رقص = سالار ط۲۔

۳ صبا ستیں ہے چمن = سالار ط۲۔ نہیں صبا سے چمن = انجمن۔

۴ میراجی نہ کچھ دھڑکتا ہے = سالار ط۲۔ آصفیہ ط۱۔ میراجی ہی کچھ دھڑکتا ہے = انجمن۔

۵ کرتا ہے = انجمن۔ سالار ط۱۔ سالار ط۲۔ انڈیا آفس۔ آصفیہ ط۱۔
خوشی یہ قتل کی کرتی ہے = آصفیہ ط۲۔ خوشی سے قتل کی کرتا ہے = فرحت۔

۶ میں جو پھرتا ہے = بنگلور۔ سالار ط۱۔ دشت میں جو کرتے ہیں = سالار ط۲۔ دہر میں جو پھرتا ہے = انجمن۔

۷ کرے میرا جنوں دیکھ جانِ محزوں رقص = بنگلور۔
کرے ہے میرا جنوں دیکھ جانِ مجنوں رقص = انجمن۔
کرے ہے میرا جنوں دیکھ جانِ محزوں رقص = سالار ط۱۔

۸ سحر سیں = انجمن۔

۹ میری زمینِ سخن = سالار ط۲۔ دیکھ کر گردوں رقص
(کذا) آصفیہ ط۱

غزل نمبر ۵۲

۱۔ کان میں = سالار ۱۔ = زلف کو = حسرت۔

۲۔ سُن کرکے ہیں = حسرت۔

۳۔ میں یہ آتی ہے = انجمن۔ سالار ۱۔ = ہے گی آتی = سالار ۱۔ آتی ہے یہ = حسرت۔

۴۔ آنکھوں کا جام = سالار ۱۔

۵۔ ہزاروں سال = فرحت۔ آصفیہ۔ کی اگر ساقی ہزاروں سال = بنگلور۔

۶۔ دل کوں مت ویراں کرو یہ ہے = انجمن۔ سالار ۱۔ یہ ہے = انڈیا آفس۔ آصفیہ ۱۔
دل کو حیراں مت کرو ہے یہ جنوں کا پایۂ تخت = سالار ۲۔ یہ ہے جنوں کا پایہ تخت = فرحت۔

۷۔ اے پری زادوں کبھو سنتے تھے = سالار ۲۔ اے پری زادو کبھو سنتے ہو۔ آصفیہ ۱۔
اے پری زاداں کبھی سینو بھی = آصفیہ ۱۔ اے پری زادوں کہاں سنتے ہو = بنگلور۔ سالار ۱۔
اے پری زادوں کبھو سنئے بھی = فرحت۔ اے پری زاداں کبھو سینو بھی = آصفیہ ۲۔
یہ پری زاداں کبھو سنتے ہیں = سنٹرل۔ اے پری زادوں کبھو تو سُن لو = انڈیا آفس۔
یہ پری زاداں کہاں سنتے ہیں = انجمن۔

۸۔ اور باغباں ایک بار (کذا) سالار ۱۔ فصل جاتا ہے یقیں = بنگلور۔

۹۔ کوئی نئیں کرتا = حسرت۔

غزل نمبر ۵۳

۱۔ بتوں سے = بنگلور۔

۲۔ قدکوں = سالار ۱۔ اب تجھ کو دیکھ = سالار ۲۔ سنٹرل۔

۳۔ کیوں نہ کیجئے = بنگلور۔

۴۔ باغ میں کا۔ انڈیا آفس۔ باغ کا یہ جب = بنگلور۔

۵۔ بلبلوں کوں = سالار ۱۔ کیا رہے تب = فرحت۔

۶۔ خال عارض کا ترے = بنگلور۔ سالار ۱۔ اس دل پہ = سالار ۲۔
خال عارض تیرے کا = انجمن۔

۷ جیوں کہ آئینہ کوں ہے = سالار ع۱۔ سنٹرل ۔ جوں کہ آئینہ کو ہے = بنگلور۔

۸ مختلط ہے = سالار ع۲۔ انجمن ۔ بنگلور۔

۹ ہے سخن کوں = سنٹرل ۔ سالار ع۱۔

غزل نمبر ۵۴

۱ دل میں میرے تھا بتوں کی = سالار ع۲۔ کیا قیامت ہے = سنٹرل ۔ انجمن ۔ فرحت ۔ بنگلور۔
بزم آنے کا حظ = بنگلور۔

۲ ہم کوں خدمت کا انوں کوں = انجمن ۔ سالار ع۱۔ ہم سے خدمت کا = سالار ع۲۔
انھوں کے = سالار ع۲۔ انہوکو = آصفیہ ع۱۔ انھوں کوں = سنٹرل۔

۳ دردمندوں کوں = سالار ع۱۔ دردمندوں کے = سنٹرل = دردمندوں کو نہیں راحت
ذرا = ایشیا۔

۴ سلنے میں = سالار ع۱۔ سالار ع۲۔ انڈیا آفس ۔ بنگلور۔

۵ دل ٹوٹتا ہے = ایشیا۔

۶ یہ برگ کب آوے گا ہاتھ = سالار ع۱۔ جی نکل جاتا ہے میرا اسمایہ = انجمن ۔ اوس پر = بیاض
جی نہ سکتا ہے میرے اس پر = بنگلور۔ کہ کب آئے گا ہاتھ = فرحت۔

۷ سرکوں = سالار ع۱ بیاض ۔ انجمن ۔ انڈیا آفس ۔ رکھ کے سرکوں = ایشیا۔

۸ جو کہ کیفیت نظارے سے یقیں ۔ سالار ع۲۔ پوچھتا ہے خوب = بنگلور۔

غزل نمبر ۵۵

۱ شعلہ کوں = سالار ۔ انجمن۔

۲ ہوتی ہے = سالار ع۱۔ سالار ع۲۔ آصفیہ ع۱۔ سنٹرل۔ انڈیا آفس ۔ ایشیا ۔ انجمن ۔ فرحت ۔ بنگلور۔
گردوں کا وبال = سنٹرل ۔

۳ پہلو چرب (کتنا) = سالار ع۱۔ سالار ع۲۔ اپنے سے شرماتی ہے شمع = انجمن ۔

۴ حسن کوں = سنٹرل ۔ حسن وخلق کے لائق نہیں = ایشیا۔

۵ فانوس کے باہر = سنٹرل ۔ باہر نکل آتی ہے شمع = انڈیا آفس۔

۶ آہن دلوں کوں دیکھ شرماتی ہے شمع = سالار ع۱ ۔ اہلِ سوز آہن دلوں کو دیکھ شرماتے ہیں
سخت = سالار ع۲۔ بنگلور۔
اہلِ سوز آہن دلوں کوں دیکھ شرماتے ہیں سخت = سنٹرل ۔ اہلِ نور آہن دلوں سے بسکہ
شرماتے ہیں سخت = فرحت۔

۷ دیکھتے گل گیر کی صورت کوں = سالار ع۱۔ دیکھتے گل برگ کی صورت کو = ایشیا۔
دیکھتے گل گیر کی صورت کو = سالار ع۲۔ آصفیہ ع۱۔ آصفیہ ع۲۔ سنٹرل۔ انڈیا آفس۔ انجمن۔
بنگلور۔ دیکھتے گلگیر کی صورت کو گھپ جاتی ہے شمع ۔ بیاض۔

۸ باد سیں درہم نہیں ہوتا ہے۔ سنٹرل ۔ باد سے برہم نہیں ہوتا ہے = فرحت۔
باد سے درہم نہیں ہوتا ہے = بنگلور ۔ یو شعلہ یقیں = سالار ع۱۔
باد سے برہم نہیں ہوتا ہے یہ شعلہ یقیں = آصفیہ ع۲۔
نہیں ہوتا ہے شعلہ بھی یقیں = ایشیا۔

۹ بسکہ پروانہ کی گستاخی سے = بنگلور۔ انجمن۔ سالار ع۱ بسکہ پروانہ کی گستاخی پہ = سالار ع۲۔
بلکہ پروانہ کی گستاخی سوں = آصفیہ ع۱ جھلاتی ہے شمع = حسرت۔
پروانہ کی گستاخی پہ جھنجھلاتی ہے شمع = ایشیا۔

غزل نمبر ۵۶

۱ آئی ہے = سالار ع۱۔ انڈیا آفس۔ انجمن۔
۲ نہیں ہمیں فرصت = فرحت ۔ نئیں ہمیں رخصت = بنگلور۔
۳ کیا کروں = ایشیا ۔ مے کدہ سیں = انجمن۔
۴ توبہ ہم سے ہو چکی = سنٹرل ۔ انجمن ۔
۵ ہم سے تھے ویرانے = ایشیا ۔ سو بہ ہی چلے = انجمن۔
ہم سے تھا ویرانہ یک آباد = بنگلور۔
۶ عزیزاں الوداع = آصفیہ ع۱۔ بنگلور۔
۷ تاب نے = انڈیا آفس ۔ تاب نئیں = بنگلور۔

ش۸ ہوا ہے نوجواناں الوداع = انڈیا آفس۔

غزل نمبر ۵۷

ش۱ دیکھئے کب ہوئے روشن پھر = فرحت۔ سنٹرل۔ سالار ج۱۔ دیکھئے پھر کب ہو روشن یہ = بنگلور۔
دیکھئے کب ہوئے پھر روشن = سالار ج۲۔ دیکھئے کب پھر ہو روشن = آصفیہ ج۱۔ انڈیا آفس۔
دیکھئے کب پھر ہو روشن یہ = آصفیہ ج۲۔ ایشیا۔ دیکھئے کب پھر ہوئے روشن = انجمن۔
دیکھئے پھر کب ہوئے روشن = حسرت۔ دیکھئے کب پھر ہو روشن اس محبت کا چراغ = بیاض۔

ش۲ رات دن جلتا ہے یکساں = بنگلور۔ حسرت۔ فرحت۔ انجمن۔ سنٹرل۔ سالار ج۱۔ سالار ج۲۔

ش۳ وہ نگاہِ گرم رکھتا ہے = بنگلور۔ سالار ج۱۔ بے نگاہِ گرم رکھتا ہے = سالار ج۲۔
وہ نگاہِ گرم رکھتا ہے میرے باطن سے راہ = انجمن۔

ش۴ میرے دل کی حسرت کا چراغ = انڈیا آفس۔

ش۵ جائے کب میری یہ سرگرمی کسی کی سعی سے = سالار ج۱۔ فرحت۔ انجمن۔
جائے کب سرگرمی مری یہ کسی کی سعی سے = سالار ج۲۔
کسو کی سعی سیں = انڈیا آفس۔ آصفیہ ج۱۔ کسی کی سعی سے = سنٹرل۔
جائے میری کب یہ سرگرمی کسی کی سعی سے = بنگلور۔

ش۶ کب حسد کی باد سے = سالار ج۲۔ آصفیہ ج۱۔ آصفیہ ج۲۔ انجمن۔ کس حسد سے باد کے = بنگلور
الغت کا چراغ = بیاض۔

ش۷ کیوں نہ ہوئے روشن یقیں = سالار ج۱۔ مجھ سیں = انجمن۔

ش۸ سینے محبت کا چراغ = سالار ج۱۔ بنگلور۔ محبت کا چراغ = بیاض۔

غزل نمبر ۵۸

ش۱ نہیں ہوتا کسو مرہم سے = انڈیا آفس۔ آصفیہ ج۱۔ کسی مرہم سیں = سنٹرل۔

ش۲ خاکساری محو کر ڈالے سیاہ دل کا غبار = آصفیہ۔ خاکساری دور کر ڈالے ہے شیشہ کا غبار = سنٹرل۔

ش۳ دور خاکستر سے ہی = فرحت۔ انجمن۔ آصفیہ ج۱۔ سالار ج۱۔ دور خاکستر سے بھی ہوتا ہے =
سالار ج۱۔ بنگلور۔

دور خاکستر ہی سے ہو = آصفیہ ۲۔ دور خاکستر سی ہوتا ہے = سنٹرل۔ دور خاکستر سے ہوتا ہے = بیاض۔

۴ موت کا موسم = سالار ۲۔ موت مرہم کا خدا جانے کب = آصفیہ ۲۔

۵ جان تجھ بن ہائے اسس = بنگلور۔ فرحت۔ انجمن۔ سالار ۱۔ سالار ۲۔

۶ اشک کی جاتی نہیں = انجمن۔ سالار ۱۔ رشک سے جاتی نہیں = سالار ۲۔
اشک کی جاتی نہیں میرے دل پر خوں سے خو = سنٹرل۔ اشک کی جاتی نہیں ہے میرے دل پر خوں سے جوت = بنگلور۔

۷ اس سینے کا داغ = فرحت۔

۸ لے گیا عالم سے جیوں جمشید = آصفیہ ۱۔ انڈیا آفس۔

غزل نمبر ۵۹

۱ اُس زلفِ پریشاں کا حریف = بنگلور۔

۲ اور کون ہوئے = انجمن۔ اور کون ہے = سالار ۱ لعلِ بدخشاں کا حریف = انڈیا آفس۔ آصفیہ ۱۔

۳ جب ہوئے مجنوں سا کوئی تب ہوئے یاں کا حریف = سالار ۱۔ جب ہوئے مجنوں کوئی = سنٹرل۔ جب ہوئے مجنوں سا کوئی تب ہوئے = انجمن۔ جب ہوئے مجنوں سا کوئی تب بیاباں کا حریف (کذا)۔ بنگلور۔

۴ کعبہ کوں = سالار ۱۔

۵ سوز بلبل = سالار ۲۔ انڈیا آفس۔ میرے شور بلبل = فرحت۔

۶ کون ہوئے = سالار ۱۔ کون ہے = انجمن۔ کون ہو تیز سینۂ زخمی پھر = بنگلور۔

۷ کوں چھپایا تھا یقیں = سالار ۱۔ کو چھپایا تھا یقیں = فرحت۔ چھپاتا تھا یقیں = سالار ۲ انجمن شور محبت = آصفیہ ۱۔ حسرت۔ بیاض۔ سالہا شور محبت کو چھپایا ہے یقیں = آصفیہ ۲ سالہا شور محبت کوں چھپایا تھا یقیں = سنٹرل۔ سالہا شور محبت کیوں چھپاتا میں یقیں = بنگلور۔

۸ میرے گریباں = انڈیا آفس۔ بنگلور۔ سالار ۱۔ فرحت۔ حسرت۔ سالار ۲۔ انجمن۔
تیرے گریباں = سنٹرل۔

غزل نمبر ۶۰

۱؎ دل نہیں لگتا ہے مجنوں کا = سالار ۱؎۔ دل نہیں لگتا ہے مجنوں بن = بنگلور۔ سالار ۲؎۔ سنٹرل۔
کھیچے ہے بن مجنوں = بیاض۔

۲؎ ہم اسیروں کی خبر کب ہے ولے = سالار ۱؎ (کذا)۔ خبر کب ہے ولے = بنگلور۔
ہم اسیروں کو خبر کب ہے ولے = فرحت۔ حرکت ہے ولے = سالار ۲؎۔ خبر نئیں ہے ولے = انجمن۔

۳؎ ان دنوں شور سا (کذا) = سالار ۱؎۔ ان دنوں میں شوروشر کچھ ہے = بنگلور۔

۴؎ آگ کی مجھ کوں لگی ہے پیاس کیوں کر بجھ سکے = انجمن۔ سالار ۱؎۔
آگ کی مجھ کو لگی ہے پیاس کیوں کر بجھ سکے = سنٹرل۔ بنگلور۔
آگ سی مجھ پر لگی ہے پیاس = ایشیا۔ آگ سی مجھ کوں لگی ہے پیاس کیونکر بجھ سکے = سالار ۲؎

۵؎ کیوں کہ دیکھوں سر سے = سالار ۱؎۔ انجمن۔ کیوں کہ دیکھو سر سے اُس = بنگلور۔

۶؎ کہ بے جام وشراب = سنٹرل۔ کہ پی جاویں شراب = انجمن۔

۷؎ سو دیکھے اب یقیں = سالار ۱؎۔ ہجر کے ڈورے جو سنتے تھے سو دیکھے اب یقیں = سالار ۲؎۔
سو دیکھا اب یقیں = انجمن۔ سحر کے ڈورے جو سنتے تھے سو دیکھے اب یقیں = سالار ۲؎۔
سو دیکھا اب یقیں = انجمن۔ سحر کے ڈورے جو سنتے تھے یقیں سو دیکھ لے = سنٹرل۔
سحر کی ڈوری جو سنتے تھے سو دیکھی اب یقیں = بنگلور۔

۸؎ دل چلا جاتا ہے = سنٹرل۔

غزل نمبر ۶۱

۱؎ ناصح سے غم نے مجھ کو کیا = بنگلور۔ ناصح نے مجھ کو غم سے کیا = سالار ۲؎۔
ناصح سے غم نے مجھ کوں کیا = انجمن۔

۲؎ سو بار پھٹ گیا ہے = بنگلور۔ سالار ۱؎۔ پھٹ چکا ہے۔ سالار ۲؎۔

۳؎ رویا ہوں یاں تلک میں اب = بنگلور۔ رویا یہاں تلک = بیاض۔

۴؎ بے آب ہو گئے ہیں = بنگلور۔ سالار ۱؎۔ سالار ۲؎۔ آصفیہ ۱؎۔ انڈیا آفس۔

۵؎ نہ چھوٹے چنانچہ میں = بنگلور۔

ش۶ جب تک نہ ہوگی باغ میں آخر = بنگلور۔ جب تک کہ چھوٹوں ہوگئی آخر = فرحت۔ سالار ۱
جب تک کہ چھوٹوں ہوچکی آخیر = آصفیہ۔ سالار ۲۔ جب تک کہ چھوٹیں ہوگئی آخیر = انجمن۔

ش۷ اس دکھ کو دیکھ مرگ بھی میرا شریک نئیں = بنگلور۔ اس دکھ کوں دیکھ مرگ بھی میرا شریک نئیں = سالار ۱۔

اس دکھ کو دیکھ مرگ بھی میرا شریک ہے = سالار ۲۔ درد بھی مجھ کوں شریک نئیں = انجمن۔
مرگ بھی مجھ سے سرک گئی = فرحت۔

ش۸ کچھ فصل کے نشے نے = بنگلور۔

غزل نمبر ۶۲

ش۱ عجب نئیں خوش نگاہوں کا اگر دشوار ہو ملنا = انجمن۔ عجب نئیں خوش نگاہاں کا اگر دشوار ہو ملنا = بنگلور۔

عجب نئیں خوش نگاہاں کا اگر دشوار ہے ملنا = سنٹرل۔ دشوار ہو ملنا = حسرت۔ ملیں سرخوش نگاہاں = انڈیا آفس۔

عجب نئیں خوش نگاہاں کا اگر دشوار ہوئے ملنا = سالار ۱ مجھ سیں دیوانے سے پھر چاہے = سالار ۲
ملیں گے خوش نگاہاں مجھ سے دیوانے سے ثابت ہے = بیاض۔

ش۲ ہر یک کا صید ہو جانا = سالار ۱، سالار ۲، سنٹرل، انجمن۔ فرحت۔ بنگلور۔ ہر ایک کے رام ہو جانا = آصفیہ ۱
ہر ایک کا رام ہو جانا = آصفیہ ۲۔ ہر ایک کا رام ہونا۔ ان غزالوں کے نہیں لائق = انڈیا آفس۔

ش۳ چمن کے دہر میں جی بلبلِ نالاں کا نئیں لگتا = سالار ۱۔ دلِ نالاں سے نہیں لگتا = بنگلور۔

ش۴ بلبل ہی اس گلستاں = ایشیا۔

ش۵ اہلِ وفا سے = فرحت۔ سنٹرل۔ سالار ۱۔ سالار ۲۔ اہلِ وفا پر کیا قیامت ہے = ایشیا۔ آصفیہ ۲
اہلِ وفا سیں کیا مناسب ہے = انجمن۔ جفا کرنا سبب اہلِ وفا سے = بنگلور۔

ش۶ جنوں کے ہاتھ سے محفوظ ایک دم رہ نہیں سکتا = انجمن۔ سالار ۱۔ سنٹرل۔ محفوظ یک دم رہ نہیں سکتا = (کذا)۔ سالار ۲۔

محفوظ ایک دم رہ نہیں سکتا = آصفیہ ۱۔ فرحت۔ ایک دم نہیں محفوظ رہ سکتا = بیاض۔

ش۱ نہ کر اندیشہ تو = سنٹرل۔
ش۲ خون عاشقاں میں = سالار مہ۱۔ قتل عاشقوں میں، سالار مہ۲۔ قتل عاشقاں پر = آصفیہ مہ۱۔ انڈیا آفس۔
قتل عاشقاں (کذا) = ایشیا۔ قتل عاشقاں کا = سنٹرل۔
ش۳ نالہ کرنے سیں = سنٹرل۔ نالہ افغاں سے = ایشیا۔
مجھے معذور رکھو ہم صفیروں نالہ کرنے سیں = فرحت۔ انجمن۔
رہی نئیں ہے زبان میری فغاں سے = سالار مہ۱۔ سالار مہ۲۔
ش۴ رہی نئیں ہے زباں میری فغاں سے آشنا مطلق = آصفیہ مہ۱۔ آصفیہ مہ۲۔ سنٹرل۔ فرحت۔ ایشیا۔ انڈیا آفس۔
رہتی نئیں ہیں زباں میری فغاں سے آشنا مطلق = انجمن۔
ش۵ دوری نہیں = سنٹرل۔ میں کر دور ہی سے = فرحت۔ شیریں لباں سے = آصفیہ مہ۲۔
نہ ان لبوں سے میں = ایشیا۔
ش۶ نہیں پاتا میرا دل زندگی کا = سالار مہ۲۔ آصفیہ مہ۲۔ سنٹرل۔ ایشیا۔ فرحت۔
ش۷ آخر کوں کیا ہوئے گا = انجمن۔ سالار مہ۱۔ آخر کو کیا ہووے گا = سالار مہ۲۔
آخر کو کیا ہوگا کہ = آصفیہ مہ۲۔ آخر کوں کیا ہوگا کئی دن میں = سنٹرل۔
ش۸ مرے بیمار دل کوں = سنٹرل۔ انجمن۔ مرے بیمار دل پر نہیں = بیاض۔
ش۹ نہ رہ ہرگز مقید = سالار مہ۱۔ فرحت۔ سالار مہ۲۔ آصفیہ مہ۱۔ آصفیہ مہ۲۔ انجمن۔ انڈیا آفس۔
نہ رکھو ہرگز مقید = سنٹرل۔ نہ رکھیو یار سے ہرگز توقع مہربانی کی = ایشیا۔
ش۱۰ دیکھی نہیں ہم نے وفا مطلق = سالار مہ۱۔ سالار مہ۲۔ فرحت۔ انجمن۔

غزل نمبر ۶۴

ش۱ زبس اُس کمر = سالار مہ۱۔ سالار مہ۲۔ آصفیہ مہ۱۔ انڈیا آفس۔ بنگلور۔ فرحت۔
ش۲ قلم میرے سخن کوں چاہیے = انجمن۔ قلم میرے سخن کو چاہیے ہے مانند مو نازک = آصفیہ مہ۲۔
ش۳ خدا شاہد کہ شیشہ سے ہے زیادہ = سالار مہ۱۔ سالار مہ۲۔ سنٹرل۔ انجمن۔
خدا شاہد کہ شیشہ سے زیادہ یہ = بنگلور۔
ش۴ شعلہ کے گرمی سیں = سنٹرل۔

ش۵ مریخ ہے = بنگلور ۔ سالار ۱ ۔ بڑا ہے گل سے = سالار ۲ ۔ آصفیہ ۱ ۔ انڈیا آفس ۔
بڑی ہے گل سے = ایشیا ۔ عجب ہے گل بدن وو دل بر = سنٹرل ۔
عجب ہے گل سیتی یہ دل بر = انجمن ۔

ش۶ جی اڑ رہا ہے = سالار ۲ ۔ لبوں پر زخم کیا = انجمن ۔

ش۷ کہو نہایت ہی = سالار ۱ ۔ سالار ۲ ۔

ش۸ کسو کو کیوں کہ = آصفیہ ۱ ۔ آصفیہ ۲ ۔ انڈیا آفس ۔ سمجھاوے = بنگلور ۔
کسی کوں کیوں کہ = انجمن ۔ سنٹرل ۔

غزل نمبر ۶۵

ش۱ اشک سے = انجمن ۔ فرحت ۔ رشک سے لاگے ہے = حسرت ۔

ش۲ لگیوا ے فانوس تیرے (کذا) = ایشیا ۔

ش۳ جلتے بلتے سے = سالار ۱ ۔ سالار ۲ ۔ انجمن ۔ سنٹرل ۔ بنگلور ۔ فرحت ۔
تیلیے کپڑوں کے سات = آصفیہ ۱ ۔ جلتے بلتے سوں = آصفیہ ۱ ۔ اس تیلیا گردن کے ساتھ = ایشیا ۔

ش۴ دل ہمارا تازہ کرتا ہے = انجمن ۔ سالار ۔ بنگلور ۔ دل کو تیرے تازہ کرتا ہے = سالار ۲ ۔
دل تیرے کو تازہ کرتا ہے = سنٹرل ۔ فرحت ۔

ش۵ لعل تر کرتی ہے جیوں کہ = سنٹرل ۔ لعل تر کرتے ہیں = انجمن ۔ لعل تر کرتی ہے جیسے = بنگلور
لال تر کرتی ہے = فرحت ۔

ش۶ فصل گل آتا ہے = انڈیا آفس ۔ فصل نو آتی ہے = بنگلور ۔ فصل گل آتی ہیں = انجمن ۔

ش۷ تک اوٹھے گی آگے کوئی دن = انڈیا آفس ۔

ش۸ ایسے جل = بنگلور ۔ اب یقیں بہتر ہیں ہے ایسے = حسرت ۔

ش۹ کیا یہ پھولا ہے پلاس = انجمن ۔ انڈیا آفس ۔ آصفیہ ۱ ۔ سالار ۱ ۔
کیا یہ پھولی ہے پلاس = سنٹرل ۔ سالار ۲ ۔ آصفیہ ۲ ۔
کیا ہی پھولا ہے پلاس = فرحت ۔
کیا یہ پھولی ہے پلاس اور کیا لگی ہے بن میں آگ (کذا) = بنگلور ۔

غزل نمبر ٦٦

۱۔ نیک جیوں = بنگلور۔ باد کے چلنے سے = فرحت۔ سالار ۱۔ سالار ۲۔ سنٹرل۔
باؤ کے صدمے سے = انڈیا آفس۔ بیاض۔

۲۔ ہوں خفا سے خوش = بنگلور۔ شمشیر ناز = انجمن۔

۳۔ نقش غم کو صفحۂ خاطر جھلک جوں شاخ گل = بنگلور۔ شک جوں = بیاض۔

۴۔ ہارمت پھیرا کر = آصفیہ ۱۔ انڈیا آفس۔ ہارمت پہنے تو اسے پیارے = انجمن۔
ہارمت پہنا کر اے پیارے = فرحت۔

۵۔ مارے زخموں سے = انجمن۔ سالار ۱۔ ہو رہے ہیں بار زخمی سیں = سالار ۲۔
بار زخموں سے = سنٹرل۔ بیاض۔

۶۔ بس کہ جی میں = بنگلور۔ حیرت ہے کہ مجھ کو اے یقیں = سنٹرل۔

۷۔ دو حنائی ہات = بنگلور۔ وے حنائی ہات = آصفیہ ۲۔

غزل نمبر ٦٧

۱۔ دیوانے کو = بنگلور۔ دیوانے کے لیجانے سے = فرحت۔

۲۔ شور میں = بنگلور۔ آصفیہ ۱۔ آصفیہ ۲۔ فرحت۔ انڈیا آفس۔

۳۔ جسے بالوں کی پھانسی دی ہوئے ہرگز نہیں چھوٹے = بنگلور۔
دی وہ ہرگز جی نہیں سکتے = فرحت۔ جسے بالوں کی پھانسی دی ہوئی ہرگز نہیں چھوٹے = انجمن۔
دی ہوئی ہرگز نہیں جیتے = انڈیا آفس۔ جسے بالوں کی پھانسی دی ہو وہ ہرگز نہیں چھوٹے = سالار ۱
جسے بالوں کی پھانسی دی ہو وہ ہرگز نہیں چھٹتے = سالار ۲۔ دی وے ہرگز جی نہیں سکتے = آصفیہ ۱
وہ ہرگز نہیں چھٹتے = آصفیہ ۲۔

۴۔ سے کیا حاصل = فرحت = جو زلفاں میں = بیاض۔

۵۔ جو کچھ دارو سودا رو ہے = بنگلور۔

۶۔ بات بن جانے کا = بنگلور۔ بات بن جانے سے = فرحت۔

۷۔ نگہ تیری ہے = سالار ۱۔ بنگلور۔ نگہ تیری ہے جیسے نقش = سالار ۲۔
نگہ تیری ہے جیسے آئینہ کا نقش چینی میں = انجمن۔ نگہ تیری سے میں جوں آئینہ حیراں ہوتا ہوں = آصفیہ ۱۔

نگہ تیری ہے جیسے عکس = فرحت۔ نگہ تیری ہے جیسے عکس آئینہ کا ہے روشن = بیاض۔

۸ے یہ سب باتاں = انجمن۔ سنوانے سے = فرحت۔

۹ے نہ وہ گل ہے = آصفیہ ۱۔

نہ وہ گل ہے نہ وہ شور جنوں کبھی = انڈیا آفس۔

۱۰ے جانے سے کیا حاصل = فرحت۔

نوٹ : سنٹرل میں یہ غزل ناقص ہے۔

غزل نمبر ۶۸

۱ے چمن آباد ہوئے اور باغباں کا خانہ ویراں ہوئے = انجمن۔ سالار ۱۔

۲ے دغا بلبل = بنگلور۔

۳ے قفس میں ہے پھڑکتی ہے یہ = آصفیہ ۲۔

۴ے کرتی ہے آنکھوں سے وضو کر کر = انجمن۔ آنسو سے وضو کر کے۔ فرحت۔ حسرت۔

۵ے صدق وفا بلبل = حسرت = جناب گل سوں رکھتی = بیاض۔

۶ے اٹھائی ہے = بنگلور۔ سالار ۲۔

اٹھائی ہیں = آصفیہ ۲۔ سنٹرل۔

اٹھاتی ہیں = انجمن۔

غزل نمبر ۶۹

۱ے کب تجھے چھوڑے گا = حسرت۔

۲ے ہو گیا یوسف کو = سالار ۱۔ سالار ۲۔ آصفیہ ۱۔ سنٹرل۔ انجمن۔ حسرت۔

۳ے مت مل ان دھواں دھاروں سے تو = بنگلور۔ ان دھواں دھاروں کے ساتھ = سالار ۱۔

ان دھوئیں دھوئیں دھاروں کے تئیں = حسرت۔ مت مل ان دھواں دھاروں کے تئیں = انڈیا آفس۔

۴ے دیوانہ دل آشفتہ ہو = سالار ۲۔ بنگلور۔ آشفتہ دل دیوانہ ہو = سالار ۱۔

دیوانہ رو آشفتہ ہو = آصفیہ ۱۔ انڈیا آفس۔

۵ے بے گناہوں کا وبال = سالار ۲۔ آصفیہ ۱۔ سنٹرل۔ انڈیا آفس۔ انجمن۔

ناحق کے گناہوں کا وبال = ایشیا۔

ش۶ بے طرح ہوتا ہے = آصفیہ ط۱۔ بے طرح پھرتا ہے = ایشیا۔

ش۷ بے گناہ زاہد = بنگلور۔ بدگماں زاہد = فرحت۔

پاک بازاں پر نہ رکھ = سالار ط۱۔ سالار ط۲۔ آصفیہ ط۱۔ آصفیہ ط۲۔ فرحت۔

ش۸ دیکھ سر پر کیئں پڑے گا = بنگلور۔ دیکھ کیئں سر پر پڑے گا = فرحت۔ سالار ط۱۔ سالار ط۲۔ انجمن۔

سر پر بے گناہوں کا وبال = حسرت۔

توں عبث لیتا ہے اپسے = سنٹرل۔

نوٹ: نسخۂ بنگلور میں وبال کے بجائے ابال ردیف ہے۔

غزل نمبر ۱۰

ش۱ یہی رہتا ہے = حسرت۔ رات دن دل کو ہی لگا رہتا ہے یہ خوباں کا خیال = بیاض۔

ش۲ چھوٹتا ہے کب = حسرت۔

ش۳ ہات گر لگتا = فرحت۔

ش۴ اُن ماہِ کنعاں = ایشیا۔

ش۵ کو بات = بنگلور۔ اور کے منھ دیکھنے سے کب = بیاض۔

ش۶ جس کے اُس خورشید تاباں کا خیال = بنگلور۔ سامنے ہوئے جس کے = سالار ط۱۔ سالار ط۲۔ ایشیا۔

ش۷ آج اے ناصح دماغ = بنگلور۔ حسرت۔ فرحت۔ انجمن۔ سالار ط۱۔ سالار ط۲۔ سنٹرل۔

اس سے اے ناصح دماغ = ایشیا۔ اوس سے ناصح کا دماغ = بیاض۔

ش۸ کیونکہ جاوے سر سے اُس = بنگلور۔ فرحت۔ ایشیا۔ سنٹرل۔ سالار ط۱۔

کیونکہ دل چھوڑے گا = سالار ط۲۔ کیونکہ سکیے چھوڑ = آصفیہ ط۱۔ آصفیہ ط۲۔ انجمن۔

کیوں سکے گا چھوڑ = حسرت۔ کیونکہ سکیے اس سر سے زلف پریشاں کا خیال = بیاض۔

ش۹ کیا عبث سیتا ہے اے ناصح = بنگلور۔

کیوں عبث سیتا ہے اے ناصح = فرحت۔ سالار ط۱۔ سنٹرل۔ انجمن۔

تو عبث سیتا ہے اے ناصح = سالار ط۲۔ سیوتا کیوں ہے عبث = آصفیہ ط۱۔

کیوں عبث سیتا ہے ناصح تو = حسرت۔

۱۰؎ چھوڑتا کب ہے = بنگلور۔ سالار ۱۔ آصفیہ ۱۔ آصفیہ ۲۔ سنٹرل۔ ایشیا۔ انجمن۔ فرحت۔

غزل نمبر ۱،

۱؎ خالی کریں = سالار ۱۔ ہوچکا پیمانہ تمام = سالار ۱۔

۲؎ اس قدر = بنگلور۔ سالار ۱۔ فرحت۔ ایشیا۔

۳؎ صحرا ہوگیا دریا تمام = بنگلور۔

۴؎ ہے عروج فتنہ = بنگلور۔

۵؎ انفعال شرم کے مارے = سنٹرل۔ بنگلور۔ زمیں میں گڑ گئے = سالار ۱۔

انفعال و شرم کے مارے = سالار ۱۔ آصفیہ ۱۔ انڈیا آفس۔ فرحت۔

۶؎ خونی کفن ہو کر لیقین = بنگلور۔ جب گیا میں باغ میں = انجمن۔

غزل نمبر ۲،

۱؎ تیری تشریف کے لانے = انجمن۔ ترے تشریف کے لانے = حسرت۔ سنٹرل۔ بنگلور۔ سالار ۲۔

۲؎ جیسا فصلِ گل آنے میں = بنگلور۔ جیسے فصلِ گل آنے میں دھوم = سالار ۱۔ آصفیہ ۱۔ سنٹرل۔ فرحت۔

انجمن۔ حسرت۔

جوں کہ فصل گل آنے میں دھوم۔ انڈیا آفس۔ آصفیہ ۱

۳؎ تری آنکھوں کے نشہ نے اس قدر = سنٹرل۔ آصفیہ ۲۔ بنگلور۔ سالار ۱۔

نشہ نے اس قدر = سالار ۲۔ آصفیہ ۱۔ انجمن۔ حسرت۔ انڈیا آفس۔

تری آنکھوں کے نشہ میں = ایشیا۔ تری آنکھوں نے نشہ میں = فرحت۔ ۴؎ دن کے بیچ = سالار ۲

۵؎ یک بارگی بالوں کے = سنٹرل۔ مچل گئی یک بار ان بالوں کے = بیاض۔

۶؎ جلوہ گاہ حشر = بنگلور۔ ہوئے جلوہ گاہ = سالار ۱۔ ہوئے جلوہ گر = سالار ۲۔

ہوئے جلوہ گاہ = انجمن۔ پانی میں ہوا جلوہ گر = سنٹرل۔ جلوے کا اثر = بیاض۔

۷؎ ڈالا ہے = سالار ۱۔ انجمن۔ آصفیہ ۱۔ سنٹرل۔

منہ کے تیرے عکس نے ڈالا ہے میخانے میں دھوم = سالار ۲۔ منہ کا تیرے عکس نے = ایشیا۔

تیرے منھ کے عکس نے = حسرت۔

۸ منھ سے غنچے سے جوں بوئے گل = آصفیہ م۱۔ منھ سے غنچہ کے جوں بوئے گل = آصفیہ م۲۔

۹ جان کرکرتے مکر = سنٹرل۔

غزل نمبر ۲۳

۱ کیونکہ ہوئے شاداب = سالار م۱۔ کیوں نہ ہو شاداب = سالار م۲۔ رونے میں = انجمن۔ روئے بن = فرحت۔

کیونکہ ہوئے شاداب رونے میں = سنٹرل۔

۲ حسن سیاہ کے ہیں جفا سے امتیاز = انجمن۔ جفا میں امتیاز = سالار م۱۔ جفا ہیں امتیاز = سنٹرل۔

گلشن حسن سیاہی کا = انڈیا آفس۔ حسن سیاہ کی ہے جفا سے امتیاز = بنگلور۔

گلشن حسن سیاہ کی ہے جفائے آسماں = سالار م۱۔

۳ پکڑا ہے شجاعت کا چلن = بنگلور۔ پکڑا ہے شجاعت کا چمن = سالار م۱۔ سنٹرل۔ انجمن۔

رنگ خونخواری میں پکڑے ہے = سالار م۲۔

۴ بے رنگ باجود وسخا = سالار م۲۔ بے رنگ بن جود وسخا = آصفیہ م۱۔ آصفیہ م۲۔ انڈیا آفس۔

بے رنگ وبے جود وسخا = انجمن۔

۵ ہووے سبز = سالار م۱۔ ہوئے سرسبز = سالار م۲۔ انجمن۔

بے ترشح کیونکہ ہو سرسبز = آصفیہ م۱۔ آصفیہ م۲۔ سنٹرل۔ انڈیا آفس۔

۶ آنکھوں کو نظارے کا ہے = بنگلور۔ آنکھوں کو نظارے کا ہائے = سالار م۱۔ انجمن۔ حسرت۔ فرحت۔

آنکھوں کو نظارے کا بھی = سالار م۲۔ آنکھوں میں نظارے کا ہائے = آصفیہ م۱۔ آصفیہ م۲۔ انڈیا آفس۔

آنکھوں کو نظارے کے ہائے = سنٹرل۔

۷ رنگ کے جلوے سے = سنٹرل۔ بنگلور۔ سالار م۱۔ انجمن۔

۸ سیر مینے کی بہوت = انجمن۔ بنگلور۔ سنٹرل۔ سالار۔

سر سے گئی ہے باغ وبستاں کی تمناسب یقیں = حسرت۔ مرگئی ہے باغ بستاں کی تمناسب یقیں = سالار م۲۔

۹۔ گل نہیں رکھتا بغیر از باغ = سالار ۲۔ گل نہیں رکھتا بغیر از داغ = سنٹرل۔

غزل نمبر ۴،

۱۔ کروں کیونکر میں = فرحت۔ سالار ۱۔ سنٹرل۔ کریں کیونکر تیٖ قیدِ زلف سیں جینے کی تدبیریں = انجمن۔

۲۔ پڑی میری ہر انگشت میں = سالار ۱۔ پڑی یو ہیں میری انگشت میں یوں شانہ زنجیریں = بیاض۔

۳۔ ایک ایک اشک سے میرے = آصفیہ ۱۔ آصفیہ ۲۔ انڈیا آفس۔ کہ ہر ایک اشک سے میرے = سالار ۲۔
تماشا کر تصور کرکے ہر ایک اشک سے میرے = بنگلور۔ تماشا کر کے ہر یک اشک سوں میری = سالار ۱۔
تماشا کر تصور کوں کہ ہر یک اشک موں میرے = انجمن۔ تماشا کر تصور کو ہر ایک اشک میں میرے = فرحت۔

۴۔ جی نہیں حاضر = بنگلور۔ سالار ۱۔ ہمیں ہر بات کہہ آتی ہے لیکن جی نہیں حاضر = سالار ۲۔

۵۔ خموشاں سات تقریریں = فرحت۔ سالار ۲۔ آصفیہ ۱۔ خموشی سات تقریریں = سنٹرل۔

۶۔ دلوں پر برق سی گرتی ہے جب ہم نالہ کرتے ہیں = انجمن۔

۷۔ گئی کیدھر نہیں معلوم ان = فرحت۔ انجمن۔ بنگلور۔ سالار ۱۔ سالار ۲۔
وہ آہوں کی تاثیریں = آصفیہ ۱۔

۸۔ آیا نہیں = بنگلور۔ نہیں ہے جی کے جانے سے = آصفیہ ۲۔ کچھ جی کے دینے سے = فرحت۔
کچھ جیو کے = بیاض۔

۹۔ نہیں ہوتے ہیں ہم فرہاد = انڈیا آفس۔ آصفیہ ۱۔ سالار ۱۔ اگر سو بار سر چیریں = سالار ۲۔
نہیں ہوویں گے ہم فرہاد اگر = آصفیہ ۲۔
نہیں ہونے ہم فرہاد گر = انجمن۔

غزل نمبر ۵۔

۱۔ جس طرح خورشید نافع ہے = فرحت۔ سالار ۱۔ سنٹرل۔ انجمن۔

۲۔ ادمُوں پر ظلم کرنا رحم کا کرنا ہے کام = فرحت۔ ہم پہ ۔۔۔م کرنا رحم کا کرتا ہے کام = بنگلور۔
پردہ منھ پہ ظلم پہ کرتا زخم کا کرتا ہے کام (کذا) سالا ۔۔۔

۳۔ ان جینے والوں کے تئیں = بنگلور۔ انجمن۔ سالار ۱۔ فرحت۔
زندگانی مرگ ہوئی ہے جیونے والوں کے تئیں = سالار ۲۔

۴۔ مت پھرا ان اشکِ خوں کو = بنگلور۔ سالار ۱۔

۵ مست لڑا لڑاکوں طرح = سالار ۱۔ آصفیہ ۱۔ سنٹرل ۔ آصفیہ ۲۔ مست لڑا لڑاکوں کی طرح
شوق، لالوں کے تئیں = سالار ۲۔
مست سرا لڑاکوں طرح اے شوخ ان لالوں کے تئیں = بنگلور ۔ مست لڑا لڑاکوں طرح اسے
شوخ ان لالوں کے تئیں = انجمن ۔

۶ سرنہیں دل کے ملاتے = فرحت ۔ انجمن ۔ سالار ۱۔ سُر نہیں دل کے ملاتا ہے ہائے یہ مطرب
کا پسر (کذا) سالار ۲۔
سرنہیں دل کے ملاتے ہائے اے مطرب پسر = آصفیہ ۱۔ سنٹرل ۔ سُر نہیں دل کے قلانے ہائے
اے مطرب پسر = بنگلور۔

۷ بھول جانا چاہیئے ایسے = انجمن ۔ بنگلور۔ بھول جایا چاہیئے ایسے = سالار ۱۔
بھول جاتا ہے معنی ان خیالوں کے تئیں = سالار ۲ (کذا)۔ بھول جانا چاہیئے ان کے = فرحت۔

۸ جب سے اس جنگل کوں = سالار ۱۔ جب سے اس جنگل کو = بنگلور۔ فرحت۔ انڈیا آفس ۔
آصفیہ ۔ انجمن ۔

۹ پھر یہ جمعیت سے دیکھا ان = بنگلور۔
پھر جمیعت سے نہ دیکھے = سنٹرل ۔
ان غزالوں کے تئیں = فرحت ۔ انجمن ۔

غزل نمبر ۶۷

۱ تجکوں سجن = سالار ۱ ۔ جب دیکھتا ہوں بیٹھا تجکو سجن = حسرت ۔
۲ کس کس طرح باتیں آتی ہیں (کذا) = آصفیہ ۱۔ کس طرح کی باتیں اب آتی ہیں (کذا) = ایشیا ۔
۳ داغ دل کو = فرحت ۔ سنٹرل ۔ آصفیہ ۲ ۔ بنگلور ۔ سالار ۱۔ مجنوں کی خوشش نصیبی کرتی ہے
داغ دل کو = سالار ۲۔
مجنوں خوشش نصیبی = آصفیہ ۱۔ مجنوں کی خوشش نصیبی کرتا ہے داغ دل کو = ایشیا ۔ مجھ کوں = بیاض ۔
۴ دیوانے پن میں = بنگلور۔ دیوانہ پن میں = سالار ۱ ۔ آصفیہ ۱ ۔ آصفیہ ۲ ۔ سنٹرل ۔ انڈیا آفس ۔
ایشیا ۔ فرحت ۔ حسرت ۔

کیا عشق کر گیا ہے ظالم دیوانہ پن میں = سالار ۲۔

۵ آ کے کھڑے ہیں غمگیں بہتر پڑیں ہیں بے کس = ایشیا۔

۶ اٹھے گی آتش کہیں کفن میں = بنگلور۔

ڈرتا ہوں مت لگ اُٹھے = سالار ۱۔ سالار ۲۔ سنٹرل۔ فرحت۔ ایشیا۔

۷ رکھوگے اسکو = بنگلور

غزل نمبر ۱۱

۱ درد بن مجکو کچھ اس آگ = انڈیا آفس۔ درد بن ہمکو کچھ اس راگ = انجمن۔ تمکو کچھ اس آگ = بنگلور۔

درد بن ہمکو کچھ اس آگ = سالار ۱۔ فرحت۔ حسرت۔ درد بن ہمکو بھی اس آگ = سالار ۲۔
درد بن ہمکو کچھ = سنٹرل

۲ اگر زخم نمک سور نہیں = فرحت۔ انجمن۔ بنگلور۔ سنٹرل۔ سالار ۱۔ سالار ۲۔

۳ زنگار کا یہ مرہم درد = انجمن۔

۴ اورکس طرح مرے زخم کا = بنگلور۔ سالار ۲۔ اور کسی طرح مرے زخم کا = سالار ۱۔ انجمن۔ حسرت۔ فرحت۔

اورکس طرح = انڈیا آفس۔ اور کسی طرح = سنٹرل۔ اور کسی طرح مرے زخم کو = ایشیا۔

۵ خاک آدم ہے یہ ابلیس = بنگلور۔

۶ نہ سنا ہوگا کبھو = بنگلور۔ فرحت۔ نہ سُنا ہوئے گا کبھو = سالار ۱۔ انجمن۔

نہ سنا ہوگا یہ بات = سالار ۲۔ نہ سنا ہوگا کبھی = سنٹرل۔ کہیں = بیاض۔

۷ میرے واللہ = سنٹرل۔

۸ دیکھ مجکو کسی کی آنکھوں سے = بنگلور۔

دیکھ مجکو کسی کی آنکھ سے = سالار ۱۔

دیکھ کر مجکو کسی کی آنکھ سے = سالار ۲۔ فرحت۔ انجمن۔ حسرت۔

۹ ظاہر اس آتشِ سودا میں = سالار ۱۔

غزل نمبر ۸۷

۱؎ کم نہیں ہم پوچھتے کعبہ سے بُت خانے کے تئیں = بنگلور۔ بت خانے = بیاض۔

۱؎ کم نہیں ہم پوچتے کعبہ سے = انڈیا آفس۔ کچھ نہیں ہم بوجھتے = ایشیا۔

۲؎ اس محراب پیمانے کے تئیں = بنگلور۔ سالار ۱؎۔

۳؎ بتاں کا جلوہ گاہ = فرحت۔ سالار ۱؎۔ سالار ۲؎۔ آصفیہ ۱؎۔ انڈیا آفس۔
ہے وہ دل ناصح بتاں کا جلوہ گاہ = ایشیا۔ اسے نہ بھول = بیاض۔

۴؎ پھوڑ مت = بنگلور۔ سالار ۱؎۔ سالار ۲؎۔

۵؎ ہلاکت روز وصل = بنگلور۔ ہجر میں جلنے سے بہتر ہے = انڈیا آفس۔

۶؎ راست آئی ہے = ایشیا۔

۷؎ لائے ہے کرتی کیا (کذا) ایشیا۔ لایئے ہے کرتی ہے تعمیر ولہلئے خراب = فرحت۔

۸؎ اس میخانے کے تئیں = سالار ۲؎۔

۹؎ اُٹھ گیا کہتے ہیں دیوانہ یقیں دنیا سے ہائے = فرحت۔
اُٹھ گیا کہتے ہیں = بنگلور۔ سالار ۱؎۔ سالار ۲؎۔ آصفیہ ۱؎۔ آصفیہ ۲؎۔ سنٹرل۔ انڈیا آفس۔

۱۰؎ کر رکھا تھا = سالار ۱؎۔ سالار ۲؎۔ آصفیہ ۱؎۔
اس نے کیا آباد کر رکھا تھا = سنٹرل۔ انڈیا آفس۔

غزل نمبر ۸۹

۱؎ بھول جاتا باغ اور زیب گلستاں کے تئیں = انڈیا آفس۔ آصفیہ ۱؎۔
پھول جاتا باغ اور زیب گلستاں کی نہیں = بنگلور۔ گلستاں کے تئیں = سنٹرل۔

۲؎ میرا دل بال بال اوپر ترے = فرحت۔

۳؎ گریباں پر نہ کیجو اعتراض = بنگلور۔

۴؎ دیکھ لے پہلے ٹک اک ان جامہ زیباں کے تئیں = سنٹرل۔

۵؎ ہائے میرے ہاتھ پکڑو اب کہ = بنگلور۔

۶؎ چاک ہی کرتا ہے اس میرے گریباں کے تئیں = سالار ۱؎۔

چاک بھی کرتا ہے میرے سے گریباں کے تئیں = سالار ۲ ۔
چاک ہی کرنے میں میرے ہے گریباں کے تئیں = انڈیا آفس ۔ آصفیہ ۱ ۔
چاک ہی کرنے دو اس میرے گریباں کے تئیں = سنٹرل ۔

۷ کچھ کہی جاتی نہیں اس دور داماں کی نہیں = بنگلور ۔
اس دور داماں کے تئیں = سالار ۲ ۔
کچھ کہے جاتے نہیں اس دور داماں کے تئیں = آصفیہ ۱ ۔
کچھ کہے جاتے نہیں = انڈیا آفس ۔
کچھ کہے جاتے نہیں اس دور داماں کی چھبن = آصفیہ ۲ ۔
کچھ کہی جاتی نہیں اس دور داماں کے تئیں = سنٹرل ۔ کچھ کہی جاتی نہیں = فرحت ۔ ایشیا ۔
نوٹ : بنگلور میں پوری غزل میں ردیف "نہیں" ہے ۔
سالار ۱ ۔ سالار ۲ ۔ آصفیہ ۲ میں ردیف "چھبن" کے بجائے "تئیں" ہے ۔

غزل نمبر ۸۰

یہ غزل بنگلور اور آصفیہ ۲ میں نہیں ہے ۔

۱ یاروں = فرحت ۔
۲ اب کھول دے زنجیریں = انڈیا آفس ۔ انجمن ۔ آتا ہے یہ دیوانہ = ایشیا ۔
۳ پاؤں پہ = سالار ۱ ۔ سالار ۲ ۔ آصفیہ ۱ ۔ سنٹرل ۔ انڈیا آفس ۔ فرحت ۔ ایشیا ۔ انجمن ۔
ماریں ہیں بیاض ۔
۴ اس عشق کی کشور میں = ایشیا ۔ انڈیا آفس ۔
۵ ناداں ہیں جو معنی چھوڑ صورت کی طرف جاویں = سالار ۱ ۔ سنٹرل ۔ انجمن ۔

ناداں ہیں جو معنی چھوڑ صورت کی طرف جائیں = فرحت ۔
ناداں جو معنی سے صورت کی طرف جاویں = سالار ۲ ۔
ناداں ہیں جو معنی چھوڑ صورت کی طرف جاوے = آصفیہ ۱ ۔

۶ـ لڑکوں کوں = سنٹرل ۔ سالار ۱ ۔ انجمن ۔ منظور ہے = انڈیا آفس ۔

۷ـ چہرے سے نکل کر مو پڑتے ہیں = سالار ۱ ۔ سنٹرل ۔

چہرے سے = سالار ۲ ۔ آصفیہ ۱ ۔

چہرے سے نکل کر مو پڑتے ہیں یقیں مو پر = فرحت ۔

چہرے سے نکل کر مو بیٹھتے ہیں یقیں مو پر = انجمن ۔

۸ـ جیوں کھینچی ہیں تحریریں = فرحت ۔ ایشیا ۔ انجمن ۔

مق پرویز کو دے افسر = بیاض ۔

غزل نمبر ۱۸

۱ـ بتاں کی = انجمن ۔ فرحت ۔ سنٹرل ۔ سالار ۱ ۔ سالار ۲ ۔ بتوں کی = آصفیہ ۲ ۔

۲ـ مراان دنوں = سنٹرل ۔ بیاض ۔

۳ـ نہ بولیں تو = بنگلور ۔ سالار ۱ ۔ اصول عشق نے تو رمز پا سکا اس کا = سالار ۲ ۔

۴ـ یہی درست = بنگلور ۔

۵ـ چاہتا ہے سجن = سالار ۲ ۔ آصفیہ ۱ ۔ آصفیہ ۲ ۔ سنٹرل ۔ انڈیا آفس ۔ فرحت ۔ انجمن ۔

ہمیشہ مجھ سے سوا سب کو جانتا ہے صنم = بنگلور ۔

ہمیشہ مجھ سے نئی جان چاہتا ہے صنم = سالار ۱ ۔

۶ـ تو اتنا بھی = بنگلور ۔ انجمن ۔ سالار ۲ ۔ آصفیہ ۱ ۔ انڈیا آفس ۔

یہ کوئی ڈھب ہے تو اتنا بھی = آصفیہ ۲

یہ کون ہٹ ہے تو اتنا بھی = فرحت ۔

۷ـ نظروں سیں = سنٹرل ۔

یار کی میں نظروں سے = فرحت ۔

۸ـ حقارت سیں = سنٹرل ۔

۹ـ اب کے سال نہیں = بنگلور ۔ سالار ۱ ۔ سالار ۲ ۔ آصفیہ ۱ ۔ آصفیہ ۲ ۔ سنٹرل ۔ فرحت ۔ انجمن

غزل نمبر ۸۲

۱ـ عمر آخر ہوئی جنوں کرلو = انڈیا آفس۔ بنگلور۔ سالار ۱۔ عمر آخر ہوئی جنوں کرلوں = آصفیہ ۱۔
عمر آخر ہوئی = سنٹرل۔ عمر آخر ہے جنوں کرلوں = فرحت۔

۲ـ مرا یاروں = فرحت۔

۳ـ سے ابر باراں پھر کہاں = بنگلور۔ سالار ۱۔ سالار ۲۔ بیاض۔ یہ ابر باراں پھر کہاں =
سنٹرل۔ فرحت۔

۴ـ کرتے ہم دل جی نثار = بنگلور۔ کردے جی نثار = سالار ۱۔ کرلے لے دل جی نثار = سالار ۲۔ سنٹرل۔
یار پھیرسے ہے جواہر = آصفیہ ۲۔ یاد جب پہنے جواہر کردے = فرحت۔
یار جب بحر جواہر کر چکا دل کے نثار = ایشیا۔ یار جب پھرسے جواہر کر ٹک اے دل جی نثار =
بیاض۔

۵ـ جل چکے پروانہ رنگیں = سالار ۱۔ جلئے اے پروانہ = سالار ۲۔ جل چک اے پروانے = فرحت۔
جل چکا پروانہ یہ رنگیں = ایشیا۔

۶ـ اس طرف صیاد = بنگلور۔ اس طرح آزاد کب صیاد = آصفیہ ۱۔ انڈیا آفس۔
چھوڑے گا ہمیں = انجمن۔

۷ـ بلبلیں دھومیں مچالو = بنگلور۔

۸ـ دردنئیں = سالار ۱۔ سالار ۲۔ آصفیہ ۲۔ انڈیا آفس۔ فرحت۔ انجمن۔
ہیں بہشتوں میں یقیں سب کچھ ولیکن دردنئیں = آصفیہ ۱۔
ولے یہ دردنئیں = ایشیا۔

غزل نمبر ۸۳

یہ غزل بنگلور میں نہیں ہے۔

۱ـ بتاں کا = سالار ۱۔ سالار ۲۔ سنٹرل۔ ایشیا۔ انجمن۔ تیغ میں آج بتاں کا = فرحت۔

۲ـ ہم رہے کام سے مرغانِ چمن کے کہیو = سالار ۲۔ مرغانِ چمن کو کہیو = آصفیہ ۱۔ انڈیا آفس۔
فرحت۔ بیاض۔

۳ فرمن کیجو = سالار ۱۔ فرمن کیجیے کہ چھٹیں = سالار ۱۔ آصفیہ ۱۔ آصفیہ ۲۔ سنٹرل۔
انڈیاآفس ۔ انجمن ۔ فیض = بیاض ۔

۴ تیری تصویر کوئی بر میں رکھے کیونکہ سجن = سالار ۲۔ کوئی تصویر تری کیونکہ = آصفیہ ۱۔
تیری جائے = انجمن ۔ تیرے بن = بیاض ۔

۵ بن حسن خدا ساز نہیں = سالار ۱۔ یہ حسن خداداد نہیں (کذا) آصفیہ ۔
کار استادی ہے یہ = انڈیا آفس ۔ یہ حسن خداساز نہیں = سنٹرل۔ پر حسن خدادا نہیں فرحت ۔

۶ میرے نالے ستی خوش کب ہوئے بلبل کا دماغ = انجمن ۔ سالار ۱۔
میرے نالے ستی کب خوش ہوئے بلبل کا دماغ = سالار ۲۔
خوش ہو کب نالۂ عشاق سے خوباں کا دماغ = فرحت = نالہ عاشق کے سے خوباں کا دماغ = بیاض

۷ تار کی آواز = سالار ۱۔ آصفیہ ۱۔ آصفیہ ۲۔ انڈیا آفس ۔ ایشیا۔ فرحت = ایک بسمل کی
صدا = بیاض ۔

۸ یار کے قد کوں = سالار ۱۔ یار کے قد سے نہ دے سرو کو تشبیہہ یقین = آصفیہ ۲۔

۹ سرکشی میں تو ستم و لے طناز نہیں = فرحت ۔ سالار ۱۔ سالار ۲۔
سرکشی میں ہے ستم و لے طناز نہیں = سنٹرل ۔ انجمن ۔

غزل نمبر ۸۴

۱ نسخۂ سالار ۲ میں ہر ایک شعر کی ردیف میں اسکوں آیا ہے ۔

۲ وہ کھایا زخم = سالار ۱۔ انجمن ۔

۳ بڑھتی ہے جفا میری = فرحت ۔ سالار ۱۔ سالار ۲۔ آصفیہ ۱۔ آصفیہ ۲۔ سنٹرل انڈیا آفس۔
حسرت ۔ انجمن ۔

۴ جسارت اسکو = فرحت ۔

۵ جرم محبت سے = سالار ۲۔
یہ غزل نسخۂ بنگلور میں نہیں ہے ۔

غزل نمبر ۸۵

۱ نسخۂ سالار میں پوری ردیف میں اسکوں ہے۔

۲ کہتے میں = سالار ۲/۲۔ العنت اس کو کہتے ہیں = انڈیا آفس۔

۳ شیشہ میں جھلکے = آصفیہ ۲/۱ = شیشے میں جھلکے = بیاض۔

۴ نمایاں تیری صورت سے ہے صورت = سالار ۱/۲۔ فرحت۔

۵ ہل جاتی ہیں = سالار ۲۔ آصفیہ ۱/۱۔ کھلنے میں = سنٹرل = چمن میں شاخ مل جاتی = بیاض۔

۶ لٹک جاتا ہے = سالار ۲/۲۔

۷ محبت اور محنت پر = بنگلور، سنٹرل۔

۸ تیری بدخوئی کا = سالار ۲/۲۔ بے خوابی کا = بیاض۔

۹ سبھوں سے مونچ لے آنکھیں کہ راحت = فرحت۔ انجمن۔ سالار ۱/۱۔ سالار ۲/۲۔
پونچ لے تو آنکھ = ایشیا۔ سبھوں سے مونچ لے آنکھ راحت اس کو کہتے ہیں = بیاض۔

غزل نمبر ۸۶

۱ کرنے دیو جنوں مجکوں = سالار ۱/۱۔ کرنے دیو جنوں مجکو = سالار ۲/۲۔ سنٹرل۔ کرنے دے = انجمن۔

۲ اسکوں = سالار ۱/۱۔ اب گریباں میں = فرحت۔

۳ ہمیں رخصت کرو اے باغباں یہ بے وفائی ہے = بنگلور۔ ہمیں رخصت کرو اے باغبانو
بے وفائی ہے = سنٹرل۔
ہمیں رخصت کرو اے باغبانوں اب وفا یہ ہے = سالار ۲/۲۔ کیا بے وفائی ہے = آصفیہ، انڈیا آفس۔
ہمیں رخصت کرو اے باغباں = سالار ۱/۱۔ ہمیں رخصت کرو اے باغباں کیا بے وفائی ہے = انجمن۔

۴ خزاں سے = فرحت۔ انجمن۔ بنگلور۔ سالار ۱/۱۔

۵ چمن کے بیچ کلیاں نئیں ہیں جیسے شاخ سنبل تر = بنگلور۔ چمن کے بیچ کلیاتی ہے = انڈیا آفس، فرحت۔
چمن میں گلستانی ہی ہوئی ہے شاخ سنبل میں = سالار ۲/۲۔ چمن کے بیچ کلیاتی ہیں = آصفیہ۔
چمن کے بیچ کلیوں میں جیسے ہے شاخ سنبل کی = سنٹرل۔ چمن کے بیچ کلیاں نئیں ہیں جیسے = سالار ۱/۱۔
چمن کے بیچ کلیاتی ہے۔ آصفیہ ۱/۲۔ جیسے شاخ سنبل پر = انجمن۔

ش۶ ہوئے ہیں اس قدر دل بند = بنگلور۔ ہوئی ہیں اس قدر دل بند اس زلف پریشاں کی (کذا) سالار ۱
ہوئے اس قدر دل بند = انجمن = ہوئے ہیں اس قدر دل جمع = فرحت۔

ش۷ سر پہ میرا گرم ہو ناصح = انجمن۔ بنگلور۔ سر پر میرا گرم ہو ناصح = سالار ۱۔ سر نہ میرا گرم ہوئے
ناصح = سالار ۱۔ سنٹرل۔ کب تک سینہ میرا = بیاض۔

ش۸ کوہ و بیاباں میں = سالار ۲۔ آصفیہ ۲۔ انڈیا آفس۔ سنٹرل۔ انجمن۔ فرحت = لالہ سے گویا
بیاباں میں = بیاض۔

ش۹ نام مخدوماں = بنگلور۔ نام مجذوماں = سالار ۱۔ نام محبوباں = سنٹرل۔

ش۱۰ کیا جی سے آتا ہے غزالاں میں = سالار ۲۔ بنگلور۔ یقیں کوں دیکھ کر = انجمن۔ سالار ۱۔
یقیں کوں دیکھ کر کیا چین آتا ہے۔ سنٹرل۔

غزل نمبر ۸۷

ش۱ کوئی مجھ سا زنگیں = فرحت۔ سنٹرل۔ نہ گذرا ہوئے گا کوئی مجھ سا زنگیں باولاپن میں = انجمن۔
نہ گذرا ہووے گا مجھ سا رنگیلا باولاپن میں = بنگلور۔ نہ گذرا ہووے گا مجھ سا رنگیلا باوراپن میں سالار ۱
نہ گذرا ہووے گا مجھ سا زنگیں = سالار ۲۔

ش۲ گریباں آرہا ہے = انجمن۔ سنٹرل۔ بنگلور۔ سالار ۱۔ حسرت۔

ش۳ یوں بہار آئی بہار آوے = بنگلور۔ یہ بلبل بہار آوے بہار آوے = ایشیا۔ انجمن۔
یوں بلبل بہار آوے بہار آوے = فرحت۔ سالار ۱۔ سالار ۲۔

ش۴ پڑی چین اب لگی جب رنگ گل سیں = سالار ۲۔ پڑا چین اب لگی جب آگ رنگ گل سے گلشن
میں = آصفیہ ۲۔
پڑا چین اب لگی جب رنگ گل سیں = انجمن۔

ش۵ کوئی گل چہرہ خوش اندام = سالار ۱۔ سالار ۲۔ انجمن۔ گلشن میں = آصفیہ ۱۔ آصفیہ ۲۔
انڈیا آفس۔ سنٹرل۔ بیاض
گلشن میں آتا ہے = ایشیا۔

ش۶ کہ مرغانِ چمن ہیں نوحہ گر سب آج شیون میں = انجمن۔ بنگلور۔ سالار ۱۔ سالار ۲۔

کہ مرغانِ چمن ہیں آج سارے مل کے شیون میں = سنٹرل ۔ مرغانِ چمن کے آج شیون میں = آصفیہ ۱ے
آصفیہ ۲ے ۔ انڈیا آفس ۔ ایشیا ۔

۷ اگر رستم سا ہووے عاشق = سالار ۱ے (کذا) ۔ اگر رستم ہوئے عاشق = انجمن ۔

۸ کہ اس کا دل پگھل جاتا ہے اس کی ایک لٹکن میں = بنگلور ۔ اس کی ایک ٹھن ٹھن میں = ایشیا ۔
اس کی ایک للکن میں = انجمن = سالار ۱ے ۔ سالار ۲ے ۔
اس کی ایک ہٹکن میں = انڈیا آفس ۔ کہ اس کا جی نکل جاوے گا اس کی ایک لنگھن میں = فرحت ۔

۹ لیوگے = سالار ۱ے ۔ سالار ۲ے ۔ سنٹرل ۔

۱۰ سوختہ کہیں کنج گلخن میں = بنگلور ۔ پڑا ہوئے گا دیوانہ = انجمن ۔ پڑا ہوگا دیوانا = حسرت ۔
پڑا ہوئے گا دیوانہ باولا کہیں کنج گلخن میں (کذا) = سالار ۱ے ۔ پڑا ہوگا دیوانا ساحراساں = ایشیا ۔

غزل نمبر ۸۸

۱ ہم کوں = سالار ۱ے انجمن ۔ سنٹرل ۔ بہار آئی ہمیں اب کیا کہے گا = حسرت ۔

۲ چمن میں رہنے پاوے گا ہمارا = سالار ۱ے ۔ سنٹرل ۔ حسرت ۔ انجمن ۔

۳ آنچل کوں = انجمن ۔ سالار ۱ے اٹھا منہ پر سے اے بادِ صبا = سنٹرل ۔

۴ ہم بھی ٹک ایک پھر = سالار ۱ے ۔ توجہ سے کبھی ہم بھی تو پھر یہ = سنٹرل ۔ ٹک اب تو گلستاں = بیاض ۔

۵ چشم کوں گریاں = سالار ۱ے ۔ سنٹرل ۔ چشم کوں پانی = انجمن ۔

۶ رحم و وسرو رواں دیکھیں = سالار ۲ے ۔ آصفیہ ۱ے ۔ انڈیا آفس ۔ سنٹرل ۔ و دسرو جواں دیکھیں = ایشیا ۔

۷ پکارو آ کے لیکے باغ کی = سنٹرل ۔ پکاریں ان کو آؤ اپنے باغوں کی خبر پوچھیں = فرحت ۔ سالار ۲ے ۔
پکاریں ان کو آؤ اپنے باغوں کی خبر پوچھیں = انجمن ۔ سالار ۱ے ۔

۸ آتی ہوئیں چلی یہ بلبلاں دیکھیں = انجمن ۔ سالار ۱ے ۔ سالار ۲ے = کبھو = بیاض ۔
آتی ہوں کہیں یہ = انڈیا آفس ۔ آصفیہ ۱ے ۔
آتی ہو کہیں یہ = آصفیہ ۲ے ۔ سنٹرل ۔
آتی ہیں چلی یہ بلبلاں دیکھیں = فرحت ۔

۹ سر کوں = سالار ۱ے ۔

ن ان طرحوں سے = فرحت۔ سالار ۱۔ سالار ۲۔
بجئے کب ان طرحوں میں (کذا) = ایشیا۔

غزل نمبر ۸۹ یہ غزل بنگلور میں نہیں ہے۔

ش۱ یہ سینے عشق سے = آصفیہ ۲۔ یہ شیشۂ عشق سیں = سنٹرل۔
ش۲ مت اختلاط تو کرائے بہار = سالار ۲۔ ہم سیں = سنٹرل۔
مت اختلاط کرائے نو بہار رعنائی = حسرت۔
ش۳ خاک کوں = انجمن۔ سنٹرل۔ سالار ۱۔ خاک میں = سالار ۲۔
ش۴ ترایہ باغ نہیں = فرحت۔ حسرت۔ انڈیا آفس = سالار ۲۔ آصفیہ۔ آصفیہ ۲۔
قدم سنبھال کر رکھیو ترایہ = سنٹرل۔
ش۵ کچھ ایاغ نہیں = سنٹرل۔
ش۶ گلی میں یار کی دل بھول جا پڑا تھا لیقیں = فرحت۔ سالار ۱۔ سنٹرل۔
دل بھول جا پڑا تھا یقیں = انجمن۔ حسرت۔ بھول جو = بیاض۔
ش۷ پھر اُن دنوں سیں دیوانوں کا = سنٹرل۔

غزل نمبر ۹۰

ش۱ سو منظور نہیں = سنٹرل۔ انجمن۔ توں نے ہم پر جو جفا کی ہے سو منظور نہیں = سالار ۱۔ سالار ۲
ش۲ تس پہ ہم نے جو دفا کی ہے سو مذکور نہیں = سالار ۱۔ سالار ۲۔ سنٹرل۔ انجمن۔
تس پہ ہم نے جو دفا کی ہے سو منظور نہیں = فرحت۔
ش۳ تجھ سے کیوں ہاتھ = فرحت۔ سالار ۱۔ تجھ سے نئیں ہاتھ۔ سالار ۲۔ ترے ہاتھوں سیں = سنٹرل۔
تجھ سے کیوں ہاتھ اٹھاوے گا = انجمن۔
ش۴ تاب داں ہووے نہ گھر میں نہ اندھیارا ہے اُسے = سالار ۱۔ تو اندھیرا ہے وہ گھر = فرحت۔
اندھارا ہے = بیاض۔
تاب داں ہوئے نہ اگر گھر میں تو ہے اندھارا = انجمن۔ سالار ۲۔ تو اندھیرا ہوگا۔ سنٹرل۔

ش۵ ہے وو = آصفیہ ۱۔ انڈیا آفس ۔ وہ ہے ظلمت کدہ = بیاض۔

ش۶ سینہ میرے میں = فرحت۔ سالار ۲۔ آصفیہ ۱۔ سینے میرے میں تیرے عشق کے = سنٹرل۔

سینے میرے میں تیرے عشق سے جوشانِ عسل = انڈیا آفس۔

سینے میرے میں تیرے عشق سیں جوشان ہے دل = انجمن۔

ش۷ مجھے کام کھوتا ہے یقیں = سنٹرل۔ دین دنیا کے مجھے کام سے کھویا ہے یقیں = انجمن۔

ش۸ چھوڑ دے عشق یہ باللہ = سالار ۱۔ چھوڑوں عشق یہ باللہ = انجمن۔

چھوڑ دے عشق پہ باللہ۔ سالار ۲۔ عشق پہ باللہ = آصفیہ ۱۔ آصفیہ ۲۔ فرحت۔

عشق پر باللہ = سنٹرل۔ عشق میں باللہ = انڈیا آفس۔

غزل نمبر ۱۹۱

ش۱ کوئی دن چلنے پھرنے دو = بنگلور۔ کوئی دن چلنے پھرنے دیو = سالار ۱۔ سالار ۲۔ پھرنے دیویں کیوں زنجیر = سنٹرل۔

ش۲ دوانا ہوں کہیں جیتا ہے = آصفیہ ۲۔

ش۳ کب پتھر پگلتا ہے = فرحت۔ انجمن۔ ایشیا۔ انڈیا آفس۔ بنگلور۔ آصفیہ ۲۔ سالار ۱

سالار ۲۔ آصفیہ ۱۔

ہوائے گرم لگنے سی کب پتھر پگلتا ہے = سنٹرل۔

ش۴ ان بتاں کے = آصفیہ ۲۔

ش۵ خدا کی بندگی کہیے اُسے = بنگلور۔ آصفیہ ۲۔ خدا کی بندگی کہیے اُسے یا عشق معشوق = سنٹرل۔

سالار ۱۔ سالار ۲۔ فرحت۔

خدا بندگی کہیے اُسے یا عشق و معشوق = آصفیہ ۱۔ خدا کی بندگی کیجے یا کیجے عشق و معشوق = انجمن۔

ش۶ یہ نسبت ایک ہے = بنگلور۔ سالار ۲۔ سنٹرل ۔ انجمن۔ فرحت۔

سو طرح کی تعبیر کرتے ہیں = ایشیا۔ دو نسبت = آصفیہ ۱۔ یہ نسبت ایک سے سو سو طرح = سالار ۱۔

ش۷ چھوڑ دو تم نقش کو اپنے = بنگلور ۔ دیوانے ہیں یہ سیانے جو کوئی تحقیق کر دیکھے = انڈیا آفس۔

چھوڑ دیو تم نقش کوں اپنے = سالار ۱۔ چھوڑ دیو تم نقش کو اپنے = انجمن ۔ سالار ۲۔ آصفیہ ۱۔

چھوڑ دیو نقش کو اپنے۔ آصفیہ ۲ (کذا) چھوڑ دیو نفس کو اپنے۔ انڈیا آفس۔

چھوڑ دو تم نقش کو ان کے = فرحت ۔ سلیمانی نگیں کا سا اثر رکھتے بتاں سارے = سنٹرل ۔

۸ کہ یہ پریوں سے لڑکوں کے تئیں تسخیر کرتے ہیں = ایشیا ۔ کہ دل کوں مجھ سے وحشی کے جو یہ تسخیر کرتے ہیں = سنٹرل ۔

۹ نگہ کرتے ہی ان کے جو تمام ہوتا ہے کام اس کا (کذا) = سالار ۱ ۔ تمام ان کا = آصفیہ ۱ ۔
نگہ کرنے سے ان کے = سالار ۲ ۔ نگہ کرتی ہے ان کی کام ہوتا ہے تمام اوس کا = انجمن ۔ نگہ کرتے ہیں = بنگلور ۔

۱۰ نپٹ تقصیر کرتے ہیں = سنٹرل ۔ بہوت تقصیر کرتے ہیں = انڈیا آفس ۔

غزل نمبر ۹۲

۱ بے چاک سینے = بنگلور ۔ بن چاک سینہ = فرحت ۔ انجمن ۔ سنٹرل ۔ سالار ۱ ۔
بے چاک سینہ = سالار ۲ ۔

۲ کھولا نہیں = سنٹرل ۔

۳ کعبہ میں بھی گیا نہ گیا یہ = سنٹرل ۔ کعبہ بھی میں گیا نہ گیا ان بتوں کا عشق = فرحت ۔
کعبہ میں بھی گیا نہ گیا یہ بتوں کا عشق = بنگلور ۔ انجمن ۔
کعبہ میں آ گیا نہ گیا ان بتوں کا عشق = سالار ۱ ۔ پر بتوں کا عشق = سالار ۲ ۔
ان بتوں = آصفیہ ۱ ۔ آصفیہ ۲ ۔ ین بتوں = انڈیا آفس ۔

۴ خدا کے ہی گھر = انجمن ۔

۵ ہو سو سوا التفات = سالار ۱ ۔

۶ بیگانگی سیں = انجمن ۔ اس کے کوئی = فرحت ۔

۷ کس اُمید سے کیجئے = فرحت ۔ بنگلور ۔ انجمن ۔ سالار ۱ ۔ سنٹرل ۔
کس دماغ پر کیجئے امید صرف = سالار ۲ ۔

۸ ان گل رخاں کی = سالار ۱ ۔ آصفیہ ۲ ۔ سنٹرل = ان گل رخوں کے بیچ میں = بیاض ۔

۹ رہا نہیں = آصفیہ ۲ = اب چھوڑ اے نظارہ = بیاض ۔

۱۰ شیریں دہن پہ تلخ لگے ہے یقین کے تئیں = بیاض ۔

غزل نمبر ۹۳

۱۔ جمع ہے = سالار ۱۔ انڈیا آفس۔ ایشیا۔

۲۔ توں کہاں = سنٹرل۔ سالار ۱۔ تم کہاں = سالار ۲۔ تیں کہاں = حسرت۔

۳۔ ہم نے مختار کہتے ہیں باتیں = بنگلور۔ ہم ہی مختار کہتے ہیں باتاں (کذا) سالار ۱۔
رکھتے ہیں باتاں = سالار ۲۔ ہم ہی مختار کہتے ہیں باتاں = فرحت۔ انجمن۔ سنٹرل۔
یوں سہی مانا = آصفیہ ۱۔ آصفیہ ۱۔ ایشیا۔ انڈیا آفس۔

۴۔ قبر میں پھر یہ = انجمن۔ بنگلور۔ سنٹرل۔ سالار ۱۔ جبر میں پھر یہ = فرحت۔ سالار ۲۔
جبر میں پھیر اختیار کہاں = آصفیہ ۱۔ آصفیہ ۲۔ انڈیا آفس۔ ایشیا۔

۵۔ سایہ تاک میں میرا ہے شور = بنگلور۔ سالار ۱۔ سایہ تاک میں میرا ہر روز = سنٹرل۔
سایہ تاک میں پڑا ہے شور = انجمن۔ سایہ تاک میں بڑا ہے زور = فرحت۔

۶۔ لیک وو شور = سنٹرل۔ انجمن۔ لیک وو سایہ پائدار کہاں = فرحت۔

۷۔ آب زندگی ہے یقیں = سنٹرل۔
آب زندگی کے یقیں = انجمن۔ حسرت۔ فرحت۔

۸۔ مژۂ تیغ آب دار کہاں = بنگلور۔ سنٹرل۔

غزل نمبر ۹۴

یہ غزل بنگلور میں نہیں ہے۔

۱۔ بلائیں عقل سے = سالار ۱۔ بلائے عقل = فرحت۔ حسرت۔ ایشیا۔ بلائیں عشق سے = انجمن۔

۲۔ کہیں پناہ نہیں۔ ایشیا۔

۳۔ خدائی میں = سالار ۱۔ سالار ۲۔ بتاں بھی حق کے مظاہر ہیں گر کوئی پوچھے = ایشیا۔

۴۔ بندہ ہوا ہے = فرحت۔ انجمن۔ حسرت۔ سالار ۱۔ بندہ ہوا ہیں = سنٹرل۔

۵۔ تجھ کوں = سالار ۱۔ اگر ستم ہے تیرے پر تو مت کرے فریاد = سنٹرل۔

۶۔ دیار عشق میں یاں کوئی = سنٹرل۔ دیار عشق ہے یہاں کوئی = سالار ۱۔ حسرت۔ انجمن۔

۷۔ خجل نہ کر مجھے جہاں نہ ہو میرا = فرحت۔ انجمن۔ سالار ۱۔ سالار ۲۔ جہاں میرا ہوا ہے عشق = بیاض۔

مہماں نہ ہو میرا اے عشق = آصفیہ ۱۔ انڈیا آفس۔
خجل نہ کر مجھے مہماں میرا نہ ہوئے = سنٹرل۔ خجل نہ کر مجھے = حسرت۔
۸ کہ میرے آنکھ میں آنسو = فرحت۔
۹ کہیں آبرو نہیں اسکوں = سنٹرل۔ کہیں آبرو نہیں اسکو = انجمن۔ بتاں کے بیچ کیوں
آبرو = بیاض۔
۱۰ حضرت جاناں کا = حسرت۔
غزل نمبر ۹۵
۱ دوگرئی بازار کہاں = سالار ۲۔ آصفیہ ۱۔
۲ حسن تو ہے = سالار ۱۔
۳ فیض پڑتا ہے مکیں پر = سالار ۲۔
۴ عیش و راحت کے تلاشی میں ہیں سارے بے درد = ایشیا۔
عیش و عشرت کے تلاشی ہیں یہ سارے بیداد۔ بنگلور۔ عیش و عشرت کے تلاشی ہیں = سالار ۱۔
۵ ایک ہم کو ہے وہی فکر = بنگلور۔ ایک مجکوں ہے یہی فکر کہ = سنٹرل۔
ایک ہم کو ہے یہی فکر = فرحت۔ سالار ۱۔ ایک ہم کوں ہے = سالار ۱۔
۶ عشق گر کیجئے = آصفیہ ۱۔ سالار ۲۔ بنگلور۔ کس سیں = سالار ۱۔ عشق اگر سیکھئے = ایشیا۔
عشق اگر کیجئے تو دل = سنٹرل۔
۷ قید اس سلسلۂ زلف کی اب کم ہے یقیں = بنگلور۔ قیدی اس سلسلۂ زلف کے = سالار ۱
فرحت۔
قیدی اس سلسلۂ عشق میں = آصفیہ ۱۔ قید اس سلسلۂ عشق کی اب کی ہیں یقیں = ایشیا۔
۸ ہیں دل آزار بہت = سنٹرل۔ فرحت۔ دل میں آزار بہوت = آصفیہ ۱۔
ہیں دل آزار بہت = سنٹرل۔ فرحت۔ دل ہے آزار بہوت = سنٹرل۔
نوٹ: یہ غزل انجمن میں نہیں ہے۔

غزل نمبر ۹۶

۱ وہ نور نہیں = آصفیہ ۱۔

۲ وہ آفتاب کا = آصفیہ ۱۔ کس آفتاب کا کس ذرہ = انجمن۔

۳ خبر لیو = سالار ۱۔ سالار ۲۔ سنٹرل۔ شتاب کوئی خبر لوکہ = حسرت۔ کہ بے خبر ہے یار = بیاض۔

۴ اب کے = سالار ۲۔ آصفیہ ۱۔ آصفیہ ۲۔ سنٹرل۔ انڈیا آفس۔ حسرت۔ ایشیا۔ انجمن۔ فرحت۔

۵ صنم کدہ ہے یہ آخر = ایشیا۔ ستم کدہ ہے یہ آخر کو کوہ طور نہیں = سالار ۱۔ بنگلور۔

ستم کدہ ہے یہ آخر کوں = انجمن۔ سنٹرل۔ سالار ۱۔

۶ دھڑکوں سیں = سنٹرل۔ ترے سفر کی جدائی کے = انجمن۔

۷ جو پہونچے مرنے کے نزدیک = سالار ۲۔

جو پہونچوں مرنے کے نزدیک تو دور نہیں = آصفیہ ۱۔

جو پہونچوں مرنے کے نزدیک میں = آصفیہ ۱۔ سنٹرل۔ انڈیا آفس۔

۸ یقیں اب جو میں دیکھا تو = سنٹرل۔

غور سے دیکھا تو = فرحت۔ انڈیا آفس۔ بنگلور۔

غور کر دیکھا = انجمن۔ سالار ۱۔ آصفیہ ۱۔ سالار ۲۔

غزل نمبر ۹۷

۱ کچھ مجھے سیر و تماشا سے = ایشیا۔

۲ تجھ بن اے نور بصر آنکھوں میں بینائی نہیں۔ ایشیا۔ مجھ میں = بنگلور۔ فرحت۔ سالار ۱۔

مجھ کوں = سنٹرل۔ انجمن۔

۳ پکڑ لیوں دوڑ کر دامان یار = آصفیہ ۱۔ سالار ۱۔ سالار ۲۔ دامان یار۔ انجمن۔ فرحت۔

۴ کیا کروں مستی میں کچھ ہاتھوں میں گہرائی نہیں = سنٹرل۔

۵ وہ ہے بے نمک = بنگلور۔ سالار ۱۔ ہے وہ بے نمک = آصفیہ ۱۔ وہ ہے بے نمک = انجمن۔

ہے سوز وہ ہے بے نمک = ایشیا۔

۶ عشق کرنے سے = بنگلور۔ کیا مزا ہے عشق بازی میں = سالار ۱۔ سنٹرل۔

ش۷ مجھ پہ حیف = بنگلور۔ سالار ۱۔ منفعل ہوں سخت جانی سیتی میں اپنی میں حیف = انڈیا آفس۔
میں اپنے دل میں حیف = فرحت۔ سالار ۲۔ منفعل سخت جانی سیتی اپنی مجھ میں حیف = ایشیا۔
میں اپنی حیف حیف = سنٹرل۔ منفعل ہوں سخت جانی پر میں اپنی اے سجن = انجمن۔

ش۸ جس قدر یو سنگ دل ہے اپنے مینائی نہیں = بنگلور۔
جس قدر توں = سالار ۱۔ سنٹرل۔ انڈیا آفس۔ انجمن۔

ش۹ بیان کرتے ہیں سب = سالار ۲۔ ایشیا۔

ش۱۰ دو سودائی نہیں = آصفیہ ۱۔ سیر گل سیں = انجمن۔ سیر گلشن جی نہیں لگتا = انڈیا آفس۔
سیر گل میں جی نہیں لگتا = فرحت۔

غزل نمبر ۹۸

یہ غزل بنگلور میں نہیں ہے۔

ش۱ گالی بہوت سہی ہیں = سالار ۲۔ گالی بھی سن لی ہیں = بیاض۔

ش۲ کیا کما تری جفائیں ہم نے = بیاض۔ سالار ۲۔ تیری جفائیں ہم نے کیا کیا = آصفیہ ۲۔

ش۳ مونہہ یہ اور بے ستوں سے بھڑنا = سالار ۱۔ خسرو کے منہ پہ = آصفیہ ۲۔
مونہہ پہ چڑھنا اور بے ستوں سے بھڑنا = سالار ۲۔ آصفیہ ۱۔ انڈیا آفس۔ فرحت۔ انجمن۔

ش۴ یہ عاشقی نہیں کچھ = انجمن۔ سالار ۱۔ کچھ عاشقی نہیں یہ = سالار ۲۔ فرحت۔
کچھ عاشقی نہیں ہے یہ زور آزمائیاں ہیں (کذا) = سنٹرل۔

ش۵ ان کوں = انجمن۔ سالار ۱۔ آباد ان کو رکھیو = آصفیہ ۱۔
ہم تو چلے یہ یارب آباد ان کو رکھیو = انڈیا آفس۔ ہم تو چلے اب یارب آباد رکھیو ان کو =
حسرت = بیاض۔

ش۶ ان بانجوں میں = سالار ۱۔ سالار ۲۔ آصفیہ ۱۔ سنٹرل۔ انڈیا آفس۔ حسرت۔ انجمن۔ فرحت۔

ش۷ نئیں ہاتھ کس کے آتا = انجمن۔ سالار ۱۔ سالار ۲۔ نئیں ہاتھ ان کے آتا = فرحت۔ انڈیا آفس۔ آصفیہ ۱
نئیں ان کے ہاتھ آیا = آصفیہ ۲۔ ان کا دراز دامن نئیں ہاتھ کس کے آتا = سنٹرل۔ ویسا دراز
دامن = بیاض۔

۸ طالع کی عاشقاں کے = سنٹرل۔

۹ حق کوں یقین کے یارد بر بادمست دیو آخیر = سنٹرل۔ انجمن۔ سالار ۱۔ بر بادمست دیو آخیر = آصفیہ ۱۔
انڈیا آفس۔

بر باد دیو مست آخیر = سالار ۲۔

۱۰ طرزیں اُس سے = سالار ۱۔ سالار ۲۔ حسرت۔ آصفیہ ۱۔ آصفیہ ۲۔ انڈیا آفس۔ انجمن۔ فرحت۔
طرزیں اوس کی = بیاض۔

غزل نمبر ۹۹

۱ شکوہ جفائے یار کا = سنٹرل۔ سالار ۱۔ شکوہ جفائے یار کا کرنا روا نہیں = سالار ۲۔ انجمن۔
جفا سے یار کی کرنا = آصفیہ ۱۔ انڈیا آفس۔

۲ بندوں کا اعتراض = سالار ۱۔ انجمن۔ بندوں کا اعتراض خدا پر بجا نہیں = سالار ۲۔
بندوں کوں = سنٹرل۔ بندوں کے تئیں خدا کی شکایت روا نہیں = ایشیا۔
بندوں کو اعتراض خدا پر بجا نہیں = فرحت۔

۳ میرے تبان عشق کا زوال = سالار ۲۔ کیوں چاہتے ہو مرے = انڈیا آفس۔ انجمن۔ فرحت۔

۴ اور اس پر دوا نہیں = آصفیہ ۲۔ ہر درد خود دوا ہے = انجمن۔

۵ یہ اسباب دنیاوی = سالار ۲۔ آصفیہ ۱۔ آصفیہ ۲۔ انڈیا آفس۔
ہے نور کے حجاب سے اسباب دنیاوی = انجمن۔ سنٹرل۔ ہے نور کے حجاب سے اسباب ظاہری = ایشیا۔
ہے نور کے حجاب سے اسباب دنیوی = سالار ۱۔ ہے نور کے حجاب یہ اسباب دنیاوی = فرحت۔

۶ میں ہے بہار = فرحت۔ سالار ۱۔ سالار ۲۔ آصفیہ ۱۔ آصفیہ ۲۔ سنٹرل۔ انڈیا آفس۔ ایشیا۔ انجمن۔

۷ جور و ستم کا ان سے = سنٹرل۔ سالار ۱۔ فرحت۔ انجمن۔ تعجب نہ رکھ یقین = آصفیہ ۱۔ انڈیا آفس۔
جور و جفایاں سے = آصفیہ ۲۔

۸ کچھ آخر خدا نہیں = فرحت۔ انجمن۔ سالار ۲ ۔ یہ آخر
خدا نہیں = انڈیا آفس۔

یہ غزل بنگلور میں نہیں ہے۔

غزل نمبر ۱۰۰

۱ قامتِ رعنا کو تیرے دیکھ = سالار ۲۔

۲ دیکھ تجھ قد کو = حسرت۔

۳ تم ہمیں پامال یوں کرتے ہو = انجمن۔ سالار ۱۔ ہم کو تم پامال یوں کرتے ہو = آصفیہ ۱۔
تم ہمیں پامال کیوں کرتے ہو = سالار ۱۔ تم ہمیں یوں کرتے ہو پامال = سنٹرل۔
تم ہمیں کرتے ہو کیوں پامال = انڈیا آفس۔

۴ باؤ سے ہلتا نہیں ہے ملک = سالار ۱۔ سالار ۲۔ آصفیہ ۲۔ ایشیا۔ انجمن۔ فرحت۔

۵ خفت سے شرماتا ہے سرو = سالار ۱۔
خفت سے خم کھاتا ہے سرو = سنٹرل۔
یہ غزل بنگلور میں نہیں ہے۔

غزل نمبر ۱۰۱

۱ نہیں کی میں نے دل سے توبہ = سالار ۲۔ سے ہم نے = بیاض۔

۲ جو کرنا ہے سو اپنی فکر کر لے پھر بہار آئی = سنٹرل۔
جو کرنا ہے اپنی فکر کر لے = فرحت۔ انجمن۔ سالار ۱۔ سالار ۲۔
جو کرنی ہے تو اپنی فکر کر لے = انڈیا آفس۔ ایشیا۔
جو کرنی ہے تو اپنی کر لے = آصفیہ ۱۔ آصفیہ ۲۔
جو کچھ کرنا ہے تو فکر اپنی کر لے نو بہار آئی = بنگلور۔

۳ عبث یہ چاند سا مونہہ چھوڑ عاشق ہووے شعلہ کا = بنگلور۔
کوئی بھی چاند سا = سالار ۱۔
عبث یہ چاند سا مونہہ چھوڑ کر = انجمن۔
کوئی یہ چاند سا منہ چھوڑ کیوں = سالار ۲۔

۴ یہ ویرانے سے کہہ دیجو = سالار ۱۔

۵ اس بستی میں = بنگلور۔ اب تو بستی میں = فرحت۔ سالار ۱۔ انجمن۔

ش۶ ابروکوں = سالار ۱۔

ش۷ رہا سجدے میں = بیاض۔

غزل نمبر ۱۰۲

ش۱ ہم نے = انجمن۔ فرحت۔ بنگلور۔

کیا ہے عشق ہم نے تجھ سی = سالار ۱۔ سالار ۲۔

ش۲ اس دل میں اثر کیجو = بنگلور۔ سالار ۱۔ سالار ۲۔ فرحت۔ ایشیا۔ انڈیا آفس۔ آصفیہ ۱۔

ش۳ جو تو کہہ سکے کہیو = بنگلور۔ سالار ۱۔ سالار ۲۔ فرحت۔ ایشیا۔ انجمن۔

ش۴ کھا جائے کمر تیری = فرحت۔

ش۵ جلتے بلتے سے سراتنا بھی نہ ٹکراؤ = بنگلور۔

ش۶ ٹک عذر کرو (کذا) سالار ۱۔

بز. میری اس سخت جانی = بیاض۔

غزل نمبر ۱۰۳

ش۱ چھوڑ مت دل کی زنجیروں سے = حسرت۔ سنٹرل۔ جڑومت دل کی زنجیران سے = بنگلور۔

جنونِ دل کی زنجیروں سے = سالار ۱۔ نہ چھوڑو دل کی زنجیریں یہ = انجمن۔ زنجیروں سے = بیاض۔

ش۲ یک دم بیٹھا = انڈیا آفس۔ بنگلور۔ یک دم تو بکنے دو = سالار ۲۔

یک دم تو جینے دو = سنٹرل۔ آصفیہ ۱۔ بے چاروں کو = آصفیہ ۲۔

ش۳ زاہداں سمجھو = سنٹرل۔ حسرت۔

ش۴ میخانے کو = سالار ۲۔

ش۵ یقین کے دل کو = فرحت۔ انجمن۔ بنگلور۔ سالار ۱۔

ش۶ کیا ہوئے = سالار ۱۔ سالار ۲۔ انجمن۔

بز. خدا کے ڈر سے = بیاض۔

بز. کروتم شمع = بیاض۔

غزل نمبر ۱۰۴

۱۔ قفس کے بیچ کھنے کا نہیں = سالار ۱۔ قفس کے بیچ کل ہرگز نہیں دیوان پن مجھ کو = ایشیا۔

۲۔ نہ دو تکلیف زور = ایشیا۔ نہ دو تکلیف سیر = سنٹرل۔ نہ دو تکلیف پھر اسے۔ بنگلور۔

۳۔ محبت کا مزا بگڑا نہیں = بنگلور۔ محبت نے مزا بگڑا نہیں = سنٹرل۔ زمانے سیں = انجمن۔
محبت کا مزا کڑوا نہیں = بیاض۔

۴۔ دیتے ہو آئے شیریں دہن مجھ کو = بنگلور۔ فرحت۔ انجمن۔ وہ شیریں دہن مجھ کو = آصفیہ ۱۔
دیتے ہوئے شیریں دہنا = بیاض۔

۵۔ گلشن سے = سالار ۱۔ فرحت۔ انجمن۔ ایشیا۔ آصفیہ ۱۔ آصفیہ ۲۔ نہیں لگتا ہے = انڈیا آفس:

۶۔ یہ لالہ سمن مجھ کو = بنگلور۔ سالار ۱۔ سرو چمن مجھ کو = سالار ۲۔ سنٹرل۔ ایشیا۔ انجمن۔

۷۔ نہ پوچھو مستعد مرنے پہ بیٹھا ہوں = بنگلور۔ مرنے کے بیٹھا ہوں = ایشیا۔ بیاض۔
میں تو اب مرنے کو بیٹھا ہوں = فرحت۔

۸۔ خلافت دے گیا ہے خودکشی کی = فرحت۔ انجمن۔ سنٹرل۔ بنگلور۔ سالار ۱۔
خلافت دے گیا ہے خودکشی میں = سالار ۲۔

۹۔ ایسی بدگمانی = سنٹرل۔

غزل نمبر ۱۰۵

بنگلور میں یہ غزل نہیں ہے۔

۱۔ نکلے عجب تماشا ہو = آصفیہ ۱۔ انڈیا آفس۔

۲۔ چھیڑی دیکھیے کیا ہو (کذا) سالار ۲۔

۳۔ چرخ سیں = سالار ۲۔

۴۔ باسا ہو (کذا) = ایشیا۔ خم مے و جام صہبا ہو = فرحت۔

۵۔ خوباں کے = سالار ۲۔

۶۔ جیسے کوئی = سالار ۲۔ ایشیا۔

۷۔ لہو یقین تو پیتا ہے = ایشیا۔ تو میں روتا ہوں = بیاض۔

۸ے کہ پچے یہ غذا = سالار ے۲۔ یہ دوا = بیاض۔

غزل نمبر ۱۰۶

یہ غزل بنگلور میں نہیں ہے۔

۱ے ظالماں نہ دیر کرو = سنٹرل۔

۲ے شکایت پر = سالار ے۲۔ میری زباں سوں شکایت سے = سالار ے۱۔
میری زباں کی شکایت کوں = سنٹرل۔ میری زباں کوں = انڈیا آفس۔

۳ے بجل کیا ہوں خوں = فرحت۔ آصفیہ ے۱۔ سالار ے۲۔ بہل کیا ہوں خوں = انجمن۔ سالار ے۱۔
بجل کیا ہے خوں = ایشیا۔

۴ے فرنگی چشم کا = سالار ے۱۔ سالار ے۲۔

۵ے کوئی بیٹھا = آصفیہ ے۱۔

۶ے اپنا بھی = سالار ے۱۔ سالار ے۲۔ آصفیہ ے۱۔ آصفیہ ے۲۔ سنٹرل۔ انڈیا آفس۔

۷ے کہیں حق شتاب ثابت ہو = سالار ے۱۔ کہوں حق شتاب ثابت ہوئے = انجمن۔ فرحت۔
کہیں حق شتاب ثابت ہوئے = سنٹرل۔

غزل نمبر ۱۰۷

بنگلور میں یہ غزل نہیں ہے۔

۱ے کہ سرد ہووے = انڈیا آفس۔ فرحت۔

۲ے حسن وخلق ودامن پاک = آصفیہ ے۱۔ انڈیا آفس۔ بتوں کی = فرحت۔

۳ے یقیں بتوں کا ہوا بندہ جب سے ہے پُر داغ = فرحت۔ یقیں بتاں کا ہوا بندہ تب سے
ہے دل داغ = بیاض۔

۴ے جو ہو کافر = آصفیہ ے۱۔ جو ہووے کافر = آصفیہ ے۲۔ فرحت۔

*۔ ایام عشق کے جو بغیر = بیاض۔

*۔ خدا کرے یہ خرابات کہیں خراب نہ ہو = بیاض۔

غزل نمبر ۱۰۸

۱۔ حسن کا یہ = سالار ۲۔ بنگلور۔ سالار ۱۔ سنٹرل۔ ایشیا۔ انجمن۔ حسرت۔ فرحت۔ انڈیا آفس۔

۲۔ جنس کا = آصفیہ ۲۔ رہتا نہ تھا = بیاض۔

۳۔ سُنائیں ہم سے = بنگلور۔ سُنائیں ہم نے = انجمن۔ سالار ۱۔
عشق میں درد نہ چاہو کہ سُنا ہم نے نئیں = انڈیا آفس۔

۴۔ فکر مرہم کا = فرحت۔ انجمن۔ بنگلور۔ سالار ۱۔ سالار ۲۔
فکر مرہم مرے اس داغ کی = سنٹرل۔ مت کرنا صنم = بیاض۔

۵۔ خوب ہوتا ہی نہیں عشق کا = سنٹرل۔ بنگلور۔ اس زخم کا = انجمن۔ سالار ۱۔ سالار ۲۔ بیاض۔
اس عشق کا = فرحت۔ آصفیہ ۱۔ آصفیہ ۲۔ انڈیا آفس۔ ایشیا۔

۶۔ کیوں کروں وعدہ وفا اب دے مجھے اس کا جواب = بنگلور۔
کوں کرے وعدہ وفا = سالار ۱۔ کیوں کرلیو وعدہ وفا دے مجھے تو اس کا جواب = سالار ۲۔
کیوں کرے وعدہ وفا = انجمن۔ اتنا تو جواب = آصفیہ ۱۔ انڈیا آفس۔

۷۔ مجھ کو ملنا = بنگلور۔

۸۔ اپنی بے دادی کی سوگند تجھے ہے = بنگلور۔
اپنی بے داد کی سوگند تجھے ہے = حسرت۔ سالار ۱۔ سالار ۲۔
اپنی بے دردی کا سوگند ہے = ایشیا۔ اپنی بے داد کی = انجمن۔

۹۔ تیں نے دیکھا ہے = حسرت۔

۱۰۔ اس شہر میں = بیاض۔

غزل نمبر ۱۰۹

بنگلور میں یہ غزل نہیں ہے۔

۱۔ آشنا بھی = آصفیہ ۱۔ ایشیا۔ بیاض۔

۲۔ لعل کوں یار کے ہونٹوں سے = سالار ۱۔ ہونٹوں سے = آصفیہ ۱۔ آصفیہ ۲۔ حسرت۔ ایشیا۔
انڈیا آفس۔ بیاض۔

س۳ زنگیں کوں = سالار ع۱۔
گل زخو جامہ زنگیں کو = انڈیا آفس۔

س۴ اپنی بے داد کے مضموں کوں = سالار ع۱۔
اپنی بے داد کے مضموں کو = آصفیہ ع۱۔

س۵ ٹھہرتا نئیں کہتا ہے لیقیں = سالار ع۱۔
ٹھہرتا نہیں کہتے ہیں لیقیں = آصفیہ ع۲۔
سایہ بن شخص ٹھہرتا نہیں = ایشیا۔

س۶ مجھ کوں جُدا = سالار ع۱۔

٭ جی نکل جاوے گا بلبل کی طرح عاشق کا = بیاض۔

غزل نمبر ۱۱۰

س۱ غم کے ماروں کا گناہ = ایشیا۔ دوکھ ماروں کا گناہ = بنگلور۔ سالار ع۱۔ لیکے جی کرتے ہو ثابت = حسرت۔

س۲ جان و دل = ایشیا۔ حسرت۔ بنگلور۔ سالار ع۱۔ جان و دل دیتے ہو = آصفیہ ع۱۔

س۳ اب تو ٹھہریں = سالار ع۲ (کذا)۔ اب تو ہم ٹھہرے = سالار ع۱۔

س۴ جو نہ جی سنتے ہیں بے تابی سے = بنگلور۔ بے تابی سے = سالار ع۲۔ حسرت۔ جو تجھے مجھے دیکھیں۔
نہ ہوں بے تاب = انجمن۔
پھر وے کیا کریں = انڈیا آفس۔ آصفیہ ع۱۔ آصفیہ ع۲۔ جو نہ جی سکتے تھے بیتابی سے وہ پھر کیا کریں = فرحت۔ سالار ع۱۔
وے پھر کیا کریں = ایشیا۔ جو نہ جی سکتے ہیں بیاری سے وہ پھر کیا کریں = سنٹرل۔
بے تابی میں پھر وے کیا کریں = آصفیہ ع۲۔

س۵ جی نکل جاتا ہے = بنگلور۔ کیا ہو = سنٹرل۔

س۶ دعوے سے اپنے کیا کروں = بنگلور۔ دعوے ستی کیا میں کروں = سالار ع۲۔
جو نہ گذروں خوں دعوے سے = ایشیا۔ دعوے سیں اپنے کیا کروں = سنٹرل۔

جو نہ گزریں خوں کے دعوے سے اپنے کیا کریں = انجمن۔

۷ اون پیاروں = بنگلور۔

۸ عاشقاں پر = انجمن۔ بنگلور۔ سالار ۱۔ سالار ۲۔

۹ کچھ نہیں واللہ = انجمن۔ حسرت۔ بنگلور۔ فرحت۔ سالار ۱۔

ہائے اس میں کچھ نہیں (کذا) = آصفیہ ۲۔

غزل نمبر ۱۱۱

۱ تجھ کو بے تابی = ایشیا۔ (کذا) = انڈیا آفس۔

۲ کہاں ہوتا ہے = سالار ۲۔

۳ آنکھوں کے رونے نے = سالار ۱۔ سالار ۲۔ فرحت۔ ہو گیا ہے چشم ترا بنی سے دل ایسا خنک = ایشیا۔

۴ اس مردم آبی = انجمن۔ بنگلور۔ سالار ۱۔ سالار ۲۔ فرحت۔

۵ اپنی چاہے = بنگلور۔ غنچۂ رنگیں کو اپنے = سالار ۲۔ تہ کر رکھوں = ایشیا۔ تر کر رکھے = بیاض۔

۶ اُس لب ہائے عنابی = بنگلور۔ سالار ۱۔ سالار ۲۔

۷ تہ ہو جاتے ہیں رنگیں رومال = بنگلور۔ کیا رنگیں رومال = آصفیہ ۲۔

پوچھتے اُس لب کے = انڈیا آفس۔ پوچھتے اُس مکھ کے = آصفیہ ۱۔

رنگیں سب رومال = ایشیا۔

۸ ایسے رنگ شادابی = انجمن۔ ایشیا۔ بنگلور۔ سالار ۲۔ بیاض۔

۹ مفت لیتا نہیں وفا کوئی شہر خوباں یقیں = بنگلور۔ سالار ۱۔

مفت نئیں لیتا وفا کو = سالار ۲۔ مفت نئیں لیتے = آصفیہ ۱۔

مفت میں لیتے وفا کو = انجمن۔

غزل نمبر ۱۱۲

۱ چمن میں رہنے پاوے گا ہمارا = فرحت۔ سالار ۱۔ سالار ۲۔ سنٹرل۔ ایشیا۔ انجمن۔

۲ یہ آدھی رات اور شیشہ ہے = سالار ۱۔ اندھیری رات ہے = سالار ۲۔

یہ آدھی رات ہے اور شیشۂ مے کا ساتھ تیرے = آصفیہ ۱۔

۳ خدا حافظ تیرا اے جان = سنٹرل ۔ انجمن ۔ فرحت ۔

۴ ہزاروں آب جو = بنگلور ۔ فرحت ۔

۵ سرو رعنا اے جواں = بنگلور ۔

۶ محبت کا = بنگلور ۔ مجھ پر اے ہما شور محبت کا = سالار ۲۱ ۔ مجھ میں بھی ہما سوز محبت کی = ایشیا ۔

۷ کبھو کھایا ہے تونے اس مزہ کی = بنگلور ۔ کہیں کھایا ہے تونے = فرحت ۔ انجمن ۔ سالار[۱] سالار[۲]۔
کبھو کھائی ہے تونے اس مزہ کی = انڈیا آفس ۔
کبھی کھائے ہیں = سنٹرل ۔ کبھو کھائی ہیں تونے = ایشیا ۔

۸ یہ کس بیداد سے = فرحت ۔ انجمن ۔ بنگلور ۔ سالار ۱ ۔
تو کہہ یہ کس سیکھا ہے = (کذا) ایشیا ۔

غزل نمبر ۱۱۳

۱ منھ آشنانہ دیکھا کر = سالار ۲۱ ۔ مونہہ اپنا دیکھا کر تو ہو جاوے گا دیوانہ = بنگلور ۔

۲ کچھ عمر میں نہیں باقی = انڈیا آفس ۔ کچھ عمر نہیں باقی اے جانِ شتاب آجا ۔ ایشیا ۔

۳ ڈرتا ہے = انڈیا آفس ۔

۴ ہے وہ ورقِ باطل بے مہر جو پروانہ = سالار ۱ ۔
ہے یہ ورقِ باطل = سالار ۲۱ ۔ ہے یہ بھی ورق باطل بے مہر جو پروانہ = بنگلور ۔
بے مہر کا پروانہ = سنٹرل ۔ ہے جوں ورق باطل = فرحت ۔

۵ کیا دھوم مچاتے ہیں صحرا میں یہ دانوں نے = بنگلور ۔
کیا دھوم مچائی ہیں = سالار ۲۱ ۔ سالار ۲۱ ۔ دیوانے نے = ایشیا ۔

۶ اس فصل مبارک سے = سالار ۲ ۔

۷ نہ موند آنکھیں = بنگلور ۔ نہ موڑ آنکھیں = انجمن ۔ سالار ۲۱ ۔ فرحت ۔ سالار ۲ ۔
نہ موچ آنکھیں = آصفیہ ۱ ۔ آصفیہ ۲۱ ۔ انڈیا آفس ۔ ایشیا ۔ شورش میں نہ لاؤں کو آنسو سے = بیاض ۔

۸ اپنے ستی بیگانہ = بنگلور ۔ سالار ط۱۔ سالار ط۲۔ انڈیا آفس ۔

غزل نمبر ۱۱۴

۱ نہ دیر تھا ویرانہ = بنگلور ۔ سالار ط۱ ۔ سالار ط۲۔ آصفیہ ط۱ ۔ آصفیہ ط۲۔ سنٹرل ۔ انڈیا آفس ۔ ایشیا ۔ فرحت ۔

۲ ہو شور سے = سنٹرل ۔

۳ نہ دیا گر تو = بنگلور ۔ رہنے نہ دیا تو نے = آصفیہ ط۲ ۔

۴ کیا سبزہ = آصفیہ ط۲ ۔

۵ بختوں نے جو یہ یہ دھومیں = بنگلور ۔ دوری سے مچائی ہے = سالار ط۲ ۔ آصفیہ ط۲ ۔ دوری سے مچائی ہیں = انڈیا آفس ۔

۶ یہ دشت یہ ویرانہ = بنگلور ۔ سالار ط۱ ۔ سالار ط۲ ۔ سنٹرل ۔ انجمن ۔ فرحت ۔

۷ ہوں دور یہ جی میرا = فرحت ۔ ایشیا ۔ انڈیا آفس ۔ بنگلور ۔ ہوں دور پہ جی میرا = سالار ط۱ ۔ آصفیہ ط۱ ۔ آصفیہ ط۲ ۔

۸ جیسا فانوس پہ پروانہ = انجمن ۔ بنگلور ۔ سالار ط۱ ۔ سالار ط۲ ۔ آصفیہ ط۱ ۔ پھرتا ہے پڑا یوں جوں = سنٹرل ۔ فانوس یہ پروانہ = انڈیا آفس ۔

۹ افسوس ہے افسانہ = بنگلور ۔ افسوں ہے افسانہ = ایشیا ۔ انڈیا آفس ۔ سالار ط۱ ۔ افسوں یہ افسانہ = سالار ط۲ ۔

انجمن میں اس غزل کے پہلے اور دوسرے شعر میں مصرعے مقدم اور موخر ہو گئے ہیں ۔

غزل نمبر ۱۱۵

۱ سرو شیدا ہو = بنگلور ۔ سرو بندہ ہوئے = سالار ط۱ ۔

۲ عمر میں میری کسی نے نہ کری غم خواری = انجمن ۔ عمر میں تو نے یہ دیکھا ہے بہت غم خواری = بنگلور ۔

عمر میں تینے کو دیکھی ہے بہت غم خواری = حسرت ۔ عمر میں تو نے دیکھے ہیں = فرحت ۔ عمر میں تو نے تو دیکھا ہے بہت غم خواری = سالار ط۱ ۔ بہت غم ہے رہے = سالار ط۲ ۔

عمر میں تو نے دیکھی ہے بہت غم خواری = سنٹرل۔ عمر میں دیکھے ہیں تو نے تو بہت غم خانے = بیاض۔

۳ اب تو اے چرخ میرے اس = بنگلور۔ اب اے چرخ ٹک ایک = سالار ۲۔ حسرت۔ سنٹرل۔
اب تو اے چرخ = انجمن۔

۴ حسن گلشن کا مستم = بنگلور۔ حسن گل کا بھی مستم = ایشیا۔

۵ عشق گر تجھکو ہے = فرحت۔ بنگلور۔ انڈیا آفس۔ سالار ۱۔ عشق گر تجھکو ہے درکار = سنٹرل۔
عشق اگر تجھکو ہے درکار = انجمن۔

۶ یقیں عشق کے جور و ستم میں تجھے گر شک ہے = ایشیا۔

۷ عیش پرویز کو اور = سالار ۲۔ آصفیہ ۱۔ حسرت۔ سنٹرل۔ انڈیا آفس۔ ایشیا۔ انجمن۔
عشق پرویز کو اور = بنگلور۔ عیش و پرویز کو اور = آصفیہ۔
عیش پرویز کو اور محنت و فرہاد کو دیکھ = سالار ۱۔

غزل نمبر ۱۱۶

۱ ضبط بہتر گر نہ ہوئے نالہ تاثیر آہ = انجمن (کذا)۔ نہ ہو گر نالہ کو تاثیر آہ = بنگلور۔
موثر گر نہ ہو تاثیر آہ = سالار ۲۔ آصفیہ ۱۔ نہ ہوئے گر نالہ کوں تاثیر آہ۔ سالار ۱۔

۲ نعرہ سر براہ = بنگلور۔ سالار ۱۔ انجمن۔

۳ ایدھر خط اُدھر یا موئے سبز = بنگلور۔ اُدھر خط ایدھر موہائے سبز = انڈیا آفس۔ آصفیہ ۱۔
اُدھر موہائے سبز = سالار ۱ سالار ۲۔ انجمن۔ اس رخ تاباں ایدھر خط اور اودھر موہائے سبز = ایشیا۔

۴ جو سنہری آئینہ کے = بنگلور۔ کے ہو گرد تحریر سیاہ (کذا) = ایشیا۔ تحریریں سیاہ = بیاض۔
جوں سنہرے آئینہ کے = انجمن۔ سالار ۱۔ ہیں سنہرے آئینوں کے = آصفیہ ۱۔

۵ بے ضبط منصوبوں میں پڑ = بنگلور۔ بے ضبط منصوبوں میں بند = سالار ۱۔
بے ربط منصوبوں میں بند = سنٹرل۔ انجمن۔ فرحت۔ ہو رہا ہے دل ہمارا اب تو اس مضموں میں بند = بیاض۔

۶ جس طرح شطرنج پیادوں میں کھڑا ہے بادشاہ = بنگلور۔
گھبراتا ہے شاہ = سالار ۱۔ کھو جاتا ہے شاہ = ایشیا۔
گھبراتا ہے شاہ = سالار ۱۔ کھو جاتا ہے شاہ = ایشیا۔

ش۷ عدالت دیکھ لے = بنگلور۔ سالار ۱۔ عشق کے بیکارخانہ کی = بیاض۔

ش۸ شہر خوباں سے = سالار ۲۔ بزم سے خوباں کے کوئی = حسرت۔

ش۹ بے مہابا کھینچ رہی ہیں = انجمن۔ بنگلور۔ حسرت۔ سالار ۱۔

بے مہابا کھینچتے ہیں = سالار ۲۔

غزل نمبر ۱۱۷

ش۱ نالہ میں = سنٹرل۔ انجمن۔ فرحت۔ حسرت۔ کہاں تاثیر نالہ میں ہے = سالار ۱۔

کہاں نالہ میں ہے تاثیر = سالار ۲۔

ش۲ ناخوش بھی کیوں = سالار ۲۔ بنگلور۔ آصفیہ ۱۔ آصفیہ ۲۔ عبث صیاد کوں ناخوش بھی = سالار ۱۔

عبث صیاد کو آزردہ کیوں = ایشیا۔ ناخوش ہی کیوں = بیاض۔

ش۳ کوئی آوارہ گی کو چھوڑ کیوں کر = سالار ۱۔ سالار ۲۔ انجمن فرحت۔ کوئی آزادگی کو چھوڑ کر = بیاض۔

ش۴ کرتا ہے اے جرس چپ رہ = آصفیہ ۱۔ عبث تو شور شر = انجمن۔ عبث تو شور کیوں کرتا ہے = بیاض

ش۵ کیا ہوئے گا = انجمن۔ سالار ۱۔ گیا ہوگا نہ کیا تو یار کی = سنٹرل۔

ش۶ نہ یہ تقصیر میں نے بھی نہیں کی = آصفیہ ۲۔ بنگلور۔ میں نے بھی نہیں کی = انجمن۔

میں نے نہیں کی = سالار ۲۔ میں نے یہ نہیں کی = ایشیا۔ کوئی تقصیر = بیاض۔

ش۷ کسو کا دست کوتاہ = بنگلور۔

ش۸ درازی بوالہوس = بنگلور۔

ش۹ یقیں نالہ ترا یہ کیا = بنگلور۔ سالار ۱۔ سالار ۲۔ یقیں یہ خانہ تیرا کیا = ایشیا۔

ش۱۰ لگا مت گھر کو اپنے آگ = بنگلور ۲۔ سنٹرل۔ انجمن۔ حسرت۔ فرحت۔

لگا مت گھر کو اپنے آگ اے نفس چپ رہ (کذا) = سالار ۱۔

لگا مت آگ گھر اپنے کو = ایشیا۔

غزل نمبر ۱۱۸

یہ غزل بنگلور میں نہیں ہے۔

ش۱ بندگی کی = آصفیہ ۱ فرحت۔ بندگی کی خو جسے ہے وہ = انجمن۔ بندگی کی خو ہے جس میں وہ = سالار ۱۔

ﮯ کوئی چاہے ہے مرگ = الیشیا۔ مرنے کوں کوئی چاہتا نہیں = انجمن۔ مرنے کو = سالار ۱۔
ﮯ عشق ہی دشمن ہوئے = انجمن۔ سالار ۱۔
عشق ہی دشمن ہوا مجنوں کا لیلیٰ کیا کرے = سالار ۲۔
ﮯ ہلئے یہ آنسو کی طرح = سالار ۱۔ سالار ۲۔ فرحت۔
نئیں ٹہرتا ہے میرے آنسو = انجمن۔
ﮯ اس دلِ بیتاب کو = الیشیا۔ سالار ۲۔
ﮯ مجھ کوں = انجمن۔ سالار ۱۔

غزل نمبر ۱۱۹

ﮯ دل میں ہے = بنگلور۔ انجمن۔ سالار ۱۔ سالار ۲۔
ﮯ عشق میں راحت نہیں ملتی = فرحت۔ مگر جو کوکن = بیاض۔
ﮯ حرص شیریں = بنگلور۔
ﮯ ایک دم میں ابر آسا بہوت کر جاتا ہے دل = بنگلور۔ بلبلہ سا پھوٹ کر جاتا ہے دل = سالار ۲۔ انجمن۔
بلبلہ سا = آصفیہ ۲۔ فرحت۔ الیشیا۔ پھوٹ کر جاتا ہے یہ دل = سالار ۱۔
ﮯ اب تو لازم ہے۔ الیشیا۔ اس شیشہ کوں = سالار ۱۔
ﮯ اس کو جب = بنگلور۔ اسکوں جب = انجمن۔ اس کا کچھ منظور نئیں = انڈیا آفس۔
ﮯ کیا مفت غمگیں کیجئے = الیشیا۔ دل کوں = انجمن۔ سالار ۱۔
ﮯ یوں خوباں کی خاطر = سالار ۱۔
ﮯ ایسی آنکھوں پر = سالار ۲۔ فرحت۔ آنکھوں کی = الیشیا۔ انجمن۔
ایسی آنکھوں کوں = سالار ۱۔ ایسی آنکھوں کی = بیاض۔

غزل نمبر ۱۲۰

ﮯ اس بیداد پر بیداد کیا کیجے = فرحت۔ بنگلور۔ سالار ۱۔ سالار ۲۔ لے صیاد من = انڈیا آفس۔ جانسن
ﮯ اگر یہ کس طرح جاوے گا جی = الیشیا۔
ﮯ بہار آئی ہے ہم اُس گلستاں = بنگلور۔

۴ب کہہ تو ہی = بنگلور۔

۵الف بن کیا ہوا = بنگلور۔ ملاگر بیستوں تو کیا ہوا خسرو نہیں ملتا = انڈیا آفس۔

ملا جو = بیاض۔

۶الف ترے فرہاد = فرحت۔

۷ب جفا پر دل رباں کے = بنگلور۔ جفا پر دلبروں کے = فرحت۔ جفا پر دلبراں کے = انجمن۔
جفا پر دلبراں کی = سالار ۱۔ جفا پر دلبراں کے صبر کرنا پر مناسب ہے۔ سالار ۲۔

۸الف یقیںؔ وعدہ وفا کا کرکر = آصفیہ ۱۔ آصفیہ ۲۔ انڈیا آفس۔ بیاض۔
دعوے وفا کے کرکر = ایشیا۔

غزل نمبر ۱۲۱

۱ب جلوہ گروہ یار نہ ہووے (کذا) = بنگلور۔

۲ب وہ جنس ہی کیا جس کا = انجمن۔ فرحت۔ بنگلور۔ کیا جنس = آصفیہ ۲۔ وہ جنس بھی
کیا جس کا = سالار ۱

۳الف دیوے وہ قبادار کے = بنگلور۔ خداوار کر تجھ پر = ایشیا۔ شمشاد کو دیکھے ہے۔ آصفیہ ۲۔
شمشاد کوں دیوے گی = انجمن۔ شمشاد کوں دیوے جو = سالار ۱۔ شمشاد کو دیکھے جو = سالار ۲۔

۴ب جو وار تیرے قد پہ = ایشیا۔

۵الف نغمۂ آہنگ میں اسکے = ایشیا۔

۶ب بہاروں میں = انجمن۔

۷ب تب پوچھے یقیںؔ طبع کی صحت تری ناصح = سالار ۲۔ ایشیا۔ تب پوچھے یقیںؔ طبع کی صحبت =
انڈیا آفس۔
یقیںؔ طبع کی صحت = آصفیہ ۲۔ نئیں باغ محبت میں یقیںؔ اس کو کہیں جا = بنگلور۔
سالار ۱۔ انجمن۔ فرحت۔ حسرت۔

۸الف اُن آنکھوں کے تئیں دیکھے جو = سالار ۲۔
جس دل میں کہ داغوں ستی گلزار نہ ہووے = بنگلور۔ سالار ۱۔ انجمن۔ فرحت۔ حسرت۔

غزل نمبر ۱۲۲

۱ گلی تیری اگر پاوے = سالار ۱۔ فرحت۔ انجمن۔ سالار ۲۔ گلی پاوے تو بلبل = بنگلور۔
۔تو بلبل گلستاں بھولے = انڈیا آفس۔ تیری کو = بیاض۔

۲ ترے نقش قدم کو دیکھ = بنگلور۔ سالار ۲۔ ترے نقش قدم کوں دیکھ = سالار ۱۔ انجمن۔ میرا نقشِ قدم = بیاض۔

۳ جو کچھ دیکھا تھا اچھی صورتوں سے = بنگلور۔ اچھی صورتوں سے = انجمن۔ سالار ۱۔

۴ لاڈ سے رونا = فرحت۔ انجمن۔

۵ کیا ہے داغ مجھ کو یار نے ایسا کہ یہ قصہ۔ سالار ۲۔ بنگلور۔ دیا ہے داغ ایسا = آصفیہ ۲۔
کہ یہ قضیہ = ایشیا۔ کیا ہے داغ مجھ کوں یار نے ایسا کہ یہ قصہ = سالار ۱۔

۶ سنے گر شمع سوز دل کا = بنگلور۔ سنے گر شمع اُس سے اپنی سوز دل کا = سالار ۱۔
اپنے سوز غم کا داستاں بھولے = انجمن۔ سوز دل کا داستاں بھولے = آصفیہ ۱۔ سالار ۲۔ انڈیا آفس۔

۷ کہ ایسا کون انساں ہے گا تجھ کو گر پری دیکھے = بنگلور۔ کہ تجھکو گر پری دیکھے = فرحت۔
تو ایسا خوبرو ہے گا کہ تجھکو گر پری دیکھے = سالار ۲۔ کہ تجھکوں گر پری دیکھے = انجمن۔ سالار ۱

۸ سمجھ کر صورتِ معنی کو = بنگلور۔ سالار ۲۔ سمجھ کر صورت معنی کوں = انجمن۔ سالار ۱۔
صورتِ وحشی = بیاض۔

۹ تو کرتا سخن تب سے یقیں کچھ تیری آنکھوں کی = ایشیا۔ جب سے یقیں کو = فرحت۔
تو لڑکا تھا سجن جب سے یقیں دیکھا تجھے = سالار ۱ (کذا)۔ تو لڑکا تھا سخن جب سے یقیں کے چرب آنکھوں کی = بنگلور۔
تو لڑکا تھا سجن جب سے یقیں کو = سالار ۲۔ انجمن۔ تیری آنکھوں سے = آصفیہ ۲۔
تیری انکھیاں سے = بیاض۔

۱۰ سیاہی اور سپیدی دیکھ کر = فرحت۔ بنگلور۔ سفیدی اور سیاہی دیکھ کر = آصفیہ ۱۔
آصفیہ ۲۔ انڈیا آفس۔
سیاہی وسپیدی دیکھ کچھ = ایشیا۔ تیری آنکھوں کی سیاہی اور سفیدی دیکھ کر سرو جواں بھولے = سالار ۱

غزل نمبر ۱۲۳

۱؎ چھُٹے اس زندگی کی قید سے اب داد کو پہونچے = سالار ۲؎۔ چھُٹے اس زندگی کی قید سے
اور داد کو پہونچے = سالار ۱؎۔
چھُٹے اب زندگی کی = بنگلور۔ چھُٹے اس زندگی = فرحت۔ حسرت۔ انجمن۔

۲؎ ہماری خوں بہا = حسرت۔ جلاد کوں پہونچے = سالار ۱؎۔

۳؎ اور نالہ کرتا ہوں = آصفیہ ۱؎۔ انڈیا آفس۔

۴؎ فریاد کوں پہونچے = سالار ۱؎۔

۵؎ تب سے رگ سے تھم نہیں سکتا = بنگلور۔ بہار آئی جب سے = انڈیا آفس۔ تب سے
کس سے تھم = حسرت۔

۶؎ دعا اس مستِ خوں کی = بنگلور۔ کوں پہونچے = سالار ۱؎۔

۷؎ زندگی بھی خوش نہیں آتی = بنگلور۔ زندگی خوش نہیں آتی = انجمن۔

۸؎ یارب ہمارا داد کو پہونچے = بنگلور۔ داد کوں پہونچے = سالار ۱؎۔

۹؎ یقیں روکے سے اب سر مت پٹک پتھر پہ تو ناحق = بنگلور۔ پتھر پہ اپنے کو = سالار ۲؎۔
تقلید میں سر مت پٹک پتھر پہ = فرحت۔ یقیں تقلید سے مت پٹک پتھر پہ تو ناحق = سالار ۱؎۔
پتھر پہ اب بس کر = حسرت۔

۱۰؎ یہ ممکن ہے کہوں = آصفیہ ۱؎۔ آصفیہ ۲؎۔ یہ ممکن ہی نہیں = سالار ۲؎۔ فرحت۔
ہر سر چڑا = حسرت = کہوں ہر سر چڑا = ایشیا۔

غزل نمبر ۱۲۴

۱؎ بجاؤ عندلیباں = حسرت۔ سالار ۱؎۔ سالار ۲؎۔ بہار آئی بجالو عندلیبوں = بنگلور۔
بجادو عندلیبو = آصفیہ ۱؎۔ بجالیو عندلیبوں = انڈیا آفس۔

۲؎ گئی حسرت کی وہ راتیں = بنگلور۔ گئے وہ حسرت کے وہ راتیں = سالار ۱؎۔
گئے وے دن = آصفیہ ۱؎۔ آصفیہ ۲؎۔ گئیں حسرت کی وہ راتیں = فرحت۔ حسرت۔ انجمن۔
سالار ۲؎۔ انڈیا آفس۔ ایشیا۔

۳ اس فرقہ پر جنت کے = بنگلور۔ میرے تئیں عشق کا دوزخ بھی = انجمن۔
مزے سے عشق میں = ایشیا۔ مزے سیں عشق کا دوزخ بھی۔ سینٹرل

۴ خدا ہم کوں کرے مشہور = انجمن۔ خدا ہم کوں کرے محشور = سالار ۱۔

۵ گرز میں ماپے = انڈیا آفس۔

۶ اور کسو سے نئے = انڈیا آفس۔ کسی سے نہیں = فرحت۔
کسی سے نئیں = انجمن۔

۷ فانوس وحشت کے = انڈیا آفس۔ ایشیا۔

۸ نہ گزرے = آصفیہ ۲۔ ایشیا۔ انجمن۔ نہ گزرے ہم = بیاض۔

۹ معرف ہیں اپنی ہمت کے = انجمن۔

غزل نمبر ۱۲۵

۱ دشت مجنوں کے = بنگلور۔ دشت ہاموں کے = ایشیا۔ انجمن۔ سالار ۱۔

۲ قبر مفتوں کے = بنگلور۔

۳ جسے ہے ہوش بے ہوشی کی طاقت کوں وہی سمجھے = سالار ۱۔ اگر دیکھو = فرحت۔
جسے ہے ہوش بے ہوشی کی طاقت کو وہی سمجھے = انجمن۔ بنگلور۔ جسے ہے ہوش بے ہوشی
کے = سالار ۲۔

۴ چھڑی ہے مے پرستی نام سے = فرحت۔ چوٹی ہے مے پرستی بام سے خم فلاطوں کے = انجمن۔
جو وہ ہے مے پرستی نام سے = انڈیا آفس۔ جوری ہے مے پرستی نام سے = سالار ۲۔
جوئے (کذا) ہیں مے پرستی نام سے = بنگلور۔ نام میں = آصفیہ۔ نام سے = آصفیہ ۲۔ ایشیا۔ سالار ۱۔

۵ پریشان خاک سے رکھتا ہے سنبل = انجمن۔ اب تلک لیلیٰ کے موتام = بیاض۔

۶ کانٹے سے کیا ہوگا = بنگلور۔ کانٹے سے کیا ہووے = انڈیا آفس۔ کیا ہوئے گا = انجمن۔ سالار ۱۔
ہمیں مار سیاہ کی زلف کے کانٹے سے کیا ہوگا = سالار ۲۔

۷ کہ ہم یک عمر سے عادی ہیں اس حالت کی افیوں کے = بنگلور۔ عمر سے خادم رہیں = بیاض۔
کہ ہم یک عمر سے = انڈیا آفس۔ کہ ہم ایک عمر سے عادت ہے = سالار ۲۔ اس خال لب کی = سالار ۱۔

۸ جز شمشاد سروے (کذا) = بنگلور۔ شمشاد سروان کو = ایشیا۔ سرو اسکوں = انجمن۔
شمشاد سرو اسکوں = سالار ۱۔ جز و شمشاد سرو اسکو = سالار ۲۔ بیاض۔

۹ دیوانے ہیں یقیں قمریاں کے نالہ موزوں کے = بنگلور۔ طرح موزوں کے = حسرت۔
یقیں جو قمریوں کی طرحِ موزوں کے = انجمن۔ سالار ۱۔

غزل نمبر ۱۲۶

۱ بتاں ناز و تمکیں کے = انجمن۔ سالار ۲۔ فرحت۔ بتان نازِ تمکیں کے = بنگلور۔ بیاض۔
بتاں کے ناز تمکیں کے = سالار ۱۔

۲ بے خرچ مفلس ہیں = سالار ۲۔ انڈیا آفس۔ فرحت۔ سالار ۱۔
کہ ہم ہیں صبر کے بے خرچ مفلس ہیں = انجمن۔

۳ سپہ سالار ہیں عاشق = سالار ۲۔ بنگلور۔ بتوں کی = آصفیہ ۱۔ آصفیہ ۲۔ انڈیا آفس۔ فرحت۔

۴ بنے ہیں کوہکن سے = سالار ۱۔ بنگلور۔ انجمن۔ بے ستوں پر نقش شیریں کے = سالار ۲۔
نہ پلٹے کوہکن میں بے ستوں میں = ایشیا۔

۵ ہمارا دل ہوا ہے خوں اس دامن = بنگلور۔ سالار ۱۔ انجمن۔ ہمارا دل ہوا خوں = آصفیہ ۲ (کذا)۔
ہمارا دل ہوا ہے خوں تجھ دامن = سالار ۲۔ خوں پر دامن = بیاض۔

۶ گریباں گیر ہونگے ہم اسی = انجمن۔

۷ صدرسیں = انجمن۔

۸ یہ شیشہ قیمتی پھوڑے گئے ہیں = سالار ۲۔

۹ سنگِ آستانِ یارِ مجنوں کے = بنگلور۔

۱۰ ہمارا سنگ نہیں لائق یقیں = بنگلور۔ اس نازو بالیں کے = ایشیا۔

غزل نمبر ۱۲۷

۱ ہوائیں سرو کے = فرحت۔ آشنا نہ کر تو شور اے قمری = انجمن۔

۲ برباد توں = انجمن۔ سالار ۱۔ تری برباد تو اپنی کفِ خاکستر اے قمری (کذا) بنگلور۔

۳ اسکو گرم رکھ آہ و نالہ کی (کذا) = بنگلور۔

۴؎ یہ دل ہے مشت خاکستر کا = سالار۱۔
۵؎ کسی دن دار کھینچے گی کہ تجھکو = بنگلور۔ تجھ کوں = انجمن = سالار۱۔
۶؎ مناسب نئیں بجا کرنا جمع میں اکثر اے قمری (کذا) = بنگلور۔ مناسب نئیں۔ سالار۲۔
۷؎ نہیں تو جانتی اس شعلۂ پرسوز کو اپنے = بنگلور۔
نہیں توں تھامتی اس شعلۂ پرسوز کوں اپنے = انجمن۔
نہیں توں جانتی اس شعلۂ پرشور کوں اپنے = سالار۱۔
۸؎ کہیں جل جا سکے ناحق ترے = بنگلور۔ کہیں جل جائیں گے = فرحت۔ انجمن۔ سالار۱۔ سالار۲۔
۹؎ یقیں کہیو کہ شوخی خوب نئیں = سالار۱۔ سالار۲۔ بنگلور۔
خدمت میں خوباں کی = آصفیہ۲ خوب نئیں خدمت میں خوباں کی = آصفیہ۱ خدمت میں خوبوں کے = انڈیا آفس۔
یقیں جانو کہ شوخی خوب نئیں خدمت میں خوباں کی = ایشیا۔
یقیں کہیو کہ شوخی خوب نئیں خدمت میں خوباں کی = انجمن۔
۱۰؎ چڑھ بیٹھی سر پہ اے قمری (کذا) = ایشیا۔

غزل نمبر ۱۲۸

۱؎ عبث پالی ہے سینہ = فرحت۔ عجب پالی تھی سینہ = بنگلور۔ سالار۱۔
۲؎ عبث اس خاک میں = بنگلور۔ سالار۱۔ خاک پر = آصفیہ۲۔
۳؎ محبت میں بن آہ و نالہ = سالار۲۔
۴؎ نہیں دیکھی ہیں کوئی آگ بے دود شرر ہم نے = بنگلور۔ نہیں دیکھے ہیں = سالار۲۔
۵؎ ہمارے کچھ اثر تیرا = بنگلور۔ ہمارے کے اثر تیرا = فرحت۔ انجمن۔ ہماری کچھ اثر تیرا = سالار۱۔ سالار۲۔
۶؎ تری تقصیر کیا کی تھی اسے = سالار۱۔ سالار۲۔ انجمن۔ بنگلور۔ فرحت۔ کیا کی ہے = آصفیہ۲۔
۷؎ نہ آوے ہجر میں بن وصل = بنگلور۔ نہ روئے ہجر میں بن وصل = انجمن۔ سالار۱۔ سالار۲۔
بن وصل کے دن = انڈیا آفس۔
۸؎ اسی کے واسطے رکھے تھے = بنگلور۔ اسی دن کے لیے رکھے تھے = ایشیا۔
اسی دن واسطے رکھنے تھے۔ آصفیہ۲۔ اسی دن واسطے رکھے تھے = انجمن۔ سالار۱۔ سالار۲۔

۹ دل ربا کے چل = بنگلور۔ انجمن۔ فرحت۔
دل بروں کے = سالار ۲۔
دلبراں کے چل = آصفیہ ۲۔
دلبراں کی چل یقیں ڈھونڈیں دل اپنے کوں = سالار ۱۔

غزل نمبر ۱۲۹

۱ اُٹھائیں = فرحت۔ دیوانے کی طرح ناصح = ایشیا۔
۲ کرے کشتِ جنوں سیراب ان کے آب باراں سے = سالار ۲۔
۳ رکھے تھا ایک دم، ایشیا۔ رکھا تھا ایک دن = سالار ۲۔ فرحت۔ بنگلور۔ آصفیہ ۱۔
آصفیہ ۲۔ انجمن۔
۴ تو اب تک بوئے گل آتی ہے اس گریباں سے (کذا) = آصفیہ ۱۔
۵ بتاں کی = آصفیہ ۲۔ انجمن۔ ہم کوں محشر میں = سالار ۱۔ بتاں کی سج نے دیوانا کیا ہے
مجھ کو = سالار ۲۔
۶ ہم اپنے خوں لیں اپنے = انجمن۔ بنگلور۔ اپنے داماں سے = ایشیا۔
اس کے داماں سے = سالار ۲۔ بیاض۔ ہم اپنے خوں لیں گے اپنے داماں سے = سالار ۱۔
۷ یقیں تو پوچھ یہ کیا سرزمیں = سالار ۱۔ انجمن۔ بنگلور۔ کوئی پوچھو تو کیا یہ سرزمیں = ایشیا۔
۸ بتوں کے پاؤں = آصفیہ ۱۔ انڈیا آفس۔ فرحت۔
کیونکر بتاں کے پاؤں = ایشیا۔ کیونکر بتوں = بیاض۔
ہمیں رخصت نہ ہوئے = سالار ۲۔
۹ کیا روتے نہیں = ایشیا۔

غزل نمبر ۱۳۰

۱ ظرافت پہ نظر کرتا ہے = آصفیہ ۲۔
۲ جز تیرے گذر کرتا ہے = سالار ۱۔ سالار ۲۔ انجمن۔ بنگلور۔ آصفیہ ۱۔ ایشیا۔ بن تیرے = بیاض۔
۳ اب تو کرتے ہو تمھیں لطف = بنگلور۔ اب تو کرے نگہ لطف کہ ہوئے = سالار ۱۔ انجمن۔

کہ ہوئے توشۂ راہ = سالار ۲۔ اب تو کر کے نگہ لطف = فرحت۔ اب تو کیجے نظر لطف = آصفیہ ۱
اب تو کیجے نظر لطف کہ ہو توشہ کے راہ = انڈیا آفس۔

۴ ورنہ کوئی دم میں = انجمن۔

۵ اپنی حیرانی کو = فرحت۔ منہ سیس = انجمن۔

۶ کب اس آئینہ پہ مغرور = سالار ۱۔ کب اس آئینہ پہ معذور = بنگلور۔ آئینہ میں = انڈیا آفس۔
کب وہ اس آئینہ پہ = انجمن۔

۷ برباد گئی = آصفیہ ۱۔ سالار ۲۔ آصفیہ ۲۔ انڈیا آفس۔ فرحت۔ ایشیا۔ انجمن۔

۸ آہ مشہور غلط ہے = انجمن۔

۹ کون کی کل کی دیوانو = بنگلور۔
دوانوں کو خبر کرتا ہے = آصفیہ ۱۔ انڈیا آفس۔ سالار ۱۔
کون کب گل کی دوانوں = فرحت۔
گل کے دیوانوں کے تئیں کون = انجمن۔
کون کب کوئی = بیاض۔

غزل نمبر ۱۳۱

۱ ہمیں ہجر چمن ہی موت ہے صیاد کیا جانے = بنگلور۔ سالار ۱۔ انجمن۔
مجھے ہجر چمن سے موت ہے صیاد کیا جانے = حسرت۔

۲ جو گذرے سر پہ مقتولوں کے اُسے = بنگلور۔ جو گذرے سر پہ = آصفیہ ۱۔ آصفیہ ۲۔
انجمن۔ انڈیا آفس۔
جو گذری سر پہ مقتولوں کے = سالار ۱۔ سالار ۲۔ جو گذرے سر پہ مقتولوں کے وہ = فرحت۔
جو سر پہ گذرے مقتولوں کے = حسرت۔ ایشیا۔

۳ مزے لے لے کے = فرحت۔

۴ فریاد سے میری = بنگلور۔

۵ کب تک ملے گی = سالار ۱۔ سالار ۲۔ بنگلور۔ انجمن۔

ہ۶ دل میں چبھتا ہے = سالار ۲۔ سالار ۱۔ بنگلور۔ شاخ گل جی میں چبھتا ہے = ایشیا۔

ہ۷ اسیری کے مزہ کو = آصفیہ ۱۔ آصفیہ ۲۔ انڈیا آفس۔ فرحت۔ ایشیا۔
اسیروں کے مزہ کوں = سالار ۲۔ اسیری کے مزہ کوں = انجمن۔

ہ۸ یقیں تشبیہ مت دے شوخ کے قد کو = بنگلور۔ یقیں تشبیہ مت دے یار کے قد کو = آصفیہ ۲۔ حسرت۔
یقیں تشبیہ مت دے شوخ کے قد کوں = انجمن۔ سالار ۱۔

ہ۹ یہ اٹکھیلی کے چلنے کی طرح = سالار ۱۔ بنگلور۔ وہ اٹکھیلی سے = آصفیہ ۱۔ انڈیا آفس۔ فرحت۔ ایشیا۔
وہ اٹکھیلی کے چلنے کی طرح = حسرت۔ مزا جو اس لٹک چلنے میں ہے شمشاد کیا جانے = انجمن۔

غزل نمبر ۱۳۲

ہ۱ نپٹ سوتی ہیں کلیاں = بنگلور۔ خاطر طفل پریشاں ہے = ایشیا۔

ہ۲ کہو مجنوں کوں = سالار ۱۔

ہ۳ نگاہِ یار کی باتیں کوئی اب تک نہیں سمجھے = بنگلور۔ نگاہ یار کی باتیں کوئی اب = سالار ۱۔ سالار ۲۔ حسرت۔ انجمن۔

ہ۴ یہ وے باتیں = آصفیہ ۱۔ یہ وہ باتاں ہیں نازک جس میں یہ آئینہ = سالار ۲۔ ایشیا۔
یہ وے باتیں ہیں نازک جن میں = انڈیا آفس۔ جن سے آئینہ بھی = فرحت۔ انجمن۔ یہ وہ باتاں ہیں نازک = سالار ۱۔

ہ۵ کیا کوئی صید بھی اس = بنگلور۔ اس دام سے بچ کے۔ ایشیا۔ تیرے دام سے سچ کہہ = انجمن۔
کیا کوئی صید ہی اس = سالار ۲۔ کیا کوئی صید بھی اس دام سے سچ کہو = سالار ۱۔

ہ۶ تو کیا ہووے = بنگلور۔ تو کیا ہوئے گا = انجمن۔

ہ۷ بہار آوے تو میرا = سالار ۱۔ سالار ۲۔ انجمن۔ بنگلور۔ بہار آئی تو میرا = انڈیا آفس۔
بہار آنے دو وہ یہ ہاتھ ہے = ایشیا۔ بہار آتے ہی میرے ہاتھ ہیں اور = حسرت۔

ہ۸ یقیں دیکھ اس تجلی کی = بنگلور۔ آصفیہ ۱۔ انڈیا آفس۔ فرحت۔ حسرت۔ سالار ۲۔

یقیںؔ دیکھ اس تجلّی کوں جلالی اور جمالی کوں = سالار ۱۔

یقیںؔ دیکھ اس تجلّی کی جلالی اور جمالی کوں = انجمن ۔

۹ گلی ناحق ان گل رخاں کے خوں سے (کذا) = آصفیہ ۱۔

گل رخوں کے = انڈیا آفس ۔

گلی ان گل رخاں کی = آصفیہ ۲۔ فرحت ۔ حسرت ۔ ایشیا ۔ انجمن ۔

غزل نمبر ۱۳۳

۱ بتوں نے بھی رکھے ہیں تجھ قدم خاطر نہیں خالی = بنگلور ۔ انجمن ۔ دل اوپر کیوں کہ ہو امیرا = آصفیہ ۲۔
یہ دل پر کیوں کے ہوئے میرا بغیر یک = سالار ۱۔ بتوں نے رکھے ہیں تجھ قدم خاطر نیں خالی = سالار ۱۔

محبت میں، مروت کی حکایت کے سخن خالی = فرحت ۔

۲ ہمیں حیرت سے ہے گا بت کدہ میں برہمن خالی = بنگلور ۔ نہیں ہے شہر طفلاں سے غزالاں سے چمن خالی = ایشیا ۔

نہیں حیرت سیں ہے گا بت کدے میں برہمن خالی = انجمن ۔ نہیں حیرت سے ہے گا بت کدے میں برہمن خالی = سالار ۱۔

کہ جوں فانوس دل کی شمع بنا ہے پیرہن خالی = فرحت ۔

۳ رہے کب ہونگے اب تک بے ستوں میں نقش شیریں کے = ایشیا ۔ سالار ۲۔ فرحت = آصفیہ ۱ ۔ آصفیہ ۲۔

رہا ہووے گا اب تک = بنگلور ۔ رہے ہوویں گے اب تک بے ستوں میں نقش شیریں کے = انجمن ۔ سالار ۱۔

۴ دل اپنا کیونکہ کرتا ہوگا = آصفیہ ۱۔ انڈیا آفس ۔

۵ گئی یہ کہہ کے آنے سے = انجمن ۔ گئی کہہ کر یہ آنے سے = سالار ۲۔

۶ کہ ان آنکھوں سے = بنگلور ۔ سالار ۱۔

۷ گیا آگے ہی جل کر شمع سے = سالار ۱۔ بنگلور ۔ کیا خوب سمجھا ہے = آصفیہ ۱۔

ہوا آگے جلاکر شمع کیا کیا = انجمن۔

۸ سجن بن انجمن خالی = سالار ۱۔ سالار ۲۔ انجمن۔ بنگلور۔ نہ سکتا دیکھ پروانے = ایشیا۔

۹ سرکار سے آشنا سجن مت کہہ = بنگلور۔ آشنا سخن مت کر = فرحت۔ ایشیا۔

۱۰ نہ کر موتیوں سے جیوں = آصفیہ ۱۔

غزل نمبر ۱۳۴

۱ جس سے زہرہ آتش ناک ہوجاوے = بنگلور۔ یہ وے آنسو ہیں = آصفیہ ۱۔ آصفیہ ۲۔ انڈیا آفس۔
جس سے = آصفیہ ۲۔ یہ وہ آنسو ہے جس سے زہرہ = انجمن۔ سالار ۱۔ یہ وہ آنسو ہے جن سے = سالار ۲۔

۲ اگر پیوے کوئی اس کو تو جل کر = سالار ۱۔ بنگلور۔ اگر پیوے کوئی یہ آگ = انڈیا آفس۔
اگر پیوے کوئی اسکوں تو جل کر = انجمن۔ سالار ۱۔

۳ امید اس اشک ندامت سے = سالار ۱۔ سالار ۲۔ بنگلور۔ فرحت۔ امید اس اشک ندامت سوں انجمن

۴ اس اشک رواں سے = بنگلور۔ انجمن۔

۵ نہ جا گلشن میں ڈرتا ہوں تو بلبل کو خجل مت کر = سالار ۲۔ بنگلور۔ انجمن۔
نہ جا گلشن میں ڈرتا ہوں تو بلبل کوں خجل مت کر = سالار ۱۔

۶ کہ دامن شاید اس آب رواں سے پاک ہوجاوے = انجمن۔

۷ عجب کیا ہے ارے زاہد تیری خشکی کی شامت سے = بنگلور۔ سالار ۲۔
یہ زاہد = آصفیہ ۱۔
عجب کیا ہے ارے زاہد تیری خشکی کی شامت سوں = سالار ۱۔
شامت سے ارے زاہد = انڈیا آفس۔
عجب کیا ہے ارے زاہد تیری خشکی کی شامت کا = انجمن۔

۸ تاثیر رکھتے ہیں = بنگلور۔

۹ جہاں تک تاک ہوجاوے = انجمن۔ سالار ۱۔

غزل نمبر ۱۳۵

۱ مجھ کوں = سالار ۱۔

۲ے یارگر منظور ہے = انجمن۔ سالار ط۱۔ سالار ط۲۔ انڈیا آفس۔ فرحت۔
یار کو منظور ہے = بنگلور۔

۳ے جہانوں سے پرے = انجمن۔ دونوں جہاں کی لے تیرے = سالار ط۱۔
دونوں جہاں کے بھی پرے = سالار ط۲۔

۴ے دیکھتے ہی یار کو = بنگلور۔ دیکھتے ہی دوست کو = آصفیہ ۲۔ دیکھتے ہی دوست کوں = انجمن۔ سالار ط۱۔

۵ے بے مروت دل سے = سالار ط۱۔ انجمن۔ بنگلور۔ آصفیہ ط۱۔ آصفیہ ط۲۔ انڈیا آفس۔ فرحت۔
بے مروت دل کو = سالار ط۲۔

۶ے مینھ برستے میں ہرے = آصفیہ ط۲۔

۷ے دیکھیے یہ خانماں رونے سے ڈوبے یا ترے = سالار ط۱۔ سالار ط۲۔ بنگلور۔ انجمن۔
اس شہر سے ڈوبے ترے = ایشیا۔
خاں وماں اس رونے ڈوبے یا ترے = آصفیہ ط۲۔
اس سال = بیاض۔

غزل نمبر ۱۳۶

۱ے اگرچہ عشق میں آفت بھی ہے بلا بھی ہے = بنگلور۔

۲ے نرا برا بھی نہیں کچھ نہ کچھ بھلا بھی ہے = بنگلور۔ مزا برا نہیں = بیاض۔

۳ے تو جا کے کہوں = آصفیہ ط۱۔ اس اشک و آہ سودا نہ کر جائے کہوں (کذا) = آصفیہ ط۲۔
نہ جائے کہوں = انڈیا آفس۔ سودا بگڑ نہ جائے کبھو = سالار ط۲۔ مجھکو ہوا یہی معلوم = حسرت۔
یہ اشک و آہ سے سودا نہ کر نہ جاکے کہوں = انجمن۔ یہ اشک آہ سے سودا نہ کر نہ جائے کہوں = سالار ط۱
سودا نہ کر نہ جائے کہوں = ایشیا۔
سودا بگڑ نہ جائے کہیں = فرحت۔

۴ے یہ کچھ آب رسیدہ ہے کچھ جلا بھی ہے۔ آصفیہ ط۲۔

۵ے کسو کا دل کوئی = انڈیا آفس۔ بنگلور۔ کسو کا دل کبھو = سالار ط۱۔ آصفیہ ط۱۔
کسو کا دل تونے = آصفیہ ط۲۔

۶ے یوں پوچھوں = سالار ط۲۔

۷ے یقیں کا طور جنوں سن کے یار یہ بولا، حسرت۔

یقیں کا شور سن کے یار نے پوچھا (کذا) = بنگلور۔

یقیں کا طور جنوں = فرحت۔ سوز جنوں = ایشیا۔

۸ے کوئی قبیلۂ مجنوں میں = سالار ع۱۔ سالار ع۲۔ فرحت۔ بنگلور۔ مجنوں سے کیا = بیاض۔

غزل نمبر ۱۳۷

۱ے خوش آئی مجھکو یہ بات ایک مجنوں کی غزالاں سے = سالار ع۲۔ خوش آئی مجھے یک

بات یہ = بنگلور۔ سالار ع۱۔

کیا مجنونِ عریاں سے = انجمن۔

۲ے گزرے اس گریباں سے = بنگلور۔ ہم گزرے گریباں سے = آصفیہ ع۱۔ اس گزرے

گریباں سے = سالار ع۱۔

۳ے نہ ڈالو مجھ پہ = سالار ع۲۔ بنگلور۔ نہ ڈالو مجھ اوپر = آصفیہ ع۱۔ نہ ڈالا مجھ پہ یہ مرغانِ آزاد

(کذا) = آصفیہ ع۲۔

نہ ڈالو مجھ پہ اے مرغانِ آزاد اپنے سایہ کوں = انجمن = سالار ع۱۔

۴ے کام کیا ہے اس گلستاں سے = سالار ع۲۔ بنگلور۔ کام کیا ہے اب گلستاں سے = ایشیا۔

گرفتار وفا کوں کام کیا ہے اب گلستاں سے = انجمن۔ سالار ع۱۔

۵ے فلک جب چرخ میں آوے تیرے اس = بنگلور۔ چرخ میں آیا ہے = آصفیہ ع۲۔

فلک بھی چرخ میں آتا ہے = ایشیا۔ فلک جب چرخ میں تیرے اس دور داماں سے = سالار ع۱۔

۶ے نہیں یک آن مجھکو چھوٹ ان شہرِ غزالاں سے = بنگلور۔

نہیں یک آن مجھکوں چھوٹ ان = انجمن۔ سالار ع۱۔ ایک آن شہرِ غزالاں سے = ایشیا۔

نہیں یک آن مجھ کو چھوٹ ان = سالار ع۲۔

۷ے گل و بلبل کی صحبت نہیں دیکھا = بنگلور۔

گل و بلبل کی صحبت کیا نہیں دیکھا = سالار ع۲۔ سالار ع۱۔

گل و بلبل کی صحبت کیا نہیں دیکھی = فرحت۔

نہیں دیکھی یقیں تو نے = آصفیہ ع۱۔ آصفیہ ع۲۔ انڈیا آفس۔ ایشیا۔

ش توان خوب رویاں سے = سالار ۱۔

غزل نمبر ۱۳۸

ش۱ دم نہ مارے = بنگلور۔

ش۲ زمیں پائے پدر بھی = بنگلور۔ زمیں ناپے = انجمن۔ فرحت۔

زمیں ماپی پدر نے = ایشیا۔

ش۳ اکیلا کیوں کہ لگتا ہے ستوں میں دل بے چارے کا = سالار ۱۔ سالار ۲۔ انجمن۔ فرحت۔ بنگلور۔

اکیلا کیوں کہ لگتا ہے ستوں میں = آصفیہ ۱۔ آصفیہ ۲۔ ایشیا۔ انڈیا آفس۔

ش۴ اگر دھڑکا ہوئے جنت میں تو بہتر ہے جہنم سے = انجمن۔

اگر دھڑکا ہوئے جنت میں تو بدتر ہے جہنم سے = سالار۔

ش۵ اس طرح سے سرو لگتا ہے = بنگلور۔ انجمن۔ سالار ۱۔

ش۶ بیابانی درختاں جیسے ہیں شمشاد کے آگے = سالار ۱۔ انجمن۔ بنگلور۔

بیاباں ہیں گے = انڈیا آفس۔

درختانِ بیاباں جیسے ہیں شمشاد کے آگے = ایشیا۔

درختانِ بیابانی جیسے شمشاد = بیاض۔

غزل نمبر ۱۳۹

ش۱ حسرت سے = انجمن۔

ش۲ دل بند گیا وو ہیں = سالار ۱۔ فرحت۔ بنگلور۔ تبسم سیں جب اس کا منھ کھلا = آصفیہ ۱۔

دل بند گیا ہوں میں = سالار ۲۔ تبسم سے جب اس کا مونہہ کھلا = انڈیا آفس۔

تبسم میں جوان کا منھ کھلا دل بند گیا = انجمن۔

ش۳ میرا دل لے گیا ہے ہنستے ہنستے = بنگلور۔ یہ دل کھویا گیا = ایشیا۔

ش۴ اگر اس کی جگہ پھولوں میں = بنگلور۔ اگر اس کی جگہ پہلو میں ہو خالی = ایشیا۔ جگہ بوٹوں (؟) میں

تو خار = بیاض۔

ش۵ بہت دیتا میرا دل ہے مجھے = بنگلور۔

بہت دیتا ہے دل میرا مجھے = سالار ۲۔

ش۶ فصل گل میں باغباں میرا = بنگلور۔ فرحت۔ انجمن۔ سالارم۱۔ سالارم۲۔

ش۷ جہنم مجھ پہ تو نے کردیا = آصفیہ م۱۔

ش۸ خبر سن وو بدگماں ہوگا (کذا) = بنگلور۔ سن کر خبر وہ بدگماں بولا = ایشیا۔

سن خبر وو بدگماں بولا = سالارم۲۔

ش۹ کچھ ایسا ہی نہ تھا = بنگلور۔

یہ دیوانا تو کچھ ایسا نہ تھا = سالارم۱۔ سالارم۲۔ انڈیا آفس۔ فرحت۔ حسرت۔

غزل نمبر ۱۴۰

ش۱ ہمیں ہے جام مے بن کچھ ہمارا۔ ایشیا۔

ش۲ اپنے یاروں کو جلا ساقی = بنگلور۔ ایشیا۔ اپنے مردوں کو = بیاض۔

ش۳ ٹک آکر رحم کر اب۔ بنگلور۔ سالارم۱۔ ٹک آکر = بیاض۔

ش۴ ہماری خاک پر روتے ہیں = بنگلور۔ فرحت۔ انجمن۔ سالارم۱۔

ش۵ کہ ہے یہاں بادۂ مے جام = بنگلور۔ وحی جام پیغمبر خدا ساقی = ایشیا۔

کہ ہے یہاں بادۂ حق جام = انجمن۔ سالارم۱۔ بادہ وحی جام = سالارم۲۔

ش۶ بن افسوس یہ دن کیا بھلے کب بھی = بنگلور۔

کیا یہ دن بھلے کٹتے = ایشیا۔

بن افسوس یہ دن کیا بھلے کٹتے = سالارم۱۔

پر افسوس کیا یہ دن بھلے لگتے = سالارم۲۔

ش۷ ہمارا خوں بہا ساقی = بنگلور۔

ش۸ یقیں کے = انڈیا آفس۔ فرحت۔ انجمن۔ سالارم۱۔ سالارم۲۔ بنگلور۔

ش۹ درد پیری میں دوا ساقی = بنگلور۔ سالارم۱۔

غزل نمبر ۱۴۱

ش۱ خوش ہوئیں = بنگلور۔ تو ہوویں خوش بتاں ہم سے = آصفیہ م۱۔ انڈیا آفس۔

ش۲ ولیکن ہاتھ ہو سکتی ہے یہ = بنگلور۔

۳ـ آتی ہے ہم کو بو = بنگلور۔ بو ہم کوں = انجمن۔ سالار ۱ـ۔
۴ـ کوئی ان بلبلوں سے جا کر اتنا پوچھ = بنگلور۔ سالار ۲ـ۔ کوئی یہ بلبلان باغ = ایشیا۔
کوئی ان بلبلوں سے جا کے اتنا پوچھ دے ہم کوں = انجمن۔
کوئی ان بلبلوں سے جا کر اتنا پوچھ دے ہم کوں = سالار ۱ـ۔
۵ـ گل زار خوش ہے = سالار ۲ـ۔ سالار ۱ـ۔ انجمن۔ بنگلور۔ فرحت۔ ایشیا۔
۶ـ جو چھپ کر دیکھتے گل کو = فرحت۔
جو چھپ کے دیکھتے گل کو = ایشیا۔ سالار ۲ـ۔ جو چھپ کے دیکھتے گل کوں = انجمن۔ سالار ۱ـ
۷ـ چھٹایا آشیاں ہم سے = ایشیا۔
ہمارے آہ نالے نے = انجمن۔ ہماری آہ و نالے نے = سالار ۱ـ۔
۸ـ آنے کا اندیشہ نہیں ہم کو = بنگلور۔ آنے کا اندیشہ نہیں ہم کوں = سالار ۱ـ۔ انجمن۔
پھنسنے کا اندیشہ نہیں ہم کو = ایشیا۔ سالار ۲ـ۔ آنے کا اندیشہ نہیں مجھکو = فرحت۔
دام میں ہونے کا = آصفیہ ۲ـ۔ آنے کا اندیشہ نہ تھا ہرگز = حسرت۔
۹ـ یہ اتنا بھی ٹک ایک آباد تھا = انجمن۔ پر اتنا ہے کہ ٹک ایک آباد ہے یہ = سالار ۱ـ۔
پر اتنا ہے ٹک ایک آباد ہے یہ = بنگلور۔ ولے اتنا کہ ٹک آباد = حسرت۔

غزل نمبر ۱۴۲

۱ـ جو کوئی بدلا جفا دیوے = بنگلور۔ فرحت۔ انجمن۔ سالار ۱ـ۔ سالار ۲ـ۔
۲ـ ترحم ان بتوں کوں = سالار ۲ـ۔ ترحم ان بتوں کو = بنگلور۔
ترحم ان بتاں کو = آصفیہ ۱ـ۔ آصفیہ ۲ـ۔ انڈیا آفس۔ ایشیا۔
۳ـ میرے صیاد پر اتنا = فرحت۔ میرے صیاد سے اتنا = انجمن۔
۴ـ صبا سے کہہ کہ میری خاک = بنگلور۔
صبا سے کہہ میری یہ خاک گلشن میں = سالار ۱ـ۔ سالار ۲ـ۔ گلشن سے اڑا دیوے = انجمن۔
۵ـ مر گیا ہوں تس پہ ڈرتا ہوں = بنگلور۔ فرحت۔
خفا ہوں زندگی سیں مر گیا ہوں تس پہ ڈرتا ہوں = انجمن۔

خفا ہوں زندگی سے مرگیا ہوں تس پہ ڈرتا ہوں = سالار ط۱۔

خفا ہو مرگیا ہوں زندگی سے تس پہ ڈرتا ہوں = سالار ط۲۔

ش۶ مبادا حشر مجھ کوں = انجمن۔ سالار ط۱۔

ش۷ محبت کی جو باتیں ہیں = سالار ط۱۔ بنگلور۔

محبت کے جو نامے ہیں = سالار ط۲۔

ش۸ تب تو عالم میں نہیں چوہل = بنگلور۔ تب تو عالم میں نہیں ملتے = سالار ط۱۔

ش۹ ٹک ایک چھوٹے پہ دیوانے ابھی دھومے مچادیوے = بنگلور۔

ٹک ایک چھوٹے پہ دیوانہ = سالار ط۱۔ سالار ط۲۔ تو کیا دھومیں مچادیوے = ایشیا۔

غزل نمبر ۱۴۲

ش۱ آشیاں کوں عندلیباں کی = سالار ط۱۔ اے خار آشیاں = سالار ط۲۔ حسرت۔

ش۲ ہوا خواہوں میں ہے = بنگلور۔ آصفیہ۔ انڈیا آفس۔ سالار ط۲۔

صبا یہ بھی ہوا احوال میں = ایشیا۔ صبا یہ ہیں ہوا خواہاں میں آخر اس = سنٹرل۔

صبا یہ بھی ہی خواہوں میں آخر ہیں گے = فرحت۔ ہوا خواہوں میں آخر ہے = سالار ط۱۔

صبا بھی ہے ہوا خواہوں آخر اس = حسرت۔

ش۳ کام اور بی نکلے = سالار ط۱۔ کچھ کام ہی = انجمن۔ کہ ماں ہاتھوں سے = ایشیا۔

ش۴ ہماری سیں = سنٹرل۔

ش۵ ان سرو خراماں کے = انجمن۔

ش۶ اکڑتا ہے سرا بلپشت پا پر = بنگلور۔ متصل تیرے = فرحت۔

ش۷ گریباں پھاڑلیں اس پر = بنگلور۔ سالار ط۱۔ سالار ط۲۔ انجمن۔

ش۸ سودہ جلنے = بنگلور۔ سالار ط۱۔ سالار ط۲۔ انجمن۔ وہی جلنے = ایشیا۔

دست سیں خوش ہو تو وہ جانے = سنٹرل۔

ش۹ شہرے غزالاں کے = بنگلور۔

غزل نمبر ۱۴۴

لہ کیا کیا تھا باغباں تونے = انجمن ۔ آصفیہ ۲ا۔ صرز اس سے کیا کیا تھا باغباں تونے = فرحت ۔ آصفیہ ۱ا۔ سالار ۲ا۔ بنگلور۔

صرز اس سے مقرر کیا کیا تھا باغباں تونے = ایشیا۔

صرز اس سے مقرر کیا تھا باغباں توں نے (کذا) = سالار ۱ا۔

صرز اس سے مقرر کیا کیا = انڈیا آفس۔

۲ا توں نے = سالار ۱ا۔ ان بلبلاں کا آشیاں تونے = آصفیہ ۱ا۔

۳ا مجھے عالم کے ڈالا ہے زباں تونے = فرحت ۔ آصفیہ ۲ا۔ انجمن ۔ بنگلور۔

ڈالا ہے زباں تونے = سالار ۱ا۔ آصفیہ ۲ا۔ ایشیا ۔ انڈیا آفس۔

۴ا مارے ضعف کے چل ہی نہیں سکتے = بنگلور۔

اب چل نہیں سکتا = انڈیا آفس۔

۵ا مجھ کوں = سنٹرل ۔ سالار ۱ا۔ کیا ہے عشق مجھ کو = سالار ۲ا۔

کیا ہے عشق مجھکو ہائے = انڈیا آفس۔ آصفیہ ۱ا۔

۶ا خاک سیتی اب = آصفیہ ۲ا۔ خاک سیتی = سنٹرل ۔

۷ا توں نے = سالار ۱ا۔

۸ا خوباں کے منھ کا = سالار ۲ا۔ انجمن ۔ آصفیہ ۱ا۔ سنٹرل ۔ فرحت ۔

خوباں کے ملکھ کا = بنگلور۔

خوباں کے منھ کا گلستاں توں نے = سالار ۱ا۔ آصفیہ ۲ا۔

نوٹ : سالار ۱ا میں اس غزل میں ہر ردیف کا املا توں نے ہے ۔

غزل نمبر ۱۴۵

لہ کرتا ہے اتنا بھی جفا کوئی = آصفیہ ۲ا۔ اتنی بھی کرتا ہے = فرحت ۔

۲ا گل و لالہ سیں = سنٹرل ۔ گل لالہ سے شور انگیز تر ہے کیا حنا تیری = ایشیا ۔ بنگلور۔

گل لالہ سے = سالار ۱ا۔

۳ے نہ ہو دیوانہ کیونکر دیکھ = فرحت ۔ بنگلور ۔ نہ ہوئے دیوانہ کیونکر دیکھ = سالار ۱ے ۔ سالار ۲ے ۔
نہ ہوئے کیوں دیوانہ دیوانہ دیکھ = انجمن ۔

۴ے عجب سج سیں = سنٹرل ۔ اس کو مت ٹوکو = سالار ۲ے ۔ فرحت ۔
عجب سج سیں کیا ہے قتل مجھکو اسکو مت ٹوکو = انجمن ۔
قتل مجھ کوں اسکوں مت ٹوکو = سالار ۱ے ۔
عجب سج سیں کیا ہے قتل مجھ کوں اس سے مت پوچھو = سنٹرل ۔
عجب سج سے کیا ہے قتل مجھکو اسکو مت ٹونکو = بنگلور ۔ مت ٹوگوں = بیاض ۔

۵ے وصل سیں = سنٹرل ۔ رضا تیری = بیاض ۔
گر ہجر میں دیکھے رضا اس کی = سنٹرل ۔ بنگلور ۔ انجمن ۔ ایشیا ۔ آصفیہ ۱ے ۔ انڈیا آفس ۔
سالار ۱ے ۔ سالار ۲ے ۔ فرحت ۔
جو ہجر میں دیکھے رضا اس کی = انجمن ۔
گر ہجر سے دیکھے رضا اس کی = آصفیہ ۲ے ۔

۶ے نام بدعا کوئی = بنگلور ۔

غزل نمبر ۱۴۶

۱ے وحشت میں اے بے درد کیا جانے = حسرت ۔ وحشت کو کوئی بے درد کیا جانے = بنگلور ۔
وحشت کوں = سالار ۱ے ۔ سنٹرل ۔ تو اے بیداد کیا جانے = فرحت ۔ آصفیہ ۱ے ۔

۲ے راتوں کوں = سنٹرل ۔ جو دن ہوتے ہیں راتیں کر = بنگلور ۔ جو دن ہوتے ہیں راتوں کوں =
سالار ۱ے ۔ انجمن ۔

۳ے ایک دن تھا اپنے یاروں میں = انجمن ۔ بنگلور ۔ ایک دل تھا اپنے یاروں میں = سالار ۱ے ۔
اپنے یاروں میں = ایشیا ۔ سالار ۲ے ۔ جدا ہم سیں ہوا تھا ایک دن نام اپنے یاروں کے = سنٹرل ۔
ایک دن جو اپنے یاروں میں = فرحت ۔

۴ے خبر وہ پھر نہ پائی = بنگلور ۔ خبر ہرگز نہ پائی کیا ہوا = سالار ۲ے ۔ خبر پھر کچھ نہ پائی ۔ فرحت ۔
خبر پھر کر نہ پائی = سنٹرل ۔ انجمن ۔ سالار ۱ے ۔ خبر اس کی نہ پائی کیا ہوا اسکو خدا جانے = ایشیا ۔

۵ نہ رکھ اے ابر تو سر پر = فرحت۔ انڈیا آفس۔ نہ رکھ لے ابر سر پر تو = بنگلور۔
نہ رکھ اے ابر تو سر پر = سنٹرل۔ رکھ اے ابر توں سر پہ ہمارے بار منت کا = انجمن۔
رکھ اے ابر اب سر پہ ہمارے = سالار ۲۔

۶ جو آگ کو دل کی۔ بجھا جانے = فرحت۔ وہ بادل اور ہیں جو آگ کو دل کی بجھا جانے = ایشیا۔
انڈیا آفس۔ آصفیہ ۱۔
وہ بادل اور ہے جو آتش دل کو بجا جانے = بنگلور۔ جو آتشِ دل کوں بجھا جانے = سالار ۱۔
وہ بادل اور ہے = سنٹرل = آتش دل کوں = سنٹرل۔ وہ بادل اور ہیں جو آگ کو دل کی بجھا جانے = آصفیہ ۲۔

۷ یہ امید وفا ان بے وفاؤں سے = بنگلور۔ تو امید وفا ان بے وفایوں سے = سالار ۱۔
ان بے وفایوں سے = آصفیہ ۲۔ سالار ۲۔ تو امید ان خوبرویاں سے = انجمن۔
ان بے وفایوں سیں = سنٹرل۔ نہ رکھ اے دل تئیں امید وفا ان بے وفاؤں سے = حسرت۔

۸ جو بت کوں آشنا جانے = سالار ۱۔ خدا سیں ہے وہ بیگانہ جو انکوں آشنا جانے = سنٹرل۔

۹ ساری بلبلوں میں شور ڈالا ہے = سالار ۱۔ سالار ۲۔ سنٹرل۔ سارے بلبلوں میں شور ڈالا ہے = انجمن۔ بنگلور۔
جنوں نے اسکے سارے بلبلوں تک = حسرت۔

۱۰ یقیں سا ہوئے کوئی = انڈیا آفس۔ سالار ۱۔ انجمن۔ یقیں سا ہووے کوئی = بنگلور۔ تو اس طرح = سنٹرل۔

غزل نمبر ۱۴۷

۱ کوئی لطف ان بتوں کا = انڈیا آفس۔ سنٹرل۔ دیوانہ پن = سنٹرل۔
کہ بن دیوانہ پن جانے = فرحت۔ انجمن۔ سالار ۱۔ حسرت۔ آصفیہ ۱۔ آصفیہ ۲۔
کوئی لطف ان بتوں کا کیونکہ بن دیوانہ پن جانے = سالار ۲۔ انڈیا آفس۔

۲ ہمارے تجھ کو کیا ناصح = فرحت۔ کسو کا تجھ کو کیا ناصح = بنگلور۔ کیا تجھے ناصح = حسرت۔
تجھ کوں کیا ناصح = سالار ۱۔ ہمارے تجھ کو کیا ناصح = سالار ۲۔ ہمارے تجھ کوں کیا ناصح = سنٹرل۔

۳ ہمارے ہاتھ جانے = انڈیا آفس۔ آصفیہ ۲۔ یار کو دینا رقیباں کوں = انجمن۔
۴ یار کوں دینا رقیبوں کوں = سالار ۲۔ سنٹرل۔
یار کوں دینا رقیبوں کو = بنگلور۔ بیاض۔ انڈیا آفس۔ یار کرنا بھی رقیبوں کو = آصفیہ ۲۔

۵ ہماری ہم سیں پوچھو = سنٹرل۔

۶ے سہلانے میں اس کے ہم سے مت پوچھو = بنگلور۔

سہلانے میں اسس کے = سالار ۱۔ سالار ۲۔ سنٹرل ۔ فرحت ۔

مزہ پلتے ہیں تتلانے میں = انجمن۔

۷ے چبانے کی لبوں کے وجہ = سالار ۱۔ سنٹرل۔

چبانے کے لبوں کی وجہ = انجمن ۔

۸ے اصلاح بن فاسد بھی رہتی ہے = سالار ۲۔

اصلاح بن قاصر ہی رہتی ہے = انجمن ۔

غزل نمبر ۱۴۸

۱ے اگر دینی ہو دل کی داد = فرحت ۔

۲ے تو کرنے دیو اسے فریاد = سالار ۲۔ انجمن۔ انڈیا آفس ۔ سنٹرل۔

۳ے بسے ہم یار کی گلیوں میں مجنوں سے یہ کہہ دیجے = بنگلور۔ مجنوں سے کہہ دیجو = بیاض ۔

بسے ہم یار کی گلیوں میں مجنوں سیں یہی کہیو = سنٹرل ۔ یوں کہیو = انڈیا آفس ۔ آصفیہ ۱۔

بسے ہم یار کی گلیوں میں مجنوں سے بھی یہ کہیو = سالار ۱۔ سالار ۲۔ انجمن ۔

۴ے کرے ویرانے کوں نہ = سالار ۱۔

۵ے نہیں ممکن کہ دل کو کعبے کو جاوے = سنٹرل = بنگلور۔

نہیں ممکن کہ دل کعبے کوں جاوے = سنٹرل ۔

نہیں ممکن کہ یہ دل کعبے جاوے = سالار ۲۔ نہیں ممکن کہ دل کعبے کو جاوے = انجمن ۔

کعبہ کو جائیں = فرحت ۔ نہیں ممکن کہ دل کعبے کوں چھوڑے بت خانہ = سالار ۱۔

۶ے کرے جور و ستم بیداد = بنگلور۔ کرو جور و ستم صیاد = سالار ۱۔

۷ے فلک مجھ سے کرے = انڈیا آفس ۔

غزل نمبر ۱۴۹

۱ے نہیں کوئی کہ دشنام اس کی ہم تک = فرحت ۔ نہیں کوئی اس مسافر کی یہاں ہم تک دعا لاوے = بنگلور۔ سالار ۱۔

۲ء گیاہے دل اب اس کی دیکھئے = ایشیا۔ گیاہے دل اب اسکو دیکھئے = فرحت۔ آصفیہ ۲۔
انجمن۔ بنگلور۔ سنٹرل۔
گیاہے دل اب اسکی دیکھئے = سالار ۱۔ گیاہے اب تو دل اسکو دیکھئے پھر کب خدا لاوے = سالار ۲۔
گیاہے دل اب اسکو دیکھئے شاید خدا لاوے = انڈیا آفس۔ آصفیہ ۱۔

۳ء پڑے پتھر الہٰی اس محبت پر کہ وہ کوہکن = بنگلور۔ سالار ۱۔ کہ ووبے کس = انجمن۔
پڑے پتھر الہی = آصفیہ ۲۔ سالار ۲۔

۴ء شیریں کوں = سالار ۱۔ انجمن۔ مرے محروم اور پرویز = ایشیا۔

۵ء دیار حسن خوش تو ہے ولیکن ہے بڑی مشکل = بنگلور۔ دیار حسن تو ہے خوش ہوا = ایشیا۔ انڈیا آفس۔
دیار حسن تو خوش ہے ولیکن یہ = فرحت۔ سالار ۱۔ دیار حسن خوش تو ہے ولیکن یہ = انجمن۔ سالار ۲۔ سنٹرل۔

۶ء کہ گھٹ جاتا ہے یاں جو = انجمن۔

۷ء ویرانے کوں = سالار ۱۔

۸ء کسی کو شبہ گر ہووے تو مجنوں کوں اٹھالاوے = بنگلور۔ کسی کو شبہ ہووے گر تو = سنٹرل۔
کسی کوں شبہ گر ہووے تو مجنوں کو اٹھالاوے = انجمن۔ سالار ۲۔
کسی کو شبہ گر ہووے تو = فرحت۔ سالار ۱۔

۹ء منع سب میں ہے شکوہ جور کا = بنگلور۔ ان خوبرویاں پر = سالار ۲۔
ان خوبرویاں سے = سنٹرل۔ انجمن۔ انڈیا آفس۔ آصفیہ ۱۔ آصفیہ ۲۔

۱۰ء باتوں کوں = سالار ۱۔ بری باتوں کو = سالار ۲۔ اچھے منہ میں = ایشیا۔

نوٹ: اس غزل میں انجمن اور سالار ۱ میں ہر جگہ "کو" کی بجائے "کوں" استعمال ہوا ہے۔

غزل نمبر ۱۵۰

۱ء دلبر کا ہوا ہے = سنٹرل۔ سجن مشتاق = بنگلور۔ سالار ۱۔ سالار ۲۔

۲ء شکوہ اہل سخن کا نئیں ہے کچھ = انجمن = بنگلور۔ شکوہ اہل سخن بھی نہیں = ایشیا۔ افادہ
سیں = سنٹرل۔
اہل سخن کا کچھ نہیں = سالار ۱۔ اہل سخن کا نہیں ہے کچھ = سالار ۲۔

۳ رکھتاہے یہ = سالار ط۲۔ یہ رکھتے ہیں = ایشیا۔ انڈیا آفس۔ آصفیہ۔ آصفیہ ط۱۔
خاموشی سے رکھتاہے یہ = بنگلور۔ سالار ط۲۔ خاموشی سے رکھتاہے گویائی (کذا) = سالار ط۱۔
خاموشی سے رکھتاہے گا = انجمن۔ یہ رکھتاہے = فرحت۔ خاموشی سیں یہ رکھتاہے = سنٹرل۔

۴ ہوتاہے سایہ = آصفیہ ط۱۔ گرتاہے سایہ = فرحت۔

۵ تری قامت = ایشیا۔ ہوجاتاہے = سالار ط۱۔ ہوجائے ہے = سالار ط۲۔
تری قامت کے آگے فرش ہوجاتاہے رعنائی = انجمن۔

۶ نہیں ہوتی کبھی احباب سے خاطر ملول اسکی = سالار ط۲۔ ملول اس سیں = سنٹرل نہیں ہوتی کبھی ایشیا۔
نہیں ہوئی کسی احباب سیں خاطر ملول اسکی = انجمن۔

۷ خداشاہد عجب شاہد مصاحب = سنٹرل۔ بنگلور۔ سالار ط۱۔ انجمن۔ خداشاہد عجب یہ
بدمصاحب ہے تنہائی (کذا) = ایشیا۔
خداشاہد عجب بے زر مصاحب = سالار ط۲۔

۸ یقیں بے جا ہی میں = ایشیا۔ یقیں بے جا ہی میں کرتاہے صبری = فرحت۔
یقیں بے جا نہیں کرتاہوں بے صبری پہ ڈرتاہوں = انجمن۔ بنگلور۔ سنٹرل۔ سالار ط۱۔ سالار ط۲۔

۹ کہیں سنگ شکیبائی = سنٹرل۔ بنگلور۔ کہیں ننگ شکیبائی = انجمن۔ سالار ط۲۔ آصفیہ ط۲۔
کہاں ننگِ شکیبائی = فرحت۔
محبت نیچ لگتا نہیں کہیں سنگ شکیبائی = سالار ط۱۔

غزل نمبر ۱۵۱

۱ کیاکیا چاک جیب و پیرہن = حسرت۔ کیاکیا چاک جیبِ پیرہن = بنگلور۔ فرحت۔ سالار ط۱۔
سالار ط۲۔ انجمن۔ انڈیا آفس۔ آصفیہ ط۲۔ سنٹرل۔ ہے کیا چاک = بیاض۔

۲ چھوٹتے ہوتے تو کیا دیوانہ پن کرتے = بنگلور۔ جواب کے ہم چھٹے ہوتے تو کیا دیوانہ پن
کرتے = سنٹرل۔ انجمن۔ سالار ط۱۔
جواب جیوتے ہوتے تو کیا دیوانہ پن کرتے = سالار ط۲۔ تو کیا دیوانہ پن کرتے۔ آصفیہ ط۱۔
آصفیہ ط۲۔ حسرت۔ انڈیا آفس۔

جیتے ہی ہوتے = ایشیا۔ جو ہم بھی چھوٹ جاتے اب تو کیا دیوانہ پن کرتے = فرحت۔ جیتے
ہوتے بھی کیا = بیاض۔

ش۳ رخصت نہیں ہوتا = انجمن۔ ادب تیرے دہانِ تنگ کا رخصت نہیں دیتا = ایشیا۔

ش۴ جو کچھ دم مارنے سکتے = بنگلور۔ جو یک دم مار سکتے ہم = ایشیا۔ جو ٹک دم مار سکتے ہم = فرحت۔

ش۵ نہیں جوں پنجۂ گل = انجمن۔ حسرت۔ انڈیا آفس۔ آصفیہ ط۱۔ فرحت۔
نہیں جوں پنجۂ گل کچھ بھی ہاتھوں میں گیرائی = ایشیا۔ نہیں جوں پنجۂ گل ہائے ان = سنٹرل۔
ہاتھوں سے گیرائی = بیاض۔

ش۶ دگرنہ یاں گریباں = سنٹرل۔ بنگلور۔ سالار ط۱ سالار ط۲۔

ش۷ مسافر ہو کر = انڈیا آفس۔ آصفیہ ط۱۔

ش۸ قیامت ہے = انجمن۔ آصفیہ ط۱۔

ش۹ بے سخن کو = انڈیا آفس۔ آصفیہ ط۱۔ آصفیہ ط۲۔ بے زباں کوں = سالار ط۱۔

ش۱۰ تو یک دو دو = سالار ط۱۔ انجمن۔ ایشیا۔ بنگلور۔ سالار ط۲۔
یقیں وہاں ہم اگر ہوتے تو یک = انڈیا آفس۔ آصفیہ ط۱۔

غزل نمبر ۱۵۲

ش۱ مقابلے میں وفا کے اگر = سالار ط۲۔ مقابلے میں وفا کے یہ جفا ہوئے۔ انجمن۔

ش۲ کہو کسی کا کوئی = فرحت۔ بنگلور۔ سالار ط۱۔ تو اس سے کیونکہ کوئی یار و آشنا ہووے = ایشیا۔
یہ دل کیونکہ آشنا ہوئے = انجمن۔ کبھو کسی سے کوئی = سالار ط۲۔ کوئی کیونکر = انڈیا آفس۔
سنٹرل۔ آصفیہ ط۱۔

ش۳ ادب کا نام نہ لیجئے = بنگلور۔ سالار ط۱۔ خدا کرے کہ کہیں = فرحت۔ سنٹرل۔ خدا کرے کہ
کہوں = سالار ط۲۔ آصفیہ ط۱۔
ادب کا نام نہ لیجے خدا کرے کہ کہوں = انجمن۔

ش۴ دئے سے جان سے قاتل کا = انجمن۔ دئے سیں = سنٹرل۔

ش۵ اگر بھلے سے ہمیں = بنگلور۔ سالار ط۱۔ انجمن۔

۶ کبھو برا تو ہمیں کہہ = بنگلور۔ سالار ع۱۔ سالار ع۲۔ سنٹرل۔ کبھو برا ہی ہمیں کہہ = انجمن۔
کبھو برا بھی ہمیں کہہ = آصفیہ ع۱۔ آصفیہ ع۲۔ انڈیا آفس۔ ایشیا۔

۷ یار کہوں = انجمن۔ آصفیہ ع۱۔ یار کبھی = سنٹرل۔ یار کہیں = فرحت۔

۸ جو آزمانے پہ = ایشیا۔ بنگلور۔ سالار ع۲۔ جو آزمانے پہ آئے تو کیا مزا ہوئے = انجمن۔
تو بڑا مزا ہووے = انڈیا آفس۔ آوے بڑا مزا ہووے = سنٹرل۔
جو آزمانے پہ آوے بڑا = فرحت۔ آصفیہ ع۱۔

۹ یقین ہوا ہے مجھے قطرہ اشک سے کہ کبھو = بنگلور۔ انڈیا آفس۔ سالار ع۱۔ سالار ع۲۔
اشک سے معلوم = فرحت۔ اشک سے کہ کہوں = آصفیہ ع۱۔
یقین ہوا ہے مجھے قطرہ اشک سے دعوا = انجمن۔
ہوا ہے قطرۂ اشکوں سیں یوں یقین کہ کہیں = سنٹرل۔

۱۰ جو کبھو آنکھ سے = بنگلور۔ نہ اُٹھ سکے وو جو = سالار ع۲۔ آنکھ سیں گرا ہووے = سنٹرل۔

غزل نمبر ۱۵۳

۱ خبر تو پوچھے = انڈیا آفس۔ آصفیہ ع۱۔ خبر کیا پوچھے = فرحت۔ سنٹرل۔ بنگلور۔ سالار ع۱۔
سالار ع۲۔ انجمن۔ حسرت۔ ایشیا۔ آصفیہ ع۲۔

۲ اسیروں کوں = سالار ع۱۔ انجمن۔ اسیروں کوں توقع کب ہے گلشن میں جانے کی (کذا) = انجمن۔
ہے اب گلشن = بیاض۔

۳ کس کر باندھ بالوں کو = بنگلور۔ کس کر گوندھ بالوں کوں = سالار ع۱۔ انجمن۔ گونتھ بالوں
کو = حسرت۔

۴ تو کرلے شوخ زنجیر = سنٹرل۔ بنگلور۔ سالار ع۱۔ انجمن۔ حسرت۔

۵ یہ لذت جس نے اپنے یار سے پایا سو وہ جانے = سنٹرل۔
یہ لذت جس نے اپنے یار سے پایا وہی سمجھے = بنگلور۔ سالار ع۱۔ انجمن۔ پائی ہو وہ جانے =
انڈیا آفس۔
یار سے پائی وہی جانے = آصفیہ ع۱۔ آصفیہ ع۲۔ یہ لذت جس نے اپنے یار سے پایا وہی
جانے = سالار ع۲۔

یہ لذت جس نے اپنے یار سے پالی ہے سوجانے = فرحت۔

۶ اور پیالی پلانے کی = سالار ۱۔ آصفیہ ۲۔ سنٹرل۔

۷ اس آب وتاب مستی میں = ایشیا۔ بہکتا ہے کس آب وتاب سیں = سنٹرل۔
بھٹکتا ہے اس آب وتاب میں مستی میں پاؤں گا = بنگلور۔
مستی میں پا اس کا = حسرت۔ بیاض۔ آب وتاب سیں = آصفیہ ۱۔ چھلکتا ہے = بیاض۔

۸ ہوتا ہے یقیں = انڈیا آفس۔

نوٹ: سنٹرل میں اس غزل میں ہر جگہ "کو" کے بجائے "کوں" استعمال ہوا ہے۔

غزل نمبر ۱۵۴

۱ بالوں کے = فرحت۔ سنٹرل۔ انڈیا آفس۔ ایشیا۔ حسرت۔ سالار ۲۔ بنگلور۔ بیاض۔
بالوں کے پھنس جانے کوں = سالار ۱۔ انجمن۔

۲ کیا کام دل نے دیوانے کوں = سالار ۲۔

۳ عاشق جور سے جلتا = سالار ۲۔ ہے مرجانا = بیاض۔

۴ دل بر سے = ایشیا۔ آصفیہ ۲۔ سالار ۲۔ فرحت۔ حسرت۔ انڈیا آفس۔
مجھ کو دل بر کی = بنگلور۔ سنٹرل۔ انجمن۔ مجھ کوں دل بر کی = سالار ۱۔
بے دل کے = آصفیہ ۱۔

۵ تحقیق کو ظالم ٹک کچھ = سالار ۲۔ ظالم نے ٹک کام۔ فرحت۔ انڈیا آفس۔ آصفیہ ۱۔
تحقیق تو ظالم نے کچھ = ایشیا۔

۶ فرہاد کے ناحق اس = بنگلور۔ ناحق اس مرجانے کوں = سالار ۱۔
ناحق کے مرجانے کوں = سنٹرل۔ انجمن۔ فرہاد کے ناحق کے = حسرت۔

۷ آہو جوڑی سے کیا پھرتے ہیں = بنگلور۔
سبزہ میں یقیں = انڈیا آفس۔ ایشیا۔ حسرت۔ سالار ۲۔ سبزے میں یقیں آہو کیا تہور
سے پھرتے ہیں = بیاض۔

نوٹ: انجمن، سنٹرل اور سالار ۱ میں اس غزل کی ردیف میں بجائے "کو" کے "کوں" لکھا ہوا ہے۔

غزل نمبر ۱۵۵

۱ پہلے مزے سے = انجمن ۔ اپنے مزے سے = سالار ۲ ۔ پہلے مزے میں = بنگلور ۔
زلیخا یار کوں پہلے مزے سے = سالار ۱ ۔ پہلے مزے سیں = سنٹرل ۔

۲ پھر اُس سے سو طرح گر = بنگلور ۔ تب اُس سیں = سنٹرل ۔ سو طرح کے اپنے مطلب کو روا
کرتی = ایشیا ۔
پھر اس سے سو طرح کر = انجمن ۔ سالار ۲ ۔ پھر اوس سے سو طرح کر اپنی حاجت کوں روا
کرتی = سالار ۱ ۔
پھر اس سے سو طرح پر = فرحت ۔

۳ پیغمبر سار فیق = سالار ۲ ۔

۴ زلیخا قید میں یوسف کو نا کرتی = بنگلور ۔ گر کرتی نہ یوسف کو = ایشیا ۔ اگر یوسف کو نا کرتی =
انڈیا آفس ۔ آصفیہ ۱ ۔
یوسف کوں نہ کرتی گر = سالار ۱ ۔ انجمن ۔ یوسف کو نہ کرتی گر = سالار ۲ ۔ گر یوسف کو
نا کرتی = آصفیہ ۲ ۔
گر کرتی نہ یوسف کو = سنٹرل ۔ فرحت ۔

۵ یہ بات گر سنتی = فرحت ۔ سنٹرل ۔ بنگلور ۔ انجمن ۔ دل آزاری جلائے ہے (کذا) = ایشیا ۔
جلائے حسن یہ بات گر سنتی = سالار ۱ ۔ یہ بات اگر سُن کے = سالار ۲ ۔

۶ آگے کی خدا جانے (کذا) = بنگلور ۔ آگے ہی خدا حافظ = ایشیا ۔ آگے بھی خدا جانے = سالار ۱ ۔
فصل گل آتی ہے آگے کی = سالار ۲ ۔

۷ ہم سایۂ ظالم ہوا کرتی = سالار ۲ ۔ ظالم یہ ہوا کرتی = آصفیہ ۲ ۔

۸ چھڑانا اُس کو = فرحت ۔ بنگلور ۔ انجمن ۔ سالار ۲ ۔ چھڑانا اُن سے = ایشیا ۔ چھڑانا
اسکوں = سالار ۱ ۔
یقیں فرہاد کوں دکھ سیں چھڑانا اسکوں لازم ہے = سنٹرل ۔

نوٹ : سنٹرل اور سالار ۱ میں اس غزل میں کو کے بجائے کوں استعمال ہوا ہے ۔

غزل نمبر ۱۵۶

۱ہ رنج محنت سے = سالار ۱۔ سنٹرل۔ نہ تنہا کوہ کن کا نقش کچھ ہے = بنگلور۔ نہ تنہا = بیاض۔

۲ہ کب لگتی ہے = فرحت۔

۳ہ آئینہ کے = انجمن۔ آیا ہے = ایشیا۔ کیا خلل آیا ہے = انڈیا آفس۔ آصفیہ ۱۔

۴ہ رفیقاں کے موافق ساتھ = بنگلور۔ رفیقاں ناموافق ساتھ = انجمن۔

۵ہ دام ہم کوں = سالار ۱۔

۶ہ مے پرستوں سے = فرحت۔ بنگلور۔ سالار ۱۔ سالار ۲۔ انجمن۔ ایشیا۔

نہ پوچھو مے پرستاں سے = انڈیا آفس۔ آصفیہ ۱۔ پوچھے مے پرستاں سے = آصفیہ ۲۔

کوں پوچھے مے پرستوں سیں = سنٹرل۔

۷ہ ہم کوں مصیبت سے = سالار ۱۔ کوئی نعمت گوارا اب نہیں = آصفیہ ۲۔ گوارا تر نہیں

ہم کو کوئی نعمت مصیبت میں = بیاض۔

۸ہ تمنائیں ہیں جینے کی = بنگلور۔ سالار ۱۔ فرحت۔ سنٹرل۔ ایشیا۔ انجمن۔

تمنائیں ہیں جنت کے = سالار ۲۔

۹ہ ہمیں ارماں نکلتا ہے یقیں مرنے کی حیرت سے (کذا) = ایشیا۔

غزل نمبر ۱۵۷

۱ہ جی کو آخر = سنٹرل۔

۲ہ مجھ کو رسوائی کا = سالار ۲۔ کیا ہوس مجھ کوں ہے = سنٹرل۔

۳ہ کھینچ کر لاتی ہے کوچے میں یہ = بنگلور۔ سالار ۱۔ لاچاری مجھے = فرحت۔ ایشیا۔

کوچے میں گرفتاری مجھے = سنٹرل۔ کھینچ کر لاتی ہے کوچہ میں گرفتاری مجھے = انجمن۔

۴ہ میں جو تن غمخوار ہرگز جی نہ سکتا تھا کہیں = بنگلور۔ جی نہ سکتا تھا کبھی = سالار ۱۔ سالار ۲۔

ہرگز جا نہ سکتا تھا کہیں = سنٹرل۔

۵ہ ان دنوں کرنا پڑا ہے = بنگلور۔ سالار ۱۔ ان دنوں کرنا پڑی ہے = سالار ۲۔

۶ہ ابھی مجھ کوں کہاں سے اطلاع = سالار ۱۔ الہی کاں ہے مجھ کو اطلاع = انجمن۔

عشق کے فن سیں = سنٹرل۔

۷ خوباں کو یقیں کرتے ہی داغ = سالار ۲ا۔ کرتے ہیں داغ = انجمن۔

کرتا ہے داغ = ایشیا۔

۸ آئینہ کے سادہ لوح کے = سالار ۲ا۔ آئینہ کے = انجمن۔

نوٹ : سنٹرل اور سالار ۲ا میں اس غزل میں "کو" کی بجائے ہر جگہ "کوں" استعمال ہوا ہے۔

* بیاض میں مذکورہ شعر مقطع کے طور پر آیا ہے۔ کبھو کی جگہ یقیں درج ہے۔

غزل نمبر ۱۵۸

۱ اس پری زاد = بنگلور۔

۲ سایہ ساز ہیں گیر مجھے = بنگلور۔ کردیا ضعف سیں جوں سایہ زنجیر مجھے = سنٹرل۔

جوں شانہ = سالار ۲ا۔ کردیا ضعف سیں جیؤ سایہ = انڈیا آفس۔ آصفیہ ۲ا۔

۳ تیری تدبیر سیں = سنٹرل۔

۴ گر نہ ہوئی ہجر کے حب زہر کی = بنگلور۔ گر نہ ہوئے ہجر کے حب زہر کی = سالار ۲ا۔

زہر نے حب ہجر کے = سالار ۲ا۔ ہجر کی = ایشیا۔

ہجر کے حب زہر میں = انڈیا آفس۔ کہ نہ ہوئی ہجر کے حب زہر کی = انجمن۔

کی نہیں ہجر کے حب زہر نے = سنٹرل۔

۵ جس کوں منظور ہے مرنا = سالار ۲ا۔ انجمن۔

جس کو منظور ہے جینا اسے مرنا ہے عذاب = بنگلور۔

منظور ہے مرنا = سنٹرل۔ فرحت۔

۶ ہمیری نے کیا = انجمن۔ ایشیا۔

۷ جواہر سیں یقیں = سنٹرل۔

۸ عشق کی زنجیر مجھے = سنٹرل۔

نوٹ : سالار ۲ا میں اس غزل میں "کو" کے بجائے "کوں" استعمال ہوا ہے۔

غزل نمبر ۱۵۹

۱ آئینہ عاشق کو خوباں کے = فرحت ۔ سنٹرل ۔ آصفیہ ۲ ۔ انڈیا آفس ۔ ایشیا ۔ حسرت ۔
بنگلور ۔ سالار ۱ ۔
آئینہ خوباں کو عاشق کے = سالار ۲ ۔ آئینہ عاشق کوں = انجمن ۔

۲ آب حیواں ہے کسی کی = بنگلور ۔ کسی کی = سالار ۱ ۔ انجمن ۔ سنٹرل ۔ فرحت ۔
کسو کا = انڈیا آفس ۔ آصفیہ ۱ ۔ حسرت ۔

۳ ہوس ہے اس کا جینا ہے عبث = بنگلور ۔ ہوس ہے اس کا = سالار ۲ ۔
جس کوں مرنے کی ہوس ہے اس کا جینا ہے عبث = سالار ۱ ۔ ہوس ہے = انڈیا آفس ۔ آصفیہ ۱ ۔
جس کوں مرنے کی ہوس ہے اسکوں = سنٹرل ۔ جس کوں مرنے کی ہوس ہے اسکو جینا ہے عذاب = انجمن ۔

۴ مرنے پہ بسمل کیا کرے = بنگلور ۔ پھڑکے نہ بسمل کیا کرے = ایشیا ۔
زخم جب کاری ہوئے = سالار ۱ ۔ سالار ۲ ۔ انجمن ۔ زخم جب کاری ہو = انڈیا آفس ۔
زخم جب کاری نہ ہوئے پھڑکے نہ بسمل کیا کرے = سنٹرل ۔

۵ ناصح اس کو = بنگلور ۔ مژگاں سیں = سنٹرل ۔ کھینچو کیوں کہ ہاتھ = آصفیہ ۱ ۔

۶ ٹھہرنے دیوے مجھ کوں = سالار ۱ ۔ ٹھہرنے دیوے مجھ کو = سالار ۲ ۔ انجمن ۔
بے قراری ٹھہرنے کب دے ہے مجھ کوں = سنٹرل ۔

۷ جب ہو = فرحت ۔ آصفیہ ۲ ۔ بنگلور ۔ سالار ۲ ۔
جب ہوئے = سالار ۱ ۔ انجمن ۔
نوٹ : سالار ۱ میں اس غزل میں ہر جگہ "کو" کی بجائے "کوں" استعمال کیا ہے ۔

غزل نمبر ۱۶۰

۱ محبت کے مزے کو کب = سنٹرل ۔ بنگلور ۔ سالار ۲ ۔ مزے کوں = انجمن ۔

۲ جو ابراہیم ہوئے آتش کدہ کوں = سالار ۱ ۔ جو ابراہیم ہوئے آتش کدہ کو = سالار ۲ ۔

۳ مرغِ داناکو = آصفیہ ۱ ۔ اس طرح کی قید کرنا مرغِ ناداں کوں = سنٹرل ۔
اس طرح سے مرغِ ناداں کو = فرحت ۔

۴؎ کہ جو مارے بھولانے کے = بنگلور۔ کہ جو مارے بھلائی کے = انجمن۔ فرحت۔
جو بھولا اسس قدر ہووے قفس کوں = سنٹرل۔

۵؎ جو کوئی بیمار ہووے قدر = بنگلور۔ جو کوئی بیمار ہوئے سو = سالار ۱؎ انجمن۔
جو کوئی بیمار ہوئے تب قدر = سالار ۲؎۔ جو کوئی بیمار ہو سو حال حالِ ناتواں سمجھے = ایشیا۔

۶؎ ہمیں سرو چمن کی طرح = انجمن۔

۷؎ جو اپنی قمریاں کی قدر = بنگلور۔ وو سرو رواں سمجھے = سالار ۱؎۔ سالار ۲؎۔

۸؎ یقیں کی گفتگوے لطف = بنگلور۔ لطف کوں = سالار ۱؎۔
یقیں کی گفتگو کی قدر کو = آصفیہ ۲؎۔

نوٹ: انجمن اور سالار ۲؎ میں اس غزل میں "کو" کی بجائے ہر جگہ "کوں" استعمال ہوا ہے۔

غزل نمبر ۱۶۱

۱؎ کرتے ہیں بال بال دکھا مبتلا مجھے = سالار ۱؎۔

۲؎ بتوں کے نکالے خدا مجھے = سالار ۱؎۔ انجمن۔ اس پیچ سیں = سنٹرل۔ نکال اے خدا = بیاض۔

۳؎ بڑا ٹوٹنے کی قدر = بنگلور۔ دل ہیں میرے = انجمن۔ دل ترے جو دی بڑھا = ایشیا (کذا)۔
دل نے جو میرے دی ہے = سالار ۲؎۔

۴؎ کرتے ہیں بال سے بال جی کے دعا مجھے = بنگلور۔ کرتے ہیں بال بال سے ۔ ۔ ۔ ۔ دُعا
مجھے (کذا) = ایشیا۔
کرتے ہیں بال بال جو جینی دعا مجھے = سنٹرل۔ کرتے ہیں بال بال سے جینی دعا مجھے = انجمن۔
کرتے ہیں بال بال جینے کی دعا مجھے (کذا) سالار ۱؎ بنو۔ پہ یار = بیاض۔

۵؎ کرتے تو گئی یہ راست = بنگلور۔

۶؎ یہ میری آبرو رہی = بنگلور۔ سالار ۱؎۔ انجمن۔ ایشیا۔

۷؎ کرتے تھے دیدہ خوار جدا = سالار ۱؎۔
کرتے تھے خوار دیدہ مجھے دل جدا مجھے = انجمن۔
کرتے ہیں دیدہ خوار جُدا = فرحت۔

کرتے تھے = ایشیا۔

۸ قدموں او پر لیقین = بنگلور۔ سالار ۱۔ انجمن۔ فرحت۔

۹ آئی ہے راس سایۂ گل کی وفا مجھے = سنٹرل۔

غزل نمبر ۱۶۲

۱ یہ خار خشک کو اس آگ = انڈیا آفس۔ یہ خار خشک ٹک ایک آگ = فرحت۔
یہ خار خشک ٹک اس آگ میں = بنگلور۔ یہ خار خشک ٹک اس آگ سے = انجمن۔
یہ خار خشک ٹک اس آگ = سالار ۱۔ یہ خار خشک ٹک یک آگ میں = سنٹرل۔

۲ قیامت آپ سے اس قد پہ لا چکے ہم سے = بنگلور۔ سالار ۱۔ سالار ۲۔ انجمن۔
قیامت آپ پہ اس = فرحت۔ قیامت آپ پر اس قد کے = سنٹرل۔

۳ جو تجھ میں درد ہو ناصح تو مری خواری دیکھ = بنگلور۔ جو تجھ میں درد ہو ناصح = حسرت۔ فرحت۔ انجمن۔
جو تجھ میں درد ہوئے ناصح تو میری خواری دیکھ = سالار ۱۔

۴ نہ ننگ عار کرے = سالار ۱۔ سالار ۲۔

۵ ہمیشہ تشنہ لبی = بنگلور۔ آب تیغ کا ہوں وکیل = سالار ۱۔ آب تیغ کا ہوں لیک = فرحت۔
ہمیشہ تشنہ ترے = انجمن۔

۶ کہاں وہ ساں میرے حال پر = بنگلور۔ کہاں وہ سیل میرے خاک پر = سنٹرل۔

۷ کہ اپنے سرکوں ترے پاؤں نثار کرے = سالار ۱۔ سرکوں = انجمن۔

نوٹ: سنٹرل اور سالار ۱ میں اس غزل میں ہر جگہ بجائے "کو" کے "کوں" استعمال ہوا ہے۔

غزل نمبر ۱۶۳

۱ کوئی کیونکر چھپا رکھے = سنٹرل۔ کیونکر کوئی چھپا رکھے۔ بنگلور۔ کیونکر کوئی چھپا رکھے =
سالار ۱۔ سالار ۲۔
یہ دل مملوک خوباں ہے کوئی = انجمن۔

۲ مال بادشاہی کوں = سالار ۱۔ مال بادشاہی کو = سالار ۲۔ آصفیہ ۲۔ فرحت۔

۳ بت خانے کو = ایشیا۔ بنگلور۔ بت خانے پہ جلتا ہے = انجمن۔

۴ توقع باز رکھنے کی نہیں اسکو خدا رکھے = فرحت ۔ سنٹرل ۔ انجمن ۔ بنگلور ۔
توقع باز رکھنے کی نہیں اسکوں خدارا کھے = سالار ۱؎ ۔ ایشیا ۔
توقع باز رہنے کانہیں اسکو خدا را کھے = سالار ۲؎ ۔ توقع یار کے رہنے کی نہیں اس کو = بیاض ۔

۵ مت اتناڈرا = انڈیاآفس ۔ ہمیں دوزخ سیں = سنٹرل ۔

۶ خدا ایسا ستم بندوں پہ اپنے کب روارا کھے = سالار ۲؎ ۔

۷ ساتھ جانے دو = فرحت ۔ بنگلور ۔ بلبلوں کا ساتھ = انجمن ۔ ایشیا ۔

۸ دل کی اپنے پاس کیا رکھے = بنگلور ۔

نوٹ : انجمن ۔ سالار ۲؎ ۔ سنٹرل ۔ سالار ۱؎ میں ردیف رکھے کے بجائے ہر شعر میں راکھے ہے ۔
سنٹرل اور سالار ۱؎ میں اس غزل میں ہر جگہ "کو" کی بجائے "کوں" استعمال ہوا ہے ۔

غزل نمبر ۱۶۴

۱ کیونکر کوئی گزر نہ کرے = فرحت ۔ سے کب تک کوئی = بیاض ۔

۲ ادب سیں تجھ پہ کوئی = سنٹرل ۔ عذر نہ کرے = فرحت ۔

۳ وہ یار غیر کے ساتھ اس طرف سے گذرا ہے = بنگلور ۔

۴ مجھ کو کوئی خبر نہ کرے = ایشیا ۔ بیاض ۔

۵ پتھر کا کچھ نہیں چلتا = سالار ۲؎ ۔ انڈیاآفس ۔ آصفیہ ۲؎ ۔ سنٹرل ۔
ذرا نہیں ہے مری آہ میں اثر افسوس = بنگلور ۔ سالار ۲؎ ۔ فرحت ۔ سالار ۱؎ ۔
یقیں ہے آگ سیں پتھر کا کچھ نہیں چلتا = سنٹرل ۔ ذرا بھی نئیں ہے میری آہ میں اثر افسوس = سنٹرل ۔

۶ مرے دل میں = ایشیا ۔ کسی چمن میں خدا شجر بے ثمر نہ کرے = فرحت ۔ سنٹرل ۔ سالار ۱؎ ۔ انجمن ۔ بنگلور ۔
کسی چمن میں خدا بے ثمر شجر نہ کرے = سالار ۲؎ ۔

۷ کھاتا ہے تاب = فرحت ۔ بنگلور ۔ سالار ۱؎ ۔ سالار ۲؎ ۔ انجمن ۔
نگاہ گرم سیں کھاتا ہے = سنٹرل ۔

۸ اتنا بھی خوشش کمر نہ کرے = بنگلور ۔ سالار ۱؎ ۔ سالار ۲؎ ۔ انجمن ۔

۹ رقیب غالب دیوانہ دل غریب یقیں = بنگلور ۔ سالار ۱؎ ۔ انجمن ۔

ش۸ کوئی عذر نہ کرے = بنگلور۔ سالار ۱۔
گلی سیں یار کی کیوں کر کوئی عذر نہ کرے = انجمن۔
خطرے یار کے کیوں کر کوئی عذر نہ کر = ایشیا۔

غزل نمبر ۱۶۵

ش۱ میں بتوں سے پھرا = بنگلور۔ بتاں سے۔ انڈیا آفس = بتوں سیں = سنٹرل۔
ش۲ کسی دشمن کو = فرحت۔ سالار ۲۔ بنگلور۔ کسی دشمن کوں = سالار ۱۔
کوئی دشمن کو = آصفیہ ۲۔ کوئی دشمن کوں = سنٹرل۔
ش۳ قیامت لگ = بنگلور۔
ش۴ پشت پا سیں تری = سنٹرل۔
ش۵ وہ ہے مقتول کا فرلعنت = بنگلور۔ وہ ہے مقتول = سالار ۱۔
وہ ہے مقبول = انجمن۔
ش۶ ناصحوں یہ بھی = سنٹرل۔ ناصحا یہ = بیاض۔
ش۷ گر یقیں یار سے = سالار ۲۔ کہ یقیں یار سیں = انجمن۔ سنٹرل۔

نوٹ: انجمن، سنٹرل اور سالار ۱۔ میں اس غزل میں ہر جگہ "کو" کی بجائے "کوں" استعمال ہوا ہے۔

غزل نمبر ۱۶۶

ش۱ عشق تیرے سے = فرحت۔ بنگلور۔ سالار ۱۔ سالار ۲۔ انجمن۔ انڈیا آفس۔ سنٹرل۔
ش۲ نہ کرے دام محبت میں = سالار ۲۔
ش۳ یک طور کی = انڈیا آفس۔ بنگلور۔ یک طور سے = سالار ۱۔ سالار ۲۔ انجمن۔
یک طور سیں = سنٹرل۔ ایک طور سے = فرحت۔
ش۴ دل آزار مجھے = بنگلور۔ انجمن۔
ش۵ کیا کیجے = انڈیا آفس۔
ش۶ سنگ طفلاں کی میں امید = فرحت۔ سنٹرل۔ بنگلور۔ سالار ۱۔ سالار ۲۔
سنگ طفلاں کی میں امید رہوں دیوانہ = انجمن۔

ے تغافل ستی آزاد مجھے = بنگلور۔ سنٹرل۔

ۂ برگ ہوا ہوں دل سرد = بنگلور۔

تب سیں ہوا ہوں دل سرد = سنٹرل۔

ۄ گرم رکھتا ہے = بنگلور۔ سالار ۲۔ سالار ۲۔ انجمن۔ سنٹرل۔ بیاض۔

غزل نمبر ۱۶۷

ۂ ترا خورشید منہ دیکھ کر = انجمن۔ ترا خورشید سامنے گر نہ ہو دل کی = ایشیا۔

ۓ لٹک تجھ قد کی یاد آوے تو سرو گلستاں لرزے = سالار ۲۔

ترا قد چھو باؤ آوے تو سرو گلستاں لرزے = انجمن۔

ترا قد جوں کہ یاد آوے تو سرو گلستاں لرزے = ایشیا۔

ترا قد چھو کے باؤ آوے تو سرو گلستاں لرزے = انڈیا آفس۔

ترے قد کی نزاکت دیکھ کر سرو گلستاں لرزے = فرحت۔ ترا قد جو کہ یاد آوے تو سرو گلستاں لرزے = بیاض۔

ۃ ترے خیمے بھی = سالار ۲۔ ترے خیمے ہی = فرحت۔

ۄ شوخی پر آوے = سالار ۲۔ ایشیا۔

ۂ نگاہ کے ناز کرنے میں بھڑکتا ہوں کرامت ہے = سالار ۲۔

بھول تھر کنے ہیں = فرحت۔ ایسی اب بھڑکنے ہیں۔ بیاض۔

ۆ پریشاں تیر کے مانند جی شل کماں لرزے ہے (کذا) سالار ۲۔ پریشاں جو کماں = بیاض۔

ۓ خار و خس سے مبتلا جس کا = سالار ۲۔ خار و خس سے آشنا جس کا = فرحت۔ بے خطر جس کا = بیاض۔

ۂ نسیم گل کے = سالار ۲۔

ۄ جو زباں لرزے = ایشیا۔ بیاض۔

اشاریہ

کتابیں اور رسائل

مقامات

کتابیات

۱۔ آبرو، شاہ مبارک، دیوانِ آبرو، مرتبہ محمد حسن، دہلی۔

۲۔ آزاد بلگرامی، میر غلام علی، مآثر الاکرام موسوم بہ سروِ آزاد، حیدر آباد، ۱۹۱۳۔

۳۔ آزاد، محمد حسین، آبِ حیات، لاہور، ۱۹۵۰ء۔

۴۔ اسپرنگر، یادگارِ شعرا، مرتبہ طفیل احمد، الہ آباد، ۱۹۴۳۔

۵۔ اقبال، محمد اقبال، کلیاتِ اقبال، لکھنؤ ۱۹۵۲ء

۶۔ انشاؔ، انشاء اللہ خاں، دریائے لطافت، ترجمہ کیفی دہلوی، اورنگ آباد، ۱۹۳۵ء۔

۷۔ نثار الحق، میر و سودا کا دور، کراچی، ۱۹۶۵ء۔

۸۔ جانِ جاناں، مرزا مظہر، مرزا مظہر جان جاناں کے خطوط، مترجم خلیق انجم، دہلی، ۱۹۶۴ء۔

۹۔ جہاںؔ، بینی نرائن، دیوانِ جہاں (قلمی) مخزونہ برٹش میوزیم، نمبر ۲۴۰۴۳ Add

۱۰۔ حمید اورنگ آبادی، خواجہ خاں، گلشنِ گفتار، مرتبہ سید محمد، حیدر آباد، ۱۳۲۹ ف۔

۱۱۔ خاں، درگاہ قلی، مرقعِ دہلی، مرتبہ سید مظفر حسین، حیدر آباد۔

۱۲۔ خلیق انجم، مرزا مظہر جانِ جاناں ۔ اُن کا عہد اور شاعری، تحقیقی مقالہ، دہلی یونیورسٹی، دہلی۔

۱۳۔ خلیلؔ، علی ابراہیم خاں، گلزارِ ابراہیم، مرتبہ سید محی الدین قادری زور، علی گڑھ، ۱۹۳۴ء۔

۱۴۔ ذکاء اللہ، مولوی : تاریخِ ہندوستان۔

۱۵۔ زورؔ، محی الدین قادری، سرگزشت حاتم، حیدر آباد، ۱۹۴۴ء۔

۱۶۔ شاہ عبد العزیز دہلوی، ملفوظاتِ شاہ عبد العزیز دہلوی، میرٹھ، ۱۳۱۴ھ۔

۱۷۔ شاہ غلام علی، مقاماتِ مظہری، دہلی، ۱۸۹۲ء میوزیم۔

۱۸۔ شیفتہ، نواب مصطفیٰ خاں، تذکرۂ گلشنِ بے خار (قلمی)۔ مخزونہ برٹش

۱۹۔ شوق، قدرت اللہ، طبقات الشعرا، آصفیہ لائبریری حیدرآباد (قلمی)۔

۲۰۔ شفیق، لچھمی نرائن، چمنستانِ شعرا، مرتبہ مولوی عبدالحق، اورنگ آباد، ۱۹۲۸ء۔

۲۱۔ صفیر بلگرامی، جلوۂ خضر، جلد ۱، آرہ، ۱۸۸۵ء۔

۲۲۔ عبدالحیٔ، گلِ رعنا، اعظم گڑھ، ۱۹۲۴ء۔

۲۳۔ عبدالرحمن، مرآۃ الشعر، لاہور، ۱۹۵۰ء۔

۲۴۔ عشقی عظیم آبادی، تذکرۂ عشقی، دو تذکرے، مرتبہ کلیم الدین احمد، پٹنہ، جلد ۱، ۱۹۵۹ء۔ جلد ۲، ۱۹۶۳ء۔

۲۵۔ عندلیب شادانی، تحقیق کی روشنی میں، لاہور، ۱۹۶۳ء۔

۲۶۔ فاروقی، پروفیسر خواجہ احمد، چراغِ رہ گزر، اُردو میں وہابی ادب، دہلی، ۱۹۷۴ء۔

۲۷۔ فاروقی، پروفیسر خواجہ احمد، کلاسیکی ادب، دہلی۔

۲۸۔ فاروقی، پروفیسر خواجہ احمد، مرزا شوق لکھنوی، لکھنؤ، ۱۹۵۰ء

۲۹۔ فاروقی، پروفیسر خواجہ احمد، میر تقی میر: حیات اور شاعری، علی گڑھ، ۱۹۵۴ء۔

۳۰۔ فضل الحق، ڈاکٹر، دیوانِ شاکر ناجی، دہلی۔ ۱۹۶۸ء

۳۱۔ قاسم، حکیم قدرت اللہ، مجموعۂ نغز، مرتبہ محمود شیرانی، لاہور، ۱۹۳۳ء

۳۲۔ قائم، شیخ محمد قیام الدین، مخزنِ نکات، مرتبہ مولوی عبدالحق، اورنگ آباد، ۱۹۲۹ء۔

۳۳۔ قریشی، عبدالرزاق، مرزا مظہر جانِ جاناں، بمبئی۔ ۱۹۶۱ء

۳۴۔ کمال الدین، محمد احسان، روضۃ القیومیہ (اُردو ترجمہ) لاہور۔

۳۵۔ کمالی، شاہ محمد کمال، مجمع الانتخاب، رائل ایشیاٹک سوسائٹی (قلمی)۔

۳۶۔ کریم الدین (فیلن اور کریم الدین) طبقات الشعرائے ہند، دہلی، ۱۸۴۸ء۔

۳۷۔ کشکول (قلمی بیاض، آزاد لائبریری علی گڑھ)۔

۳۸۔ گارساں دتاسی، تاریخ ادبیاتِ ہندی و ہندوستانی، جلد ۱۔

۳۹۔ گردیزی، فتح علی حسینی، تذکرہ ریختہ گویاں، مرتبہ مولوی عبدالحق، اورنگ آباد، ۱۹۳۳ء۔

٤٠۔ گردیزی، فتح علی حسینی، تذکرۂ ریختہ گویاں، برٹش میوزیم لندن، (قلمی)۔

٤١۔ لطف مرزا علی، گلشنِ ہند، رائل ایشیاٹک سوسائٹی (قلمی)

٤٢۔ مبتلا، مردان علی خاں، تذکرۂ گلشنِ سخن، مرتبہ سید مسعود حسن رضوی ادیب، لکھنؤ، ١٩٦٥ء۔

٤٣۔ محسن، سید محسن علی، سراپا سخن، لکھنؤ، ١٣١٥ھ۔

٤٤۔ محمد اکرام، شیخ، رودِ کوثر، لاہور، ١٩٦٢ء۔

٤٥۔ محمد اکرام، شیخ، رودِ کوثر، لاہور، ١٩٥٢ء۔

٤٦۔ محمد حارث (مرزا) تاریخِ محمدی (قلمی) رضا لائبریری، رام پور۔

٤٧۔ محمد حسن، ڈاکٹر، دہلی میں اُردو شاعری کا تہذیبی و فکری پس منظر، دہلی، ١٩٦٤ء

٤٨۔ محمد میاں، سید، علمائے ہند کا شاندار ماضی، دہلی، ١٩٥٧ء

٤٩۔ مصحفی، غلام ہمدانی، تذکرۂ ہندی، دہلی، ١٩٣٣ء۔

٥٠۔ میر حسن، تذکرۂ شعرائے ہند، مرتبہ مولوی حبیب الرحمٰن شیروانی، دہلی، ١٩٤٠ء۔

٥١۔ میر، میر تقی، نکات الشعرا، مرتبہ مولوی عبدالحق، اورنگ آباد، ١٩٢٨ء۔

٥٢۔ نجم الغنی، بحر الفصاحت، لکھنؤ، ١٩٢٦ء۔

٥٣۔ ندوی، مولانا عبدالسلام، شعرالہند، جلد ١، اعظم گڑھ، ١٩٤٢ء

٥٤۔ نساخ، مولوی عبدالغفور، سخن شعرا، لکھنؤ، ١٢٩١ھ۔

٥٥۔ نعیم اللہ بہرائچی، معمولاتِ مظہریہ، کانپور، ١٢٨٤ھ

٥٦۔ نقشِ علی، تذکرۂ باغِ معانی، خدا بخش لائبریری، پٹنہ، (قلمی)۔

٥٧۔ نظامی، پروفیسر خلیق احمد، اوراقِ مصور، دہلی، ١٩٧٢ء

٥٨۔ نظامی، پروفیسر خلیق احمد، تاریخِ مشائخ چشت، دہلی، ١٩٥٣ء۔

٥٩۔ نظامی، پروفیسر خلیق احمد، شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات، دہلی، ١٩٦٩ء۔

٦٠۔ وحید اختر، خواجہ میر درد، تصوف اور شاعری، علی گڑھ، ١٩٧١ء

٦١۔ یقین، انعام اللہ خاں، دیوانِ یقین، ایشیاٹک سوسائٹی لائبریری، کلکتہ (قلمی)۔

٦٢۔ یقین، انعام اللہ خاں، انتخابِ دیوانِ یقین، کانپور، ١٩٤٣ء (قلمی)۔

٦٣۔ یقین، انعام اللہ خاں، دیوانِ یقین، سالار جنگ لائبریری، حیدر آباد، (قلمی)، مکتوبہ ١١٧٨ھ
مخطوط نمبر ١۔

۶۴۔ یقین، انعام اللہ خاں، دیوانِ یقین، سالار جنگ اسٹیٹ لائبریری، حیدر آباد، (قلمی) مکتوبہ ۱۱۸۸ھ، مخطوطہ نمبر ۲۔
۶۵۔ یقین، انعام اللہ خاں، دیوانِ یقین، اسٹیٹ سنٹرل لائبریری آصفیہ، حیدر آباد (قلمی)۔
۶۶۔ یقین، انعام اللہ خاں، دیوانِ یقین، انجمن ترقی اردو (ہند)، (قلمی)۔
۶۷۔ یقین، انعام اللہ خاں، دیوانِ یقین، انڈیا آفس لائبریری، لندن، (قلمی)۔
۶۸۔ یقین، انعام اللہ خاں، دیوانِ یقین، بنگلور (قلمی)۔
۶۹۔ یقین، انعام اللہ خاں، دیوانِ یقین، کتب خانہ آصفیہ سرکارِ عالی حیدر آباد (قلمی) مخطوطہ نمبر ۱۔
۷۰۔ یقین، انعام اللہ خاں، دیوانِ یقین، کتب خانہ آصفیہ سرکارِ عالی حیدر آباد (قلمی) مخطوطہ نمبر ۲۔
۷۱۔ یقین، انعام اللہ خاں، دیوانِ یقین، سالار جنگ اسٹیٹ لائبریری حیدر آباد (قلمی) مکتوبہ ۱۲۶۰ھ، مخطوطہ نمبر ۳۔
۷۲۔ یقین، انعام اللہ خاں، دیوانِ یقین، مرتبہ مرزا فرحت اللہ بیگ، علی گڑھ، ۱۹۳۰ء۔
۷۳۔ یکتا، سید احمد علی خاں، دستور الفصاحت، مرتبہ امتیاز علی عرشی، رام پور، ۱۹۴۳ء۔

رسائل

۷۴۔ آجکل، ماہانہ، دہلی، مارچ، ۱۹۷۱ء
۷۵۔ اردوئے معلیٰ، سہ ماہی، قدیم اردو نمبر، دہلی۔
۷۶۔ اردو نامہ، سہ ماہی، کراچی، مئی، ۱۹۷۱ء۔
۷۷۔ قومی زبان، ماہنامہ، کراچی، اکتوبر، ۱۹۴۸ء۔
۷۸۔ نگار، ماہنامہ، لکھنؤ، جنوری، فروری، ۱۹۵۷ء۔
۷۹۔ ہمایوں، ماہنامہ، لاہور، جنوری ۱۹۴۳ء۔

ABDUL RSHEED, SHEIKH, NAJEEBUL LAH, ALIGARAH, 1952.

RALPH RUSSEL, THREE MUGHAL POETS, HARVARD, 1968

NEHRU,JAWARHARLAL , DISCOVERY OF INDIA , NEW YORK, 1960



ڈاکٹر فرحت فاطمہ دہلی یونیورسٹی کے شعبۂ اُردو میں ریڈر ہیں۔ وہ اُردو کے ممتاز محقق اور نقاد پروفیسر خواجہ احمد فاروقی کی صاحبزادی ہیں۔ ان کی تربیت پروفیسر فاروقی کی نگرانی میں ہوئی۔ باپ کی شفقت و محبت اور غیر معمولی توجہ نے ان میں اعلا درجے کا علمی و ادبی ذوق پیدا کر دیا۔

ڈاکٹر فرحت فاطمہ کی تعلیم علی گڑھ میں ہوئی، انھوں نے ہائی اسکول اور بی۔ اے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے اور ایم۔ اے (اردو) فرسٹ ڈویژن میں دہلی یونیورسٹی سے کیا۔

زیر نظر کتاب اُن کا پی۔ ایچ۔ ڈی کا تحقیقی مقالہ ہے، جسے انھوں نے پروفیسر ظہیر احمد صدیقی کی نگرانی میں مکمل کیا۔

۱۹۶۷ء میں اُنھوں نے فرسٹ ڈویژن میں اُردو ببلوگرافی کا پوسٹ ایم۔ اے ڈپلوما اور ۱۹۸۴ء میں دہلی یونیورسٹی ہی سے جدید عربی کا سرٹیفکٹ کورس کیا۔ دہلی یونیورسٹی کے شعبۂ اُردو نے اُردو ہندی ڈکشنری کا ایک بہت بڑا پروجیکٹ شروع کیا تھا، جس کے نگرانِ اعلا پروفیسر ضیاء احمد بدایونی تھے۔ ۱۹۶۵ء میں ڈاکٹر فرحت فاطمہ کا اس پروجیکٹ میں تقرر ہوا۔ گیارہ سال کام کرنے کے بعد ۱۹۷۶ء میں دہلی یونیورسٹی کے لیکچرر کے عہدے پر اُن کا تقرر ہوگیا۔ ۱۹۸۶ء میں وہ ریڈر ہوگئیں۔

ڈاکٹر فرحت فاطمہ اُردو کی استاد ہیں۔ اُن کا ادبی مذاق بھی اعلا درجے کا ہے۔ اُن کی ادبی زندگی کا آغاز بہت کم عمری میں اس وقت ہوا تھا، جب انھوں نے بچوں کے لیے کہانیاں لکھیں۔ یہ کہانیاں اُس زمانے کے بچوں کے رسالوں میں شائع ہوئیں۔ مختلف موضوعات پر اُن کے مضامین اور کتابوں پر تبصرے اُردو کے معیاری رسالوں میں شائع ہوئے ہیں۔

۱۹۸۱ء میں امریکہ کے سفر اور وہاں قیام کے بعد انھوں نے ایلس فلیمنگ کی تخلیق Great Women Teacher کا ترجمہ انگریزی سے اُردو میں کیا۔ جسے یو۔ ایس۔ انفارمیشن نئی دہلی نے شائع کیا۔ دہلی یونیورسٹی نے "اشاریۂ کلام غالب" شائع کیا تھا۔ اس کے مرتبین میں بھی وہ شامل تھیں۔ ڈاکٹر فرحت فاطمہ نے بڑی خوش اسلوبی، جامعیت کے ساتھ اور متنی تنقید کے جدید ترین اصولوں کے مطابق انعام اللہ خاں یقینؔ کا زیر نظر دیوان مرتب کیا ہے۔ یہ کتاب تحقیقی دیدہ وری ہی کا نمونہ نہیں بلکہ اُردو میں کلاسکی متن کا مستند تنقیدی اڈیشن کی اعلا ترین مثال بھی ہے۔

ISBN 81-7160-051-4